مقتلِ حُسین علیہ السلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰالَمِیۡنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلٰامُ عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہِ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ الَّذِیۡنَ اَذۡھَبَ اللّٰہُ عَنۡھُمُ الرِّجۡسَ وَ طَھَّرَھُمۡ تَطۡھِیۡرًا

عن أنس قال كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يسجد فيجبئي الحسن و الحسين فيركب ظهره فيطيل السجود فيقال يا نبي الله أطلت السجود فيقول ارتحلني ابني فكر هت ان اعجله

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت نماز میں سجدے میں تھے کہ حسن اور حسین آئے اور پشت مبارک پر چڑھ گئے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان کی خاطر) سجدہ طویل کردیا (نماز سے فراغت کے بعد) عرض کیا گیا۔ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا سجدہ طویل کرنے کا حکم آ گیا۔ فرمایا نہیں میرے دونوں بیٹے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما میری پشت پر چڑھ گئے تھے میں نے یہ ناپسند کیا کہ جلدی کروں۔

مسند من حدیث عبداللہ بن شداد، 3 : 495

مجمع الزواند، 9 : 181

حدیث غدِیر خُم

خاتم النبین، حبیب خُدا ، محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے حجتہ الوداع سے واپسی پر غَدِیر خُم کے مقام پر قیام کیا۔ اس موقعہ پر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام قران کریم کی یہ آیت لیکر نازل ہوئے اور نبی اکرمؐ کی خدمت میں پیش کی۔

> **يا أيها الرسول بلغْ ما أنزل إليْك من ربك وإن لمْ تفْعلْ فما بلغْت رسالته والله يعْصمك من الناس إن الله لا يهْدي الْقوْم الْكافرين (سوره المائده 67)**
>
> **67. اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے وہ پہنچا دیجئے، اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا رسالت کا کوئی پیغام نہیں پہنچایا۔ اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ کافروں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا**

اس واضع حُکم کے آجانے کے بعد پیغمبرؐ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غدیر خُم کے میدان میں لوگوں کو جمع کیا۔ اور کم و بیش اسی ہزار کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد کیا۔

"حمد وثناء اللہ کی ذات سے مخصوص ہے ۔ہم اسی پر ایمان رکھتے ہیں ، اسی پر توکل کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں ۔ہم برائی اور برے کاموں سے بچنے کے لئے اس ا للہ کی پناہ چاہتے ہیں ، جس کے علاوہ کوئی دوسرا ہادی و راہنما نہیں ہے۔ اور جس نے بھی گمراہی کی طرف راہنمائی کی وہ اس کے لئے نہیں تھی ۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے ،اور محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔

ہاں اے لوگو!وہ وقت قریب ہے، جب میں دعوت حق پر لبیک کہتا ہوا تمھارے درمیان سے چلا جاؤں گا !تم بھی جواب دہ ہو اور میں بھی جواب دہ ہوں ۔ اس کے بعد آپنے فرمایا کہ میرے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے ؟کیا میں نے تمھارے بارے میں اپنی ذمہ داری کو پورا کردیا ہے ؟یہ سن کر پورے مجمع نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا : ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے بہت زحمتیں اٹھائیں اوراپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا ؛اللہ آپ کو اس کا بہترین اجر دے ۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اس پوری دنیا کا معبود ایک ہے اور محمد اس کا بند اور رسول ہے؟اور جنت و جہنم وآخرت کی جاویدانی زندگی میں کوئی شک نہیں ہے؟ سب نے کہا کہ صحیح ہے ہم گواہی دیتے ہیں ۔

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" اے لوگو!میں تمھارے درمیان دو اہم چیزیں چھوڑ ے جا رہا ہوں ،میں دیکھوں گا کہ تم میرے بعد، میری ان دونوں یادگاروں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟ اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور بلند آواز میں سوال کیا کہ ان دو اہم چیزوں سے آپ کی کیا مراد ہے؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ایک اللہ کی کتاب ہے جس کا ایک سرا اللہ کی قدرت میں ہے اور دوسرا تمھارے ہاتھوں میں ہے اور دوسرے میری عترت اور اہلبیت ہیں،اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ ہرگز ایک دوسرے جدا نہ ہوں گے ۔

ہاں اے لوگوں! قرآن اور میری عترت پر سبقت نہ کرنا اور ان دونوں کے حکم کی تعمیل میں بھی کوتاہی نا کرنا ،ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے ۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر اتنا اونچا اٹھایا کہ دونوں کی بغلوں کی سفیدی، سب کو نظر آنے لگی پھر علیؑ سے سب لوگوں سے متعرف کرایا ۔ اس کے بعد فرمایا: " کون ہے جو مومنین پر ان کے نفوس سے زیادہ حق تصرف ر کھتا ہے ؟" سب نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :"اللہ میرا مولیٰ ہے اور میں مومنین کا مولا

ہوں،اور میں ان کے نفسوں پر ان سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں۔" ہاں اے لوگو!" **من كنت مولاه فهٰذا على مولاه اللهم وال من**

ترتیب و تدوین: سید قمر علی عباس بخاری qbukhari@yahoo.com

والاہ، وعاد من عاداہ واحب من احبہ وابغض من ابغضہ وانصر من نصرہ وخذل من خذلہ وادر ا لحق معہ حیث دار "

جس جس کا میں مولیٰ ہوں اس اس کے یہ علی مولا ہیں ، اے اللہ تو اسکو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اوراس کودشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھے ،اس سے محبت کر جو علی سے محبت کرے اور اس پر غضبناک ہو جو علی پر غضبناک ہو ،اس کی مدد کرجو علی کی مدد کرے اور اس کورسوا کرجو علی کورسوا کرے اور حق کو ادھر موڑ دے جدھر علی مڑیں"

یہ فرما کر پیغمبرؐ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم منبر سے نیچے اُتر آئے اور لوگ حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ کو اس شاندار منصب ملنے پر مبارکباد دینے لگے۔ عمر بن خطاب بھی آئے اور کہنے لگے دی "**ہنیئاً لک یاعلی بن ابی طالب اصبحت وامسیت مولای ومولیٰ کل مومن ومؤمنۃ علیؑ** مُبارک ہو۔ آج تو آپ تمام مومنین کے مولا ہوگئے۔ جب یہ خُطبہ دیا جا چُکا تو روح الامین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک اور آیت پیغمبرؐ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔

۔۔۔۔ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔

67.۔۔۔۔۔۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا

واقعہ قرطاس

پیغمبرؐ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حالت بدستور علالت کیوجہ سے بگڑتی جا رہی تھی۔ کہ ایک دن جب کہ صحابہ کرام ان کے پاس موجود تھے انہوں نے کہا، اصحاب سے کہا کہ مجھے قلم ودوات اور کاغذ دیدو تاکہ میں تمہارے لیے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جو تمہیں گمراہی سے ہمیشہ ہمیشہ بچانے کے لیے کافی ہو" یہ سن کر اصحاب میں باہمی چہ می گوئیاں ہونے لگیں لوگوں کے رحجانات قلم ودوات دے دینے کی طرف دیکھ کر عمر بن خطاب نے کہا "ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ" یہ مرد ہوش میں نہیں ہے۔ اور ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے صحیح بخاری پ ۳۰ ص ۸۴۲ یہ سن کر اصحاب میں تکرار شروع ہوگئی۔ کہ حضرت محمدؐ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی چہرے پر عمر بن خطاب کی بات سُن کر سخت ناگواری کے تاثرات آگئے اور انہوں نے سب صحابہ کو باہر چلے جانے کا حُکم دے دیا۔ حضرت ابن عباس اس واقعہ کو یاد کر کے اتنا روتے تھے کہ اُن کی داڑھی آنسیوں سے بھیگ جاتی تھی۔

اس واقعے کے کچھ دن بعد نبیؐ اکرم اس فانی دنیا سے کوُچ فرما گئے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ مُسلمان ان کی رسومات سے فارغ ہو کر کچھ اور سوچتے۔ لیکن ابھی میت کو غُسل بھی نہیں دیا گیا تھا کہ انصار و مہاجرین کی ایک بڑی تعداد بنی ثقیفہ کے مقام پر اکٹھی ہو گئی اور خلافت کے بارے میں بحث شروع ہو گئی کہ نیا خلیفہ کون بنے گا۔ ابوبکر بن ابی قحافہ ، عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان وغیرہ سب اس میں شریک تھے۔ امیرالمومنین مولا علیؑ اور حضرت عباس نبیؐ اکرم کی میت کو غُسل دینے میں مصروف تھے۔ امیرالمومنین مولا علیؑ اور نبیؐ اکرم کے چچا حضرت عباسؓ نے نبیؐ اکرم کی وصیت کے مطابق ان کو غسل دیا، کفن پہنایا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ کسی نے حضرت علیؑ مرتضیٰ کو ثقیفہ کے بارے میں اطلاع دی تو انہوں نے کہا کہ میں کیسے اپنے نبیؐ کی میّت کو اس حالت میں چھوڑ کر خلافت کا فیصلہ کروا سکتا ہوں۔ غرض یہ کہ جب تک نیا خلیفہ منتخب ہوا۔ نبی اکرمؐ کو دفنایا جا چُکا تھا۔ یہ ایک سخت عِبرت کا مقام ہے۔ لوگ کس طرح جنازہ پیغمبر کو چھوڑ کر خلافت کے پیچھے بھاگے۔ حالانکہ نبیؐ اکرم واضع طور پر اپنا جانشین مقرر کر چکے تھے۔ بہرحال لوگوں نے متفقہ طور پر ابو بکر بن قحافہ اپنا نیا خلیفہ منتخب کر لیا۔ اور ان کی بیعت شروع ہوگئی۔

حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ سے بیعت کی طلبی

جب حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ سے خلیفہ کے حق میں بیعت طلب کی گئی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ نے فرمایا کہ نبیؐ اکرم نے واضع طور پر ان کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے اور خلافت کا سب سے زیادہ حق ان کا ہے۔ عمر بن خطاب نے کہا کہ وہ سختی سے کام لیں گے لیکن بات نہ بنی۔ ابو بکر بن قحافہ نے بھی کافی دفعہ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ سے بات کرنے کی کوشش کی۔ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ نے وضاحت سے جواب دیا کہ میں کسی قسم کی تحریک حکومت کے خلاف نہ چلاوں گا۔ کیونکہ مجھے اسلام کا شیرازہ نہیں بکھیرنا۔ اگر تم میرا حق نہیں دینا چاہتے تو نہ سہی۔ بیعت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مجھے گوشہ نشینی کی زندگی گزارنے دو۔ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ نے چھ ماہ میں قران کریم کی کتابت اور تفسیر و تاویل کر کے خلیفہ اول کے سامنے پیش کیا۔ لیکن اس کو واپس کر دیا گیا۔ بنی ہاشم کی ساری جائداد حکومت کے قبضے میں لے لی گئی۔ تاکہ یہ لوگ اپنے حق خلافت کیلئے نہ اٹھ کھڑے ہوں۔ بعد میں جب عمر بن خطاب خلیفہ بنے اور بنی ہاشم نے بھی یہ ثابت کر دیا کہ ان کی طرف سے حکومت کے خلاف کوئی تحریک نہیں چلی تو یہ جائدادیں واپس کی گئیں۔ جب کہ فدک کی جائداد پھر بھی حکومت نے اپنے پاس رکھی۔

واقعہ فدک

حضرت محمدؐ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی حیات مبارکہ میں جب مسلمانوں نے خیبر فتح کیا۔ تو ان یہودی قبائل کے خلاف بھی لشکر کشی کی جنہوں نے مسلمانوں سے عہد کرنے کے باوجود حیبر کے یہودیوں کی مدد کی تھی۔ امیر المومنین مولا کائنات حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام نے جب خیبر کو فتح کیا تو نبیؐ اکرم نے حکم دیا کہ اب بنی قریضہ کی طرف چلا جائے۔ لیکن یہاں مسلمانوں کو جنگ نہ کرنی پڑی اور یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس جگہ سے جو مال غنیمت وصول ہُوا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا حصہ نہیں رکھا۔ بلکہ رب العالمین نے وہ سارا کا سارا نبیؐ اکرم اور ان کے اہلبیت کے حوالے کیا۔ یہ علاقہ فدک کے وہ شاندار باغات تھے کہ جن کی آمدن پچاس ہزار درہم کے قریب تھی۔ یہ اتنے پیسے تھے کہ جس سے ایک حکومت چلائی جا سکتی ہے۔ قران کریم میں فدک کو مالِ فے کے نام سے اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

وما أفاء الله على رسوله منْهمْ فما أوْجفْتمْ عليْه منْ خيْلٍ ولا ركابٍ ولكن الله يسلط رسله على من يشاء والله على كل شيْءٍ قدير (سورہ حشر 6)

.6اور جو (اموال فے) اللہ نے ان سے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر لوٹا دیئے تو تم نے نہ تو ان پرگھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ، ہاں! اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ و تسلط عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے

لہذا نبیؐ اکرم نے اپنی حیات مبارکه میں ہی یہ جائیداد اپنی اکلوتی بیٹی سیده النسا العالمین ، خاتون جنت بی بی فاطمه الزهرا سلام اللہ علیہا کو لکھ کر عطا کردی تھی۔

سیدةالنسا العالمین بی بی فاطمہ الزہرا علیہ السلام کا خطبہ فدک

جس وقت ابوبکر بن ابی قحافه نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی اورباغ فدک غصب کرلیا، جناب فاطمه(س) کوخبر ملی که اس نے سرزمین فدک سے آپ کے نوکروں کو ہٹا کراپنے کارندے معین کردئیے هیں توآپ نے چادر اٹھائی اورباپرده هاشمی خواتین کے جھرمٹ میں مسجد النبی(ص) کی طرف اس طرح چلیں که نبی(ص) جیسی چال تھی اورچادرزمین پرخط دیتی جارهی تھی۔ جب آپ مسجد میں داخل ہوئیں تواس وقت ابوبکر بن ابی قحافه ،مها جرین و انصار اور دیگر مسلمانوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھا ،آپ پردے کے پیچھے جلوه افروز ہوئیں اور رونے لگیں،دختر رسول کوروتا دیکھ کرتمام لوگوں پر گریه طاری ہوگیا،تسلی وتشفی دینے کے بعدمجمع کو خاموش کیا گیا، اورپھر جناب فاطمه زهرا (س) نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے هیں جس نے مجھے اپنی بے شمار اوربے انتها نعمتوں سے نوازا،میں شکر بجالاتی ہوں اس کی ان توفیقات پرجواس نے مجھے عطا کیں، اورخدا کی حمدوثنا ء کرتی ہوں ان بے شمارنعمتوں پرجن کی کوئی انتها نهیں، اورنه هی ان کا کوئی بدلا ہوسکتا هے، ایسی نعمتیں جن کا تصور کرنا امکان سے باهر هے، خدا چاهتا هے که هم اسکی نعمتوں کی قدر کریں تاکه وه هم پر اپنی نعمتوں کا اضافه فرمائے، همیں شکر کی دعوت دی هے تاکه آخرت میں بھی وه ایسے هی اپنی نعمتوں کا نزول فرمائے ۔ میں خدا کی وحدانیت کی گواهی دیتی ہوں،وه وحده لا شریک هے، ایسی وحدانیت جس کی حقیقت اخلاص پر مبنی هے اور جس کا مشاهده دل کی گهرائی سے ہوتا هے اوراس کے حقیقی معنی پر غوروفکر کرنے سے دل ودماغ روشن ہوتے هیں۔ وه خدا جس کو آنکھ کے ذریعه دیکھا نهیں جاسکتا،زبان کے ذریعه اس کی تعریف وتوصیف نهیں کی جاسکتی ، جووهم وگمان میں بھی نهیں آسکتا۔ وه خدا جس نے ایسی ایسی موجوات خلق کی جن کی اس سے پهلے نه کوئی نظیر ملتی هے اور نه کوئی مثال، اس نے اپنی مرضی ومشیت سے اس کائنات کو وجود بخشا بغیر اس کے که اسے اس کے وجود کی ضرورت ہو، یا اسے اس کا کوئی فائده پہونچتا ہو۔ بلکه کائنات کواس نے اس لئے پیدا کیا تاکه اپنے علم وحکمت کو ثابت کرسکے ،اپنی اطاعت کے لئے تیار کرسکے، اپنی طاقت وقدرت کا اظهار کرسکے، بندوں کواپنی عبادت کی ترغیب دلاسکے اور اپنی دعوت کی اهمیت جتاسکے؟ اس نے اپنی اطاعت پر جزاء اورنافرمانی پر سزامعین کی هے، تاکه اپنے بندوں کوعذاب سے نجات دے ، اورجنت کی طرف لے جائے۔

میں گواهی دیتی ہوں که میرے پدربزرگوارحضرت محمد،اللہ کے بندے اور رسول هیں، ان کو پیغمبری پر مبعوث کرنے سے پهلے اللہ نے ان کو چنا،(اوران کے انتخاب سے پهلے ان کا نام محمد رکھا)اوربعثت سے پهلے ان کا انتخاب کیا، جس وقت مخلوقات عالم غیب میں پنهاں تھیں، نیست ونابودی کے پردوں میں چھپی تھیں اورعدم کی وادیوں میں تھیں ،چونکه خداوندعالم هر شئ کے مستقبل سے آگاه ، زمانے کے حوادثات سے با خبر اورقضا وقدر سے مطلع هے۔

خدا نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیه وآله و سلم کومبعوث کیا تاکه اپنے مقصد کو آگے بڑھائے، اپنے حتمی فیصلوں کو پایۂ تکمیل تک پهونچائے اور لوگوں پر اپنی رحمت کو نازل کرے۔)جب آپ مبعوث ہوئے)تو لوگ مختلف ادیان میں بٹے ہوئے تھے، کفر و الحاد کی آگ میں جل رهے تھے، بتوں اورآگ کی پرستش کررهے تھے اورخدا کی شناخت کے بعد بھی اس کا انکار کیا کرتے تھے۔ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیه وآله و سلم کے وجود مقدس سے تاریکیاں چھٹ گئیں جهالت ونادانیاں دلوں سے نکل گئیں، حیرتیں و سر گردانیاں آنکھوں سے اوجھل ہوگئیں، میرے باپ نے لوگوں کی هدایت کی اوران کو گمراهی اور ضلالت سے نجات دی ، تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لے کرآئے اور دین اسلام کی راه دکھائی اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی۔

اس کے بعدخدانے اپنے پیغمبر کے اختیار،رغبت اورمهربانی سے ان کی روح قبض کی ،اس وقت میرا باپ اس دنیا کی سختیوں سے آرام میں هے اوراس وقت فرشتوں اور رضایت غفّاراور ملک جبّارکے قرب میں زندگی گزاررها هے ،خدا کی طرف سے میرے باپ،نبی اور امین خدا،خیر خلق اورصفی خداپر درود و سلام اوراس کی رحمت ہو۔

اس کے بعدآپ نے مجمع کو مخاطب کرکے فرمایا:

تم خدا کے بندے ،امرونهی کے پرچم داراوردین اسلام کے عهده دار ہو، اورتم اپنے نفسوں پر اللہ کے امین ہو، تم هی لوگوں کے ذریعه دوسری قوم تک دین اسلام پهونچ رها هے،تم نے گویا یه سمجھ لیا هے که تم ان صفات کے حقدارہو،اور کیا اس سلسله میں خدا سے تمهارا کوئی عهد و پیمان هے؟ حالانکه هم بقیۃ الل٥اور قرآن ناطق هیں وه کتاب خدا جو صادق اورچمکتا ہوا نور هے جس کی بصیرت روشن ومنوراوراس کے اسرار ظاهر هےں، اس کے پیرو کارسعادت مندهیں،اس کی پیروی کرنا ،انسان کوجنت کی طرف هدایت کرتاهے ،اس کی

باتوں‌کوسننا وسیلهٔ نجات هے اوراس کے بابرکت وجودسے خدا کی نورانی حجتوں تک رسائی کی جاسکتی هیں اس کے وسیله سے واجبات ومحرمات، مستحبات ومباهات اورقوانین شریعت حاصل هو سکتے هیں۔ خدا وندعالم نے تمهارے لئے ایمان کو شرک سے پاک هونے کا وسیله قرار دیا، نمازکو تکبر سے بچنے کے لئے،زکوة کووسعت رزق اورتزکیهٔ نفس کے لئے، روزه کواخلاص کے لئے،حج کودین کی بنیادیں استوار کرنے کے لئے، عدالت کونظم زندگی اور دلوں‌کے آپس میں ملانے کے لئے سبب قرار دیا هے۔ اورهماری اطاعت کو نظم ملت اور هماری امامت کوتفرقه اندازی سے دوری، جهاد کو عزتِ اسلام اور کفار کی ذلت کاسبب قرر دیا،اور صبر کو ثواب کے لئے مددگارمقرر کیا،امر بالمعروف و نهی عن المنکرعمومی مصلحت کے لئے اوروالدین کےساتھ نیکی کو غضب سے بچنے کاذریعه اورصله رحم کوتاخیر موت کاوسیله قراردیا ،قصاص اس لئے رکھاتاکه کسی کوناحق قتل نه کرونیزنذر کوپورا کرنے کوگناهگاروں‌کی بخشش کاسبب قرار دیااورپلیدی اورپست حرکتوں‌سے محفوظ رہنے کے لئے شراب خوری کوحرام کیا،زنا کی نسبت دینے سے اجتناب کو لعنت سے بچنے کا ذریعه بنایا ،چوری نه کرنے کوعزت وعفت کا ذریعه قرار دیا، خدا کے ساتھ شرک کوحرام قرار دیا تاکه اس کی ربوبیت کے بارے میں اخلاص باقی رهے۔ "اے لوگو! تقویٰ وپرهیز گاری کواپناؤ اورتمهارا خاتمه اسلام پر هو" اوراسلام کی حفاظت کروخدا کے اوامرونواهی کی اطاعت کرو۔ "اورخدا سے صرف علماء ڈرتے هیں ۔"

اس کے بعد جناب فاطمه زهرا نے فرمایا :

اے لوگو! جان لو میں فاطمه هوں، میرے باپ حضرت محمد مصطفی صلی الله علیه وآله و سلم تھے، میری پهلی اورآخری بات یهی هے ،جو میں کهه رهی هوں وه غلط نهیں هے اورجو میں انجام دیتی هوں بے هوده نهیں هے۔

"خدانے تم هی میں‌سے پیغمبر کوبھیجاتمهاری تکلیف سے انهیں‌تکلیف هوتی تھی وه تم سے محبت کرتے تھے اورمومنین کے حق میں دل سوز وغفوررحیم تھے۔"وه پیغمبر میرے باپ تھے نه که تمهاری عورتوں کے باپ،میرے شوهر کے چچازاد بھائی تھے نه که تمهارے مردوں‌کے بھائی،اور آنحضرت صلی الله علیه وآله و سلم سے منسوب هونا کتنی بهترین نسبت اور فضیلت هے۔ انهوں نے دین اسلام کی تبلیغ کی اور لوگوں کوعذاب الٰهی سے ڈرایا، اورشرک پهیلانے والوں کا سد باب کیاان کی گردنوں‌پرشمشیرعدالت رکھی اورحق دبانے والوں‌کا گلادبادیاتاکه شرک سے پرهیز کریں ا ور توحید وعدالت کوقبول کریں۔

اپنی وعظ و نصیحت کے ذریعه خداکی طرف دعوت دی،بتوں کو توڑااور ان کے سروں کوکچل دیا،کفارنے شکست کھائی اورمنھ پھیر کربھاگے ،کفر کی تاریکیاں دورهوگئیں اورحق مکمل طور سے واضح هوگیا،دین کے رهبر کی زبان گویاهوئی اورشیاطین کی زبانوں پر تالے پڑ گئے ، نفاق کے پیروکار هلاکت و سر گردانی کے قعر عمیق میں جا گرے کفرو اختلاف اور نفاق کے مضبوط بندھن ٹکڑے ٹکڑے هوگئے۔)اورتم اهلبیت کی وجه سے) کلمه شهادت زبان پرجاری کرکے لوگوں کی نظروں میں سرخ رو هوگئے ،درحالانکه تم دوزخ کے دهانے پراس حالت میں‌کھڑے تھے که جیسے پیاسے شخص کے لئے پانی کا ایک گھونٹ اوربھو کے شخص کے لئے روٹی کا ایک ترلقمه، اورتمهارے لئے شعله جهنم اس راه گیر کی طرح جستجو میں تھاجو اپنا راسته تلاش کرنے کے لئے آگ کی راهنمائی چاهتا هے۔ تم قبائل کے نحس پنجوں‌کی سخت گرفت میں تھے گندا پانی پیتے تھے اورحیوانوں‌کو کھال سمیت کھا لیتے تھے،اور دوسروں کے نزدیک ذلیل وخوارتھے اورارد گرد کے قبائل سے همیشه هراساں‌تھے۔ یهاں تک خدا نے میرے پدر بزرگوار محمدمصطفےٰ (ص) کے سبب ان تمام چھوٹی بڑی مشکلات کے باوجود جوانهیں درپیش تھی ،تم کونجات دی، حالانکه میرے باپ کو عرب کے بھیڑئے نماافراد اوراهل کتاب کے سرکشوں‌سے واسطه تھا "لیکن جتنا وه جنگ کی آگ کو بھڑ کا تے تھے خدا اسے خاموش کردتیا تھا" اورجب کوئی شیاطین میں سے سراٹھاتا یا مشرکوں میں‌سے کوئی بھی زبان کھولتاتھا توحضرت محمد اپنے بھائی (علی) کوان سے مقابله کے لئے بھیج دیتے تھے، اورعلی اپنی طاقت وتوانائی سے ان کو نیست ونابود کردیتے تھے اورجب تک ان کی طرف سے روشن کی گئی آگ کو اپنی تلوارسے خاموش نه کردیتے میدان جنگ سے واپس نه هوتے تھے۔)وه علی) جوالله کی رضاکے لئے ان تمام سختیوں‌کاتحمل کرتے رهے اورخدا کی راه میں جهاد کرتے رهے ،رسول الله(ص) کے نزدیک ترین فرد اور اولیاء الله کے سردارتھے همیشه جهاد کے لئے آماده اورنصیحت کرنے کے لئے جستجو میں رهتے تھے، لیکن تم اس حالت میں‌آرام کے ساتھ خوش وخرم زندگی گزارتے تھے،(اور همارے لئے کسی بری) خبرکے منتظررهتے تھے اوردشمن کے مقابله سے پرهیز کرتے تھے نیزجنگ کے وقت میدان سے فرارهوجایا کرتے تھے ۔ جب خدا نے اپنے رسولوں اورپیغمبروں‌کی منزلت کو اپنے حبیب کے لئے منتخب کرلیا، توتمهارے اندر کینه اورنفاق ظاهر هوگیا،لباس دین کهنه هوگیا اور گمراه لوگوں کے سِلے منھ کھل گئے، پست لوگوں‌نے سر اٹھالیا، باطل کااونٹ بولنے لگااورتمهارے اندراپنی دم هلانے لگا، شیطان نے اپنا سر کمین گاه سے باهرنکالااورتمهیں اپنی طرف دعوت دی، تم کواپنی دعوت قبول کرنے کے لئے آماده پایا ، وه تم کو دهوکه دینے کا منتظرتھا، اس نے ابھارا اورتم حرکت میں‌آگئے اس نے تمهیں غضبناک کیا، تم غضبناک هوگئے وه اونٹ جوتم میں‌سے نهیں تھا تم نے اسے علامت دار بناکر اس جگه بٹھادیا جس کا وه حق دار نه تھا ،حالانکه ابھی پیغمبر صلی الله علیه و آله و سلم کی موت کوزیاده وقت نهیں گزراتھا اور همارے زخم دل نهیں بھرے تھے ، زخموں کے شگاف بھرے نهیں تھے ،ابھی پیغمبر (ص) کو دفن بھی نهیں کیا تھا که تم نے فتنه کے خوف کے بهانے سے خلافت پر

قبضہ جمالیا "لیکن خبردار رہو کہ تم فتنہ میں داخل ہوچکے ہو اور دوزخ نے کافروں کا احاطہ کرلیا ہے "۔

افسوس تمھیں کیا ہوگیا ہے اور تم نے کونسی ڈگر اختیار کرلی ہے حالانکہ اللہ کی کتاب تمھارے درمیان موجود ہے اور اس کے احکام واضح اور اس کے امر ونہی ظاہر ہیں تم نے قرآن کی مخالفت کی اور اسے پس پشت ڈال دیا، کیا تم قرآن سے روگردانی اختیار کرنا چاہتے ہو؟ یا قرآن کے علاوہ کسی دوسری چیز سے فیصلہ کرنا چاہتے ہو؟

"ظالمین کے لئے کس قدر برا بدلا ہے"

"جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو اختیار کریگا اس کا دین قبول نہیں کیا جائیگا اور آخرت میں ایسا شخص سخت گھاٹے میں ہوگا ۔"

تم خلافت کے مسئلہ میں اتنا بھی صبر نہ کرسکے کہ خلافت کے اونٹ کی سرکشی خاموش ہوجائے اور اسکی قیادت آسان ہوجائے (تاکہ آسانی کے ساتھ اس کی مہار کو ہاتھوں میں لے لو) اس وقت تم نے آتش فتنہ کو روشن کردیا اور اس کے ایندھن کو اوپر نیچے کیا (تاکہ لکڑیاں خوب آگ پکڑلیں) اور شیطان کی دعوت کو قبول کرلیا اور دین کے چراغ اور سنت رسول (ص) کو خاموش کرنے میں مشغول ہوگئے ، تم ظاہر کچھ کرتے ہو لیکن تمھارے دلوں میں کچھ اور بھرا ہوا ہے۔

میں تمھارے کاموں پر اس طرح صبر کرتی ہوں جس طرح کسی پر چھری اور نیزے سے پیٹ میں زخم کردیا جاتا ہے، اور وہ اس پر صبر کرتا ہے ۔

تم لوگ گمان کرتے ہو کہ ہمارے لئے وارث نہیں ہے، ؟! " کیا تم سنت جاہلیت کو نہیں اپنا رہے ہو ؟!!

" کیا یہ لوگ (زمانہ) جاہلیت کے حکم کی تمنا رکھتے ہیں حالانکہ یقین کرنے والوں کے لئے حکم خدا سے بہتر کون ہوگا۔ "

کیا تم نہیں جانتے کہ صاحب ارث ہم ہیں، چنانچہ تم پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ میں رسول کی بیٹی ہوں، اے مسلمانو! کیا یہ صحیح ہے کہ میں اپنے ارث سے محروم رہوں (اور تم میری خاموشی سے فائدہ اٹھا کر میرے ارث پر قبضہ جمالو۔

اے ابن ابی قحافہ ! کیا یہ کتاب خدا میں ہے کہ تم اپنے باپ سے میراث پاؤ اور ہم اپنے باپ کی میراث سے محروم رہیں، تم نے فدک سے متعلق میرے حق میں عجیب وغریب حکم لگایا ہے، اور علم وفہم کے باوجود قرآن کے دامن کو چھوڑدیا ، اس کو پس پشت ڈالدیا؟

کیا تم نے بھلادیا کہ خدا قرآن میں ارشاد فرماتا ہے> وارث سلیمان داود" <جناب سلیمان نے جناب داود سے وارث لیا"، اور جناب یحيٰ بن زکریا کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ انہوں نے دعا کی:

"بارِ الہٰا ! اپنی رحمت سے مجھے ایک فرزند عنایت فرما، جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو"، نیز ارشاد ہوتا ہے: " اور صاحبان قرابت خدا کی کتاب میں باہم ایک دوسرے کی) بہ نسبت دوسروں) زیادہ حق دار ہیں۔" اسی طرح حکم ہوتا ہے کہ " خدا تمھاری اولاد کے حق میں تم سے وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے " ۔

نیز خداوندعالم نے ارشاد فرمایا:

" تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے موت آکھڑی ہو بشرطیکہ وہ کچھ مال چھوڑجائے تو ماں باپ اور قرابت داروں کے لئے اچھی وصیت کرے ، جو خدا سے ڈرتے ہیں ان پر یہ ایک حق ہے۔"

کیا تم گمان کرتے ہو کہ میرا اپنے باپ سے کوئی رشتہ نہیں ہے اور مجھے ان سے میراث نہیں ملے گی ؟

کیا خداوندعالم نے ارث سے متعلق آیات کو تم ہی لوگوں سے مخصوص کردیا ہے؟ اور میرے باپ کو ان آیات سے الگ کردیا ہے ؟ یا تم کہتے ہو کہ میرا اور میرے باپ کا دو الگ الگ ملتوں سے تعلق ہے ؟ لہٰذا ایک دوسرے سے ارث نہیں لے سکتے۔

آیا تم لوگ میرے پدر بزرگوار اور شوہر نامدار سے زیادہ قرآن کے معنیٰ ومفاہیم ، عموم وخصوص اور محکم ومتشابہات کو جانتے ہو ؟

تم نے فدک اور خلافت کے مسئلہ کو اونٹ کی طرح مہار کرلیا ہے اور اس کو آمادہ کرلیا ہے جو قبر میں تمھاری ساتھ رہے گا اور روز قیامت ملاقات کریگا ۔

اس روز خدا بہترین حاکم ہوگا اور محمد بہترین زعیم ، ہمارے تمھارے لئے قیامت کا دن معین ہے وہاں پر تمھارا نقصان اور گھاٹا آشکار ہوجائے گا اور پشیمانی اس وقت کوئی فائدہ نہ پہونچائے گی،" ہر چیز کے لئے ایک دن معین ہے" ۔ " عنقریب ہی تم جان لوگے کہ عذاب الٰہی کتنا رسوا کنندہ ہے ؟ اور عذاب بھی ایسا کہ جس سے کبھی چھٹکارا نہیں"۔

انصار سے خطاب

اس کے بعد انصار کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا:

اے اسلام کے مددگار بزرگو! اور اسلام کے قلعوں ، میرے حق کو ثابت کرنے میں کیوں سستی برتتے ہو اور مجھ پر جو ظلم وستم ہورہا ہے اس سے کیوں غفلت سے کام لے رہے ہو ؟! کیا میرے باپ نے نہیں فرمایا تھا کہ کسی کا احترام اس کی اولاد میں بھی محفوظ رہتا ہے (یعنی اس کے احترام کی وجہ سے اس کی اولاد کا احترام بھی ہوتا ہے ؟(

تم نے کتنی جلدی فتنہ برپا کردیا ہے اور کتنی جلدی ہوا وہوس کے شکار ہوگئے !تم اس ظلم کو ختم کرنے

کی قدرت رکھتے ہو اور میرے دعوی کو ثابت کرنے کی طاقت بھی۔
یه کیا کہه رہے ہو که محمد مرگئے! (او ران کا کام تمام ہوگیا) یه ایک بهت بڑی مصیبت هے جس کا شگاف هر روز بڑھتا جارہاهے اورخلاء واقع ہو رہا هے، آنحضرت صلی اللہ علیه و آله و سلم کے جانے سے زمین تاریک ہوگئی اور شمس وقمر بے رونق ہوگئے، ستارے مدهم پڑ گئے، امیدیں ٹوٹ گئیں،پہاڑوں میں زلزله آگیااوروہ پاش پاش ہوگئے هیں ،حرمتوں کا پاس نہیں رکھا گیا اورپیغمبر اکرم (ص)کی رحلت کے وقت ان کے احترام کی رعایت نہیں کی گئی۔

خدا کی قسم یه ایک بهت بڑی مصیبت تھی جس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی۔
یه اللہ کی کتاب هے جس کی صبح وشام تلاوت کی آواز بلند ہورهی هے اورانبیاء علیهم السلام کے بارے میں اپنے حتمی فیصلوں کے بارے میں خبر دے رهی هے اوراس کے احکام تغیر ناپذیر هیں(جیسا که ارشاد ہوتا هے: (
"اور محمد(ص)صرف خدا کے رسول هیں، ان سے پهلے بھی دوسرے پیغمبرموجود تھے، اب اگر وہ اس دنیا سے چلے جائیں، یا قتل کردئے جائیں تو کیا تم دین سے پھر جاؤگے، اور جو شخص دین سے پھر جائے گا وہ خدا کو کوئی نقصان نہیں پہونچاسکتا،خدا شکر کرنے والوں‌کو جزائے خیردیتاهے" ۔
اے فرزندان قیله(اوس وخزرج) کیا یه مناسب هے که میں اپنے باپ کی میراث سے محروم رہوں جبکه تم یه دیکھ رہے ہواور سن رہے ہو اوریهاں حاضر بھی ہو اور میری آوازتم تک پهونچ بھی رهی هے اور تم واقعه سے با خبر بھی ہو، تمهاری تعداد زیادہ هے، تمهارے پاس طاقت واسلحه بھی هے، اور میں تم کو اپنی مدد کے لئے پکار رهی ہوں، لیکن تم اس پر لبیک نہیں کهتے، میری فریاد کو سن رہے ہو مگر فریاد رسی نہیں کرتے ہو، تم بهادری میں‌معروف اور نیکی سے موصوف اورخود نخبه ہو، تم هی هم اهلبیت کے لئے منتخب ہوئے ،تم نے عربوں‌کے ساتھ جنگیں لڑیں، سختیوں کوبرداشت کیا، مختلف قبیلوں سے جنگ کی، سورماؤں سے زورآزمائی کی ، جب هم قیام کرتے تھے توتم بھی قیام کرتے تھے هم حکم دیتے تھے اورتم اطاعت کرتے تھے ۔
یهاں تک که اسلام نے رونق پائی اور نعمتیں اور خیرات زیادہ ہوئےں، مشرکین کے سر جھک گئے، ان کا جھوٹا وقاروجوش ختم ہوگیا،اورکفرکے آتش کدے خاموش ہوگئے ، شورش اور شوروغل ختم ہوگیا اور دین کا نظام مستحکم ہوگیا۔
اے گروہ انصار: متحیرہوکر کهاں‌جارہے ہو؟! حقائق کے معلوم ہونے کے بعد انهیں کیوں‌چھپاتے ہو،اور قدم آگے بڑھانے کے بعد پیچھے کیوں ہٹا رہے ہو، اورایمان لانے کے بعد مشرک کیوں ہو رہے ہو؟
"بھلا تم ان لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جهنوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا هے اوررسول کا شهر بدر کرنا چاهتے هیں، اورتم سے پهلے پهل چھیڑ بھی انهوں نے هی شروع کی تھی کیا تم ان سے ڈرتے ہو ،حالانکه که اگر تم سچے ایماندار ہو توتمهیں صرف خدا سے ڈرنا چاہئے ۔"
میں دیکھ رهی ہوں که تم پستی کی طرف جارہے ہو جو شخص لائق حکومت تھا اس کو برکنار کردیا اورتم گوشه نشینی اختیار کرکے عیش وعشرت میں مشغول ہو،زند گی کے وسیع وعریض میدان سے فرار کرکے راحت طلبی کے تنگ وتار ماحول میں پھنس گئے ہو، جو کچھ تمهارے اندرتھا اسے ظاهر کردیااور جو پی چکے تھے اسے اگل دیا، "لیکن آگاہ رہو اگرتم اور روئے زمین پرآباد تمام انسان کافرہوجائیں‌تو خدا تمهارا محتاج نہیں‌هے ۔"

اے لوگو! جو کچھ مجھے کهناچاہئے تھا سوکہه دیا، چونکه میں‌جانتی ہوں‌که تم میری مدد‌نہیں‌کروگے، تم لوگ جو منصوبے بناتے ہو مجھ سے پوشیدہ نہیں‌هیں، دل میں ایک درد تھا جس کو بیان کردیاتا که تم پرحجت تمام ہوجائے اب فدک اورخلافت کوخوب مضبوطی سے پکڑے رکھو،لیکن یه بھی جان لو که اس راہ میں بڑی دشواریاں هیں اوراس "فعل "کی رسوائیاں‌اورذلتیں همیشه تمهارے دامن گیر رهیں‌گی۔
خدا اپنا غیظ وغضب زیادہ کریگا اوراس کی سزا جهنم ہوگی،" خدا تمهارے کردارسے آگاہ هے بهت جلد ستمگاراپنے کئے ہوئے اعمال کے نتائج دیکھ لیں گے "
اے لوگو! میں تمهارے اس نبی کی بیٹی ہوں‌جس نے تمهیں‌خدا کے عذاب سے ڈرایا،اب جو کچھ تم لوگ کرسکتے ہو کرو، هم اس کا ضرور انتقام لیں‌گے تم بھی منتظر ہو ، هم بھی منتظرهیں۔

ان ساری باتوں کے باوجود بی بی کا دعویٰ نه مانا گیا اور بی بی سخت ناراضگی کی عالم میں واپس تشریف لائیں۔ اس دن کے بعد بنت رسولؐ نے تادم مرگ شیخین سے ناراضگی پرقرار رکھی۔ اور کچھ ماہ کے بعد ہی اس دُنیا سے تشریف لے گئیں۔ امیرالمومنین حضرت علیؑ مرتضیٰ کرم اللہ وجهه جب خود 25 سال بعد خلیفه بنے تو لوگوں نے کہا که فدک آپ کا ہے اب تو آپ اس کو واپس لے لیں۔ تو حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ نے فرمایا که فاطمہؑ نے فدک کا مقدمه قیامت کے روز سپرد کر دیا تھا۔ اب چونکه نه وہ خود موجود ہیں اور نه ہی غاصب اس دنیا میں ہے لہذا اب اس مقدمے کا فیصله بنت رسولؐ کے والد گرامی روز قیامت خود فرمائیں گے۔

1148: اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا رسول اللہ (ص) کی صاحبزادی نے سیدنا ابوبکر صدیق ص کے پاس کسی کو رسول اللہ (ص) کے ان مالوں میں سے اپنا ترکہ مانگنے کو بھیجا جو اللہ تعالیٰ نے آپ (ص) کو مدینہ میں اور فدک

> میں دئیے تھے اور جو کچھ خیبر کے خمس میں سے بچتا تھا، تو سیدنا ابوبکر صدیق ص نے کہاکہ نبی (ص) نے فرمایاہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا اور جوکچھ ہم چھو ڑجائیں وہ صدقہ ہے اور محمد (ص) کی آل اسی مال میں سے کھائے گی اور میں تو اللہ کی قسم! رسول اللہ (ص) کے صدقہ کو اس حال سے کچھ بھی نہیں بدلوں گا جس حال میں رسول اللہ (ص) کے عہد مبارک میں تھا اور میں اس میں وہی کام کروں گاجو رسول اللہ (ص) کرتے تھے۔ غرضیکہ سیدنا ابوبکر صدیق ص نے سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو کچھ دینے سے انکار کیا، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غصہ آیا اور انہوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات چھوڑ دی اور بات نہ کی یہاں تک کہ ان کی وفات ہوئی **صحیح مُسلم**

بنی ہاشم کی جائداد پر حکومت قبضہ کر چُکی تھی تاکہ وہ اپنے حق خلافت کیلئے حکومت کے خلاف نہ اُٹھ سکیں۔ مگر رسول اکرمؐ کی وفات کے تقریباً چار سال بعد حضرت ابن عباسؓ خلیفہ دوم عمر بن خطاب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ خدارا بنی ہاشم کی جائداد واپس کی جائے۔ خلیفہ دوم نے شرط رکھی کہ بنی ہاشم خلافت کیلئے اگر نہ اٹھیں تو فدک کے علاوہ ان کی باقی جائداد حکومت واپس کردے گی۔ حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ نے یہ شرط تسلم کر لی اور حکومت نے ان کو جائداد واپس لوٹا دی۔

تیسرے خلیفہ کے دور میں مروان بن حکم کو واپس بُلوا لیا گیا۔ پیغمبرؐ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود اس مروان بن حکم کو مدینہ بدر کیا تھا۔ پہلے دو خلفا نے بھی اس کی یہ سزا برقرار رکھی۔ جبکہ عثمان بن عفان کے دور خلافت میں اس کو واپس بلوا لیا گیا۔ اپنی بیٹی ام ابان سے اس کی شادی کردی اور مدینہ کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔ فدک کی پوری جائداد بھی مروان بن حکم کو عطا ہو گئی۔ بنو اُمّیہ پر نوازشات اتنی بڑھ گئی کہ فوج نے بغاوت کی۔ مدینہ منورہ کے لوگوں نے اور بصرہ سے آئے ہوئے لوگوں نے مل کر عثمان بن عفان کو ہلاک کر دیا۔ مروان بن حکم شام بھاگ گیا اور معاویہ بن ابو سفیان کے پاس پناہ لی۔ عثمان بن عفان کے قاتل آج بھی چودہ سو سال بعد سامنے نہ آسکے۔

امیرالمومنین حضرت علی﵇ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خلافت

فتنہ قتل عثمان بن عفان کے بعد مسلمانوں کا سات روز تک کوئی بھی حاکم نہ تھا۔ تمام لوگوں نے مل کر حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ کو اپنا خلیفہ منتخب کر لیا۔ لیکن ان کی حکومت کی خلاف بغاوتیں شروع ہوگئیں۔ ام المومنین عائشہ بنت ابو بکر حج سے واپس آرہی تھیں جب انہوں نے سُنا کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ نئے خلیفہ بن گئے تو وہ مدینہ واپس نہیں آئیں۔ اور بصرہ چلی گئیں۔ طلحہ اور زُبیر کے ساتھ مل کر حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور قاتلان عثمان بن عفان سے قصاص کا نعرہ بلند کیا۔ اور حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ کے خلاف فوج کشی کی۔

مقام جمل پہ دونوں فوجوں کا سامنا ہوا اور کافی سخت مقابلہ کے بعد حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ کی فوج کو فتح نصیب ہوئی۔ امیرالمومنین نے مال غنیمت اکٹھا کرنے یا کسی بھی فوجی کو قیدی بنانے سے سختی سے روک دیا۔ ام المومنین عائشہ بنت ابو بکر کو عزت و احترام سے مدینہ ان کے گھر واپس بھیج دیا گیا اور کسی قسم کا پہرہ نہ رکھا گیا۔ ام المومنین عائشہ بنت ابو بکر ساری زندگی اپنے اس فعل پر نادم و پشیمان رہیں۔

حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ نے خلیفہ بننے کے بعد تمام عمال کو معزول کردیا اور اپنے اعتماد کے لوگوں کو گورنر بنایا۔ صوبہ شام سے معاویہ بن ابو سُفیان نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ معاویہ کا کہنا یہ تھا کہ قاتلان عثمان حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ کی فوج میں چھپے ہوئے ہیں پہلے وہ ان کے حوالے کئے جائیں۔ حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ نے اپنے خطوط میں واضع کر دیا کہ تمہاری نظر خلافت پر ہے۔ بہرحال اس کشمکش کے نیتجے میں جنگ صفین ہوئی جس میں کہ ایک لاکھ مسلمان قتل ہوئے۔ جب حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ کی فوج جنگ جیتنے والی تھی کہ شامی فوج نے قران نیزوں کے ساتھ باندھ کر بلند کر دیے اور جنگ رک گئی۔ حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ کی فوج نے مزید لڑنے سے انکار کردیا اور یہ طے پایا کہ دونوں طرف سے ایک ایک حکم فیصلہ کرے گا۔

حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری حکم بنے جبکہ حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ چاہ رہے تھے کہ مالک اشتر کو بنایا جائے۔ اور معاویہ بن ابُو سُفیان کی طرف سے عُمر ابن العاص حکم بنے۔ دونوں میں یہ طے پایا کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ اور معاویہ بن ابُو سُفیان کو معزول کر دیا جائے اور مُسلمان اپنا نیا خلیفہ خود چن لیں۔ ابو موسیٰ اشعری نے اپنا فیصلہ سنایا لیکن عٗمر بن العاص اپنی بات سے مُکر گیا۔ ایک فساد ہوا اور شامی فوج واپس چلی گئی۔ حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ نے شام پر حملہ کا فیصلہ سنایا۔ حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ کی فوج سے تقریباً بارہ ہزار افراد ٹوٹ کر الگ ہو گئے جو کہ خوارج کہلائے۔ شام کی فوج واپس چلی گئی۔ معاویہ بن ابُو سُفیان نے ظلم کا نیا بازار کھڑا کر دیا۔ اُس نے شامی افواجوں کے دستے مختلف علاقوں میں بھجوائے جو کہ وہاں اچانک شب خون مارتے اور حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ کے حامیوں کا قتل عام کرتے۔ وہ لوگوں کو بتاتے کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ معزول ہو چکے ہیں اور معاویہ بن ابُو سُفیان اب نیا خلیفہ ہے۔ ایک ایک علاقہ کر کے شامی فوجیں قابض ہوتیں چلی گئیں مصر اور حجاز کا سارا علاقہ معاویہ بن ابُو سُفیان کے قبضے میں آگیا۔ ہزاروں مُسلمان قتل ہوئے۔ بچے ذبیح ہوئے۔ اور مُسلمان عورتیں بازاروں میں کنیزوں کی طرح بیچیں گئیں۔ لوگوں کے سر کاٹے گئے۔

خارجیوں نے نیا نعرو بلند کیا۔ لاحکم الااللہ۔ وہ تحکیم کے سخت خلاف تھے۔ دین میں پکے لیکن انتہائی متشدد طریقہ اپنا لیا گیا تھا۔ انہوں نے لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ نے ان کی سرکوبی کی اور نہروان کے مقام پر دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں۔ حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ نے ایک خطبہ ارشاد کیا اور تقریباً چھ سے آٹھ ہزار خارجی توبہ کرکے الگ ہو گئے۔ لیکن پھر بھی **4000** خارجی ڈٹے رہے اور حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ کی فوج کے ہاتھوں جہنم واصل ہوئے۔ ان میں سے ایک خارجی جو جان بچا کے بھاگا اس کا نام عبدالرحمٰن ابن ملجم تھا۔ **19** رمضان کو اس ملعون نے حضرت علیؑ مرتضیٰ بن ابی طالبؑ پر قاتلانہ حملہ فجر کی نماز میں عین سجدے کی حالت میں کیا۔ مسجد کوفہ میں شور مچ گیا۔ حضرت علیؑ مرتضیٰ بن

ابی طالبؑ شدید زخمی ہوئے اور دو دن کے بعد اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے۔ ملعون ابن ملجم کو قتل کر دیا گیا۔

امام حسن﵇ المُجتبیٰ علیہ السلام کی خلافت

21 ماہ رمضان 40 ھجری میںحضرت علی علیہ السّلام ابن ابی طالب علیہ السّلام کی شہادت ہوئی . اس وقت تمام مسلمانوں نے مل کر حضرت امام حسن علیہ السّلام کی خلافت تسلیم کی . اپ پر اپنے والد بزرگوار کی شہادت کا بڑااثر تھا . سب سے پہلا خطبہ جو اپ نے ارشاد فرمایا اس میںحضرت علی علیہ السّلام ابن ابی طالب علیہ السّلام کے فضائل ومناقب تفصیل کے ساتھ بیان کئے . جناب امیر علیہ السّلام کی سیرت اور مال دُنیا سے پرہیز کا تذکرہ کیا . اس وقت اپ پر گریہ کااتنا غلبہ ہوا کہ گلے میں پھندا پڑگیا اور تمام لوگ بھی اپ کے ساتھ بے اختیار رونے لگےپھر اپ نے اپنے ذاتی اور خاندانی فضائل بیان کیے . عبداللہ ابن عباسؓ نے کھڑے ہوکر تقریر کی اور لوگوں کو بیعت کی دعوت دی . سب نے انتہائی خوشی اور رضا مندی کے ساتھ بیعت کی اپ نے مستقبل کے حالات کاصحیح اندازہ کرتے ہوئے اسی وقت لوگوں سے صاف صاف یہ شرط کردی کہ اگر میں صلح کروں تو تم کو صلح کرنا ہوگی او راگر میں جنگ کروں تو تمھیں میرے ساتھ مل کر جنگ کرنا ہوگی , سب نے اس شرط کو قبول کرلیا۔

آپ نے انتظامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لیا . اطراف میں عمال مقرر کئے , حکام متعین کئے اور مقدمات کے فیصلے کرنے لگے . یہ وقت وہ تھا کہ دمشق میں حاکم شام معاویہ کا تخت٫سلطنت پر قبضہ مضبوط ہوچکا تھا .حضرت علی علیہ السّلام ابن ابی طالب علیہ السّلام کے ساتھ صفین میں جو لڑائیاں حاکمِ شام کی ہوئی تھیں ان کا نتیجہ تحکیم کی سازشانہ کاروائی کی بدولت حاکم٫شام کے موافق نکل چکا تھا ادھر حضرت علی علیہ السّلام ابن ابی طالب کی سلطنت کے اندر جہاں اب حضرت امام حسن علیہ السّلام حکمران ہوئے تھے باہمی تفرقے اور بددلی پیدا ہو چکی تھی خود جناب امیر علیہ السّلام احکام کی تعمیل میں جس طرح کوتاہیاں کی جاتی تھیں وہ حضرت کے اخر عمر کے خطبوں سے ظاہر ہے, خوارج نہروان کا فتنہ مستقل طور پر بے اطمینان کا باعث بنا ہوا تھا جن کی اجتماعی طاقت کو اگرچہ نہروان میں شکست ہوگئی تھی مگر ان کے منتشر افراد اب بھی اسی ملک کے امن وامان کو صدمہ پہنچانے پر تلے ہوئے تھے یہاں تک کہ بظاہر اسی جماعت کا ایک شخص تھا جس نے حضرت امیر علیہ السّلام کے سر پر مسجد میں ضربت لگائی اور جس کا صدمہ سے اپ کی وفات ہوئی تھی.

ابھی ملک حضرت علی علیہ السّلام ابن ابی طالب علیہ السّلام کے غم میں سوگوار تھا اور حضرت امام حسن علیہ السّلام پورے طور پر انتظامات بھی نہ کرچکے تھے کہ حکام شام کی طرف سے اپ کی مملکت میں دراندازی شروع ہوگئی اور ان خفیہ کارکنوں نے اپنی کاروائیں جاری کردیں چنانچہ ایک شخص قبیلہ حمیر # کا کوفہ میںا ورایک شخص بنی قین میں سے بصرہ میں پکڑا گیا یہ دونوں اس مقصد سے ائے تھے کہ یہاں کے حالات سے دمشق میں اطلاع دیں اور فضا کو امام حسن علیہ السّلام کے خلاف ناخوشگوار بنائیں غنیمت ہے کہ اس کاانکشاف ہوگیا حمیر والا ادمی کوفہ میں ایک قصائی کے گھر سے اور قین والاا دمی بصرہ میں بنی سلیم کے یہاں سے گرفتار کیا گیا اور دونوں کو جرم کی سزادی گئی .اس واقعہ کے بعد حضرت امام حسن علیہ السّلام نے معاویہ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ تم اپنی دراندازیوں سے نہیں باز آتے . تم نے لوگ بھیجے ہیںکہ میرے ملک میںبغاوت پیدا کرائیں اور اپنے جاسوس یہاں پھیلا دئیے ہیں . معلوم ہوتا ہے کہ تم جنگ کے خواہشمند ہو ایسا ہو تو پھر تیار ہو , یہ منزل کچھ دور نہیں . نیز مجھ کو خبر ملی ہے کہ تم نے میرے باپ کی وفات پر طعن وتشنیع کے الفاظ کہے . یہ ہر گز کسی ذی ہوش ادمی کا کام نہیں ہے . موت سب کے لیے ہے اج ہمیں اس حادثے دوچار ہونا پڑا تو کل تمھیں ہونا ہوگا اور حقیقت یہ ہے کہ »ہم اپنے مرنے والے کو مرنیوالا سمجھتے نہیں . وہ تو ایسا ہے . جیسے ایک منزل سے منتقل ہو کر اپنی دوسری منزل میں جا کر ارام کی نیند سوجائے,,.

اس خط کے بعد حاکم شام اور امام علیہ السّلام حسن علیہ السّلام کے درمیان بہت سے خطوط کی ردوبدلی ہوئی . حاکم شام کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ سے اہل کوفہ کے باہمی تفرقہ اور بددلی اور عملی کمزوریوں کا علم ہوگیا . اس لیے وہ سوچنے لگا کہ یہی موقع ہے کہ عراق پر حملہ کر دیا جائے . چناچہ وہ اپنی فوجوں کو لے کر عراق کی حدود تک پہنچ گئے . اس وقت حضرت امام حسن علیہ السّلام نے بھی مقابلہ کی تیاری کی حجر بن عدی کو بھیجا کہ وہ دورہ کرکے اطراف٫ملک کے احکام کو مقابلے کے لیے امادہ کریں اور لوگوں کو جہاد کے لیے تیار کریں مگر جو خیال تھا وہی ہوا کہ عام طور پر سردمہری سے کام لیا گیا . تھوڑی فوج تیار ہوئی تو ان میں کچھ فرقہ خوارج کے لوگ تھے کچھ شورش پسند اور مال غنیمت کے طلبگار او رکچھ لوگ صرف اپنے سردارانِ قبائل کے دباؤ سے شریک تھے , بہت کم وہ لوگ تھے جو واقعی حضرت علی علیہ السّلام اور امام علیہ السّلام حسن علیہ السّلام کے شیعہ سمجھے جاسکتے تھے.

ادھر معاویہ نے عبداللہ ابن عامر ابن کریز کو اگے روانہ کیااور اس نے اس مقام انبار میں جا کر چھاؤنی بنائی ادھر حضرت امام حسن علیہ السّلام اس کے مقابلہ کے لے روانہ ہوئے اور مقامِ دیر کعب کے قریب ساباط # میںقیام کیا . یہاں پہنچ کر اپ نے لوگوں کی حالت کا جائزہ لینے کے لیے سب کو جمع کرکے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ »دیکھو مجھے کسی مسلمان سے کینہ نہیں ہے , میں تمھارا اتنا ہی بھی خواہ ہوں جتنا خود اپنی ذات کی نسبت مجھے ہونا چاہیے . میں تمھارے بارے میں ایک فیصلہ کن رائے قائم کرتا رہا ہوں .امید ہے کہ تم میری رائے سے انحراف نہ کرو گے . میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اکثر کی ہمت جہاد سے پست ہوگئی ہے اور میں کسی طرح یہ صحیح نہیں سمجھتا کہ تمھیں بادل ناخواستہ کسی مہم پر مجبور کروں ,,.اس تقریر کاختم ہونا تھا کہ مجمع میں ہنگامہ پید اہوگیا . یقینی علی علیہ السّلام جیسے بہادر باپ کا بہادر فرزند تن تنہا اس ہنگامہ اور جماعت کا مقابلہ کرنے کے لے کافی تھا .اگریہ کھلم کھلا دشمنوں کی جماعت ہوتی مگر اس کے پہلے خود حضرت علی علیہ السّلام بھی اس وقت بظاہر بے بس ہوگئے تھے . جب نیزوں پر قران اونچے کیے جانے کے بعد صفین میں خود اپ کی فوج کے ادمی اپ کو گھیر کر کھڑے ہوگئے تھے کہ آپ جنگ کو روکئے. نہیں تو ہم آپ کو قید کر کے دشمن کے سپرد کر دیں گے. اس وقت جناب امیر علیہ السّلام نے ایسا نہیں کیا کہ تلوار لے کر لڑنے لگتے بلکہ مجبوراً جنگ کو ملتوی فرمایا. اس سے زیادہ سخت صورت سے اس وقت امام حسن علیہ السّلام کو سامنا کرنا پڑا کہ مجمع نے اپ پر حملہ کردیا اور مصلّٰی قدم کے نیچے سے کھینچ لیا . چادر اپ کے دوش سے اتارلی .اپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور اواز بلند کی کہ کہاں ہیں ربیعہ او ہمدان# , فوراً یہ دونوں جانثار قبیلے اَدھر اُدھر سے دوڑ پڑے اور لوگوں کو اپ سے دورکیا . اپ یہاں سے مدائن کی طرف روانہ ہوئے مگر جراح ابن قبیصہ اسدی ایک شخص انہی خوارج میں سے کمین گاہ میں چھپ گیااور اس نے اپ پر خنجر سے وار کیا جس سے اپ کی ران زخمی ہوگئی , حملہ اور گرفتار کیا گیا اور اسے سزا دی گئی . عرصہ تک مدائن میں علاج ہونے کے بعد اپ اچھے ہوئے او پھر معاویہ کی فوج سے مقابلہ کی تیاری کی۔

حاکم شام کو حضرت امام حسن علیہ السّلام کی فوج کی حالت اور لوگوں کی بے وفائی کا علم ہوچکا تھا اس لیے وہ سمجھتے تھے کہ امام حسن علیہ السّلام کے لے جنگ کرنا ممکن نہیں ہے مگر اس کے ساتھ وہ یہ بھی یقین رکھتے تھے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کتنے ہی بے بس اور بے کس ہوں مگر وہ علی علیہ السّلام وفاطمہ کے بیٹے اور پیغمبر کے نواسے ہیں اس لیے وہ شرائط پر ہر گز صلح نہ کریں گے جو حق پرستی کے خلاف ہوں اور جن سے باطل کی حمایت ہوتی ہو . اس کو نظر میں رکھتے ہوئے انھوں نے ایک طرف تو اپ کے ساتھیوں کو عبداللہ ابن عامر کے ذریعے سے یہ پیغام دلوایا کہ اپنی جان کے

پیچھے نہ پڑو اور خونریزی نہ ہونے دو. اس سلسلے میں کچھ لوگوں کو رشوتیں بھی دی گئیں اور کچھ بزدلوں کو اپنی تعداد کی زیادتی سے خوف زدہ بھی کیا گیا اور دوسری طرف امام حسن علیہ السّلام کے پاس پیغام بھیجا کہ اپ جن شرائط پر کہیں انھی شرائط پر میں صلح کے لیے تیار ہوں.

امام حسن علیہ السّلام یقیناً اپنے ساتھیوں کی غداری کو دیکھتے ہوئے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ ضرور پیش نظر تھا کہ ایسی صورتِ پیدا ہو کہ باطل کی تقویت کا دھبہ میرے دامن پر نہ آنے پائے . اس گھرانے کو حکومت واقتدار کی ہوس تو کبھی تھی ہی نہیں . انھیں تو مطلب اس سے تھا کہ مخلوقِ خدا کی بہتری ہو اور حدودِ وحقوق الٰہی کا اجرا ہو اب معاویہ نے جو اپ سے منہ مانگے شرائط پر صلح کرنے کے لیے امادگی ظاہر کی تو اب مصالحت سے انکار کرنا شخصی اقتدار کی خواہش کے علاوہ اور کچھ نہیں قرار پاسکتا تھا . یہ حاکم شام صلح کے شرائط پر عمل نہ کریں گے بعد کی بات تھی . جب تک صلح نہ ہوتی یہ انجام سامنے اکہاں سکتا تھا او رحجت تمام کیونکر ہوسکتی تھی , پھر بھی اخری جواب دینے سے قبل اپ نے ساتھ والوں کو جمع کیا اورتقریر فرمائی .»اگاہ رہو کہ تم میں دو خونریز لڑائیں ہوچکی ہیں جن میں بہت لوگ قتل ہوئے کچھ مقتول صفین# میں ہوئے جن کے لیے اج تک رورہے ہو , اور کچھ فضول نروان کے جن کا معاوضہ طلب کررہے ہو اب اگر تم موت پر راضی ہوتوہم ا س پیغام صلح کو قبول نہ کریں اوران سے اللہ کے بھروسے پر تلواروں سے فیصلہ کرائیں اور اگر زندگی کو دوست رکھتے ہو تو ہم اس کو قبول کرلیں اور تمھاری مرضی پر عمل کریں« جواب میں لوگوں نے ہر طرف سے پکارنا شروع کیا کہ »ہم زندگی چاہتے ہیں , اپ صلح کرلیجئے ,,. اس کا نتیجہ تھا کہ اپ نے صلح کے شرائط مرتب کرکے معاویہ کے پاس روانہ کئے.

شرائط صلح

اس صلح نامہ کے مکمل شرائط حسبِ ذیل تھے.

1. یہ کہ معاویہ حکومتِ اسلام میں کتاب خدااور سنتِ رسول پر عمل کریں گے.
2. دوسرے یہ کہ معاویہ کو اپنے بعد کسی خلیفہ کے نامزد کرنے کا حق نہ ہوگا.
3. یہ کہ شام وعراق وحجازویمن سب جگہ کے لوگوں کے لیے امان ہوگی.
4. یہ کہ حضرت علی علیہ السّلام کے اصحاب اور شیعہ جہا ں بھی ہیں ان کے جان ومال اور ناموس واولاد محفوظ رہیں گے.
5. معاویہ حسن علیہ السّلام ابن علی علیہ السّلام اور ان کے بھائی حسین علیہ السّلام ابنِ علی علیہ السّلام اور خاندانِ رسول میں سے کسی کو بھی کوئی نقصان پہنچانے یاہلاک کرنے کی کوشش نہ کریں گے نہ خفیہ طریقہ پر اور نہ اعلانیہ اور ان میں سے کسی کو کسی جگہ دھمکایا اور ڈرایا نہیں جائے گا.
6. جناب امیر علیہ السّلام کی شان میں کلماتِ نازیبا جو اب تک مسجدجامع اور قنوت نماز میں استعمال ہوتے رہے ہیں وہ ترک کردیئے جائیں . اخری شرط کی منظوری میں معاویہ کو عذر ہوا تو یہ طے پایا کہ کم از کم جس موقع پر امام حسن علیہ السّلام موجود ہوں اور اس موقع پر ایسانہ کیا جائے . یہ معاہدہ ربیع الاول یاجمادی الاول 14ھئ کو عمل میں ایا.

فوجیں واپس چلی گئیں .معاویہ کی شہنشاہی ممالک اسلامیہ میں عمومی طور پر مسلّم ہوگئی اور اب شام ومصر کے ساتھ عراق وحجاز , یمن اور ایران نے بھی اطاعت کرلی . حضرت امام حسن علیہ السّلام کو اس صلح کے بعد اپنے بہت سے ساتھیوں کی طرف سے جس طرح کے دلخراش اور توہین امیز الفاظ کا سامنا کرنا پڑا .ان کا برداشت کرنا انھی کا کام تھا .وہ لوگ جو کل تک امیر المومنین کہہ کے تسلیم بجالاتے تھے اج »مُذلّ المومنین «» یعنی مومنین کی جامعت کو ذلیل کرنے والے ,, کے الفاظ سے سلام کرنے لگے پھر امام حسن علیہ السّلام نے صبرو استقلال اور نفس کی بلندی کے ساتھ ان تمام ناگوار حالات کو برداشت کیا اور معاہدہ پر سختی کے ساتھ قائم رہے مگر ادھر یہ ہوا کہ حاکمِ شام نے جنگ کے ختم ہوتے ہی اور سیاسی اقتدار کے مضبوط ہوتے ہی عراق میں داخل ہو کر نخیلہ میں جسے کوفہ کی سرحد سمجھنا چاہیے قیام کیا اور جمعہ کے خطبہ کے بعد یہ اعلان کردیا کہ »میرا مقصد جنگ سے کوئی یہ نہ تھا کہ تم لوگ نماز پڑھنے لگو. روزے رکھنے لگو. حج کرو یا زکوٰۃ ادا کرو , یہ سب تو تم کرتے ہی ہو میرا مقصد تو بس یہ تھا کہ میری حکومت تم پر مسلّم ہوجائے اور یہ مقصد میرا حسن علیہ السّلام کے اس معاہدہ کے بعد پورا ہوگیا اور باوجود تم لوگوں کی ناگواری کے خدانے مجھے کامیاب کردیا . رہ گئے وہ شرائط جو میں نے حسن علیہ السّلام کے ساتھ کئے ہیں وہ سب میرے پیروں کے نیچے ہیں ان کا پورا کرنا یا نہ کرنا میرے ہاتھ کی بات ہے »مجمع میں ایک سناٹا چھایا ہوا تھا مگر اب کس میں دم تھا کہ وہ اس کے خلاف زبان کھولتا .انتہا ہے کہ کوفہ میں امام علیہ السّلام حسن علیہ السّلام اور امام حسین علیہ السّلام کی موجودگی میں حاکم شام نے حضرت امیر علیہ السّلام اور امام حسن علیہ السّلام کی شان میں کلماتِ نازیبا استعمال کیے جن کو سن کر امام حسین علیہ السّلام بھائی کی جانب سے جواب دینے کے لیے کھڑے ہوگئے مگر امام حسن علیہ السّلام نے اپ کو بیٹھا دیا اور خود کھڑے ہو کر نہایت مختصر اور جامع الفاظ میں حاکم شام کی تقریر کا جواب دیا اسی طرح جتنی معاہدہ کی شرطیں تھیں حاکم شام نے سب کی مخالفت کی اور کسی ایک پر بھی عمل نہیں کیا.

حضرت امام حسن علیہ السلام اور معاویہ میں مُلاقات

معاویہ کے پاس عمرو بن عثمان بن عفان، عمرو بن عاص، عتبہ بن ابی سفیان ، ولید بن عقبہ بن ابی معیط اور مغیرہ بن شعبہ جمع تھے اور سب کا ایک ہی مقصد تھا،(حضرت امام حسن (علیہ السلام) کو کمزور کرنا)۔ عمرو بن عاص نے معاویہ سے کہا کہ حسن بن علی کے پاس کسی کو کیوں نہیں بھیجتے تاکہ اُس کو بلاؤ کیونکہ اُس نے اپنے والد کی سنت کو زندہ کیا ہوا ہے اور بہت سے لوگ اُس کے اردگرد جمع ہیں۔ وہ حکم دیتا ہے اور اُس کا حکم مانا جاتا ہے۔ وہ بات کرتا ہے اور اُس کی بات قبول کی جاتی ہے۔ یہ دو باتیں اُسے بلند مقام پر لے گئی ہیں۔ اگر تو کسی کو بھیج کر اُسے بلائے تو ہم اُسے اور اُس کے باپ کو کمزور کریں اور اُسے اور اُس کے باپ کو گالیاں دیں اور اُس کی اور اُس کے باپ کی بے عزتی اور توہین کریں تاکہ وہ ہماری بات مان لے۔

معاویہ نے کہا کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں تمہارے گلے میں ایسا ہار نہ پہنا دے جو قبر تک تمہارے لئے شرم کا باعث بنا رہے۔ خدا کی قسم! جب بھی اُسے دیکھتا ہوں تو ناپسند کرتا ہوں اور اُس سے مجھے ڈر لگتا ہے، اور اگر کسی کو اُس کے پاس بلانے کیلئے بھیجوں تو تمہارے درمیان انصاف سے پیش آؤں گا۔

پھر حضرت امام حسن (علیہ السلام) کی طرف کسی کو بھیجا۔ جب وہ آدمی حضرت کے پاس آیا تو اُس نے کہا کہ معاویہ نے آپ کو بلایا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اُس کے پاس کون کون ہیں؟ آنے والے نے کہا کہ اُس کے نزدیک فلاں فلاں شخص ہیں اور اُن کے نام لئے۔ امام نے فرمایا کہ انہیں کیا ہوگیا؟ ان کے سروں پر دیوار کیوں نہیں گرتی اور ان کے سروں پر اُس جگہ سے عذابِ خدا کیوں نہیں آتا جہاں سے انہیں گمان تک نہ ہو۔ جب امام علیہ السلام معاویہ کے پاس پہنچے تو اس نے حضرت کا بڑا استقبال کیا، اور اُن کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ معاویہ نے کہا: اس گروہ نے میری بات نہیں مانی اور آپ کو بلانے کیلئے آدمی کو بھیج دیا تاکہ آپ سے اقرار کروائیں کہ عثمان مظلوم قتل ہوا ہے اور اُسے آپ کے باپ نے قتل کیا ہے۔ ان کی گفتگو سن کو اُس کے مطابق جواب دیں۔ میں آپ کو بات کرنے سے نہیں روکوں گا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ گھر تیرا گھر ہے اور اس میں اجازت بھی تیری طرف سے ہوگی۔ خدا کی قسم! اگر میں انہیں جواب دوں گا تو تجھے بُرا کہنے سے حیا کروں گا اور اگر یہ لوگ تیرے ارادے پر غالب آگئے تو تیری کمزوری سے مجھے شرم آئے گی۔ کس بات کا اقرار اور کس

چیز سے معذرت چاہتے ہو؟ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اتنے سارے لوگ جمع ہیں تو میں بھی بنی ہاشم سے اتنے جوان اپنے ساتھ لے آتا۔ اگرچہ یہ لوگ مجھ اکیلے سے زیادہ خوف رکھتے ہیں اس سے ، جتنا میں ان سب سے رکھتا ہوں۔ خدا آج اور باقی دنوں میں میرا سرپرست ہوگا۔ ان سے کہو کہ جو کہنا چاہتے ہیں، کہیں، میں سنتا ہوں اور عظمت و بلندی والے خدا کے علاوہ کسی کی طاقت و قوت نہیں ہے۔ پھر اُن سب نے گفتگو کی، اور سب کی گفتگو اور کلام علی علیہ السلام کی برائی بیان کرنے کے متعلق تھی۔ پھر وہ سب خاموش ہوگئے اور امام علیہ السلام نے اپنی گفتگو شروع کی اور فرمایا:

تمام تعریفیں اُس خدا کیلئے ہیں کہ جس نے ہمارے بزرگوں کے ذریعے سے تمہارے بزرگوں کی ہدایت کی اور ہمارے بعد میں آنے والوں کے سبب تمہارے بعد والوں کی ہدایت کی، اور خدا کا درود ہو محمد اور اُن کی اہل بیت پر۔ میری بات سنو اور اُس میں غوروفکر کرو، اور اے معاویہ! میں تجھ سے شروع کرتا ہوں۔ خدا کی قسم! اے معاویہ! ان لوگوں نے مجھے گالیاں نہیں دیں بلکہ تو نے مجھے گالیاں دی ہیں۔ ان لوگوں نے مجھے بُرا بھلا نہیں کہا بلکہ تو نے کہا ہے، اور یہ سب کام تیری طرف سے ہوا ہے، اور یہ اس لئے ہے کہ تو پہلے سے اور اب بھی ہمارے ساتھ اور محمد کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے۔ تیرے دل میں بغض و حسد، ظلم و زیادتی اور برائی ہمارے اور محمد کے متعلق موجود ہے۔ خدا کی قسم! اگر میں اور یہ لوگ مسجد نبوی میں ہوتے اور وہاں مہاجرین اور انصار بھی موجود ہوتے تو ان کی جرأت نہ تھی کہ ایسی باتیں کرتے، اور ایسے مطالب کو بیان کرنے پر ان کی طاقت نہ تھی۔ اے اس جگہ میرے خلاف جمع ہونے والے گروہ کے افراد ! سنو! اور جس حق کو تم جانتے ہو، اُسے چھپانے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر میں غلط بات کروں تو اُس کی تصدیق نہ کرنا اور اے معاویہ! میں تجھ سے شروع کرتا ہوں اور میں کم ہی کہوں گا اُس سے جو تجھ میں ہے۔ تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ جس شخص کو تم نے گالیاں دی ہیں، اُس نے دو قبلوں (بیت المقدس، کعبہ) کی طرف نماز پڑھی ہے اور تو نے ان دونوں قبلوں کو اُس وقت دیکھا ہے جب تو کفر کی حالت میں تھا اور گمراہ تھا، اور لات و عزیٰ کی پوجا کرتا تھا، اور اُس نے دو دفعہ بیعت کی یعنی بیعتِ رضوان اور بیعتِ فتح مکہ، جبکہ تو اے معاویہ! پہلی بیعت کے وقت کافر تھا اور دوسری بیعت کو تو نے توڑ دیا۔ پھر فرمایا:

تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا جو میں کہہ رہا ہوں ، وہ حق ہے؟ اُس نے تیرے ساتھ اُس وقت ملاقات کی جب وہ پیغمبر کے ساتھ جنگِ بدر میں تھا، اور وہ پیغمبر اور مومنوں کے پرچم کو اٹھائے ہوئے تھا، اور اے معاویہ! تیرے ساتھ مشرکوں کا پرچم تھا اور تو لات و عزیٰ کی پوجا کرتا تھا، اور تو پیغمبر کے ساتھ جنگ ایک واجب و ضروری کام شمار کرتا تھا، اور اُس نے جنگِ اُحد میں اُس وقت سامنا کیا جب اُس کے ساتھ رسولِ خدا کا پرچم تھا، اور اے معاویہ! تیرے ہاتھ میں مشرکین کا پرچم تھا، اور جنگِ خندق میں اُس وقت تیرے سامنے آیا جب اُس کے ہاتھ میں رسولِ خدا کا پرچم تھا اور تیرے ہاتھ میں مشرکوں کا جھنڈا تھا۔ یہاں تک کہ خدا نے میرے والد کے دستِ مبارک سے مسلمانوں کو کامیاب کیا اور اپنی حجت کو واضح و روشن کیا، اور اپنے دین کی مدد کی، اور اُس کی بات کی تصدیق کی، اور ان سب موقعوں پر رسولِ خدا اُس سے راضی تھے، اور تجھ سے ناراض تھے۔ پھر تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسولِ خدا نے بنی قریظہ اور بنی نضیر کا محاصرہ کیا ہوا تھا، اور اُس وقت مہاجرین کا علم عمر بن خطاب کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا پرچم سعد بن معاذ کے ہاتھ میں تھا۔ ان کو جنگ کیلئے بھیجا۔ سعد بن معاذ جنگ کیلئے گیا اور زخمی واپس آیا، اور عمر بھاگ کر واپس آگیا، اور حالت یہ تھی کہ اُس کے ساتھی اُسے ڈرا رہے تھے، اور وہ اپنے ساتھیوں کو ڈرا رہا تھا۔ رسولِ خدا نے فرمایا کہ کل میں اُس کو علم دوں گا جو خدا اور اُس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور اُس کا رسول اُسے دوست رکھتے ہیں۔ جو بڑھ بڑھ کر حملے کرنے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں ہے۔ وہ اُس وقت تک واپس نہ آئے گا جب تک خدا اُس کے ہاتھ پر فتح عطا نہ کردے۔ ابوبکر اور عمر اور دوسرے مہاجرین اور انصار اپنے آپ کو رسولِ خدا کے سامنے پیش کررہے تھے تاکہ وہ اس فضیلت کیلئے منتخب ہوجائیں۔ علی علیہ السلام اُس دن بیمار تھے۔

اُن کی آنکھوں میں درد تھا۔ رسولِ خدا نے انہیں اپنے پاس بلایا اور اُن کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا۔ وہ ٹھیک ہوگئے۔ رسولِ خدا نے علَم دیا اور وہ اس وقت تک واپس نہ لوٹے جب تک خدا نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا نہ کردی، اور تو اے معاویہ! اُس دن مکہ میں تھا۔ اور خدا و رسول کا دشمن شمار ہوتا تھا۔ کیا وہ شخص جو خدا اور رسولِ خدا کی مدد کرے اور وہ جو خدا کا اور رسولِ خدا کا دشمن ہو، برابر ہیں۔ پھر میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ ابھی بھی تیرا دل ایمان نہیں لایا لیکن تیری زبان ڈرتی ہے۔ اس لئے جو دل میں نہیں ہے ، وہ کہتا ہے۔ تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں ، کیا تم نہیں جانتے کہ رسولِ خدا نے اُسے جنگِ تبوک میں اپنے جانشنین اور خلیفہ کے طور پر بس ٹھہرایا تھا ، اس حالت میں کہ نہ تو وہ اُسے دشمن رکھتا تھا، اور نہ ہی اُس سے ناراض تھا۔ منافقین نے اس بارے میں بڑی باتیں کیں ، اور اس چیز کو علی کیلئے ایک عیب کے طور پر پیش کیا۔ علی علیہ السلام نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے شہر میں پیچھے نہ چھوڑئیے کیونکہ آج تک میں نے کسی جنگ میں بھی آپ کو اکیلا نہیں چھوڑا۔ رسولِ خدا نے فرمایا کہ تم میرے خاندان میں میرے خلیفہ اور میرے وصی ہو جیسے ہارون موسیٰ کیلئے تھے۔ اُس وقت علی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے لوگو! جو بھی مجھے دوست رکھے گا وہ خدا کو دوست رکھے گا، اور جو بھی علی کو دوست رکھے گا، وہ مجھے دوست رکھے گا، اور جس نے میری اطاعت کی، اُس نے خدا کی اطاعت کی، اور جس نے بھی علی کی اطاعت کی، اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے مجھے دوست رکھا، خدا کو دوست رکھا اور جس نے بھی علی کو دوست رکھا، اُس نے خدا کو دوست رکھا۔ پھر فرمایا: تمہیں خدا کی قسم ، کیا تم جانتے ہو کہ رسولِ خدا نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ اس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہونا، اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت ۔ قرآن کے حلال کو حلال جانو اور قرآن کے حرام کو حرام سمجھو۔ اس کے واضح اور روشن احکام پر عمل کرو اور مشتبہ اور غیر واضح احکام پر ایمان لاؤ ، اور کہو کہ جو کچھ خدا نے قرآن میں نازل فرمایا ہے، اس پر ایمان لائے، اور میرے اہل بیت سے محبت کرو۔ جو ان سے محبت کرے گا، وہ مجھ سے محبت کرے گا، اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کرو، اور یہ دو چیزیں تمہارے درمیان باقی رہیں گی، یہاں تک کہ قیامت کے دن حوضِ کوثر کے پاس مجھ پر وارد ہوں گی۔

پھر جبکہ رسولِ خدا منبر پر تھے، علی کو اپنے پاس بلایا، اور اُسے اپنے ہاتھوں کے ساتھ پکڑ کر فرمایا: اے اللہ! علی سے محبت کرنے والوں سے محبت رکھ، اور علی سے دشمنی رکھنے والے کو دشمن رکھ۔ اے اللہ! جو علی سے دشمنی رکھے، نہ زمین میں اُس کیلئے کوئی ٹھکانا ہو، اور نہ آسمان کی طرف بھاگنے کا کوئی راستہ، اور اُسے آگ کے بدترین درجات میں قرار دے۔ تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں ، کیا تم جانتے ہو کہ رسولِ خدا نے اُسے فرمایا کہ اے علی ! تو قیامت کے دن لوگوں کو حوضِ کوثر سے اس طرح دور کررہے ہوگے جیسے ایک اجنبی اونٹ کو دوسرے اونٹوں سے دور کرتے ہو۔ تمہیں خدا کی قسم ، کیا تم جانتے ہو کہ وہ جب رسولِ خدا کے پاس اُس وقت آیا جب وہ مرض الموت میں تھے تو پیغمبر رونے لگے۔ علی نے عرض کیا، یا رسول اللہ روتے کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ میری امت کے ایک گروہ کے دلوں میں کینہ موجود ہے۔ جب میں اس دنیا سے چلا جاؤں گا تو یہ اُسے ظاہر کریں گے۔ تمہیں خدا کی قسم، کیا تم جانتے ہو کہ جب رسولِ خدا کی وفات کا وقت تھا اور تمام اہل بیت اُن کے پاس جمع تھے تو آپ نے فرمایا کہ: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان کے دوستوں کو دوست رکھ اور ان کے دشمنوں کو دشمن رکھ، اور فرمایا: میرے اہل بیت کی مثال نوح کی کشتی کی مانند ہے، جو بھی اس میں سوار ہوگیا، وہ نجات پا گیا اور جو بھی اس سے پیچھے رہ گیا، وہ ہلاک ہو گیا۔

تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں ، کیا تم جانتے ہو کہ رسولِ خدا کے اصحاب حضرت کے زمانے میں اور حضرت کی زندگی میں ولی اور رہبر کہہ کر سلام کرتے تھے۔

تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ علی اصحابِ پیغمبر میں سے سب سے پہلے شخص ہیں جس نے دنیا کی لذتوں کو اپنے اوپر حرام قرار دیا تھا، اور خدا نے یہ آیت نازل کی اور فرمایا:(اے ایمان والو! پاک چیزیں جو تم پر حلال ہیں ، انہیں اپنے اوپر حرام نہ کرو، اور تجاوز نہ کرو، بے شک خدا تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا،اور وہ چیزیں جو خدا نے تم پر نازل کی ہیں، اور حلال و پاک ہیں، انہیں کھاؤ، اور جس خدا کے ساتھ تم ایمان رکھتے ہو، اُس سے ڈرو)، اور علی علیہ السلام کے پاس موت کے اوقات کا علم، احکامِ خدا کا علم، کتابِ خدا کا علم اور قرآن کے راسخ کا علم اور نازل ہونے والے قرآ ن کا علم رہتا تھا، اور ایک گروہ تھا جس کی تعداد تقریباً دس تک تھی، خدا نے خبر دی تھی کہ یہ موٴمن ہیں، اور تم بھی ایک گروہ ہو جس کی تعداد تقریباً اتنی ہی ہے اور اُن پر زبانِ پیغمبر میں لعنت ہوئی ہے۔ تمہیں گواہ قرار دیتا ہوں اور میں بھی تم پر گواہ ہوں کہ تم سب پر رسولِ خدا کی طرف سے لعنت ہوئی ہے۔

تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں ، کیا تم جانتے ہو کہ جب رسولِ خدا نے تمہارے پاس ایک آدمی کو بھیجا تا کہ بنی خزیمہ کیلئے ایک خط لکھے، یہ اُس وقت کی بات ہے جب خالد بن ولید بنی خزیمہ کے پاس پہنچا تھا۔ آدمی پیغمبر اسلام کے پاس واپس آیا اور کہا کہ وہ کھانا کھارہا ہے۔ تین مرتبہ وہ آدمی تیرے پاس گیا، اور ہر دفعہ واپس آکر کہا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے، تو اُس وقت رسولِ خدا نے فرمایا کہ اے اللہ! اس کا پیٹ کبھی پُر نہ ہو۔ خدا کی قسم! یہ بات قیامت تک تیری غذا اور کھانے میں ثابت ہے۔پھر فرمایا:

تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ جو میں کہہ رہا ہوں، حق ہے۔ اے معاویہ! جنگِ احزاب کے دن جب تیرا باپ سرخ بالوں والے اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا، تو اُسے پیچھے سے اور تیرا بھائی اُسے آگے سے ہانک رہے تھے،اور رسولِ خدانے اُس اونٹ پر بیٹھنے والے اور آگے اور پیچھے سے ہانکنے والے پر لعنت کی تھی، اور تیرا باپ اُس وقت اونٹ پر سوار تھا، اور تو اور تیرا بھائی اُس اونٹ کو آگے اور پیچھے سے ہانک رہے تھے۔ تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں ، کیا تم جانتے ہو کہ رسولِ خدا نے سات مقامات پر ابوسفیان پر لعنت کی ہے۔

1۔ جب حضرت امام حسن (علیہ السلام) نے مکہ سے مدینہ کی طرف حرکت کی اور ابوسفیان شام سے آگیا اور حضرت امام حسن (علیہ السلام) کو بُرا بھلا کہا، اور حضرت امام حسن (علیہ السلام) کو ڈرایا اور چاہتا تھا کہ حضرت امام حسن (علیہ السلام) کو گرفتار کرلے۔ خدا نے رسولِ خدا کو اُس کے شر سے محفوظ رکھا۔

2۔ جس دن (قریش کے مشرکین کا قافلہ شام سے آیا اور رسولِ خدا اُسے روکنا چاہتے تھے) لیکن ابوسفیان کسی اجنبی راستے سے قافلہ کو مکہ لے گیا تا کہ پیغمبر کے ہاتھ نہ آئیں اور (جنگِ بدر واقع ہوئی)۔

3۔ جنگِ اُحد کے دن۔ رسولِ خد انے فرمایا کہ خدامیرا مولا اور تمہارا کوئی مولا و سرپرست نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ ہمارے پاس عزیٰ ہے، تمہارے پاس عزیٰ نہیں ہے۔ پس اُس وقت خدا، فرشتے ،رسولوں اور تمام مومنوں نے اُس پر لعنت کی۔

4۔ جنگِ حنین کے دن، جب ابوسفیان نے قریش، ہوازن و عیینہ غطفان اور یہودیوں کو جمع کرکے رسولِ خدا کے خلاف تیار کیا۔پس یہ لوگ غصے کے ساتھ واپس چلے گئے اور یہ اچھائی اور خیر نہ پاسکے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو دو سورتوں میں نازل ہوا ہے، اور ابوسفیان اور اُس کے ساتھیوں کو کافر کہا ہے، اور اے معاویہ! تو اُس دن مکہ میں تھا، اور اپنے باپ کے دین یعنی شرک پر تھا اور مشرک تھا، اور اُس دن علی علیہ السلام رسولِ خدا کے ساتھ تھے اور اُن کے دینی عقیدہ پر تھے۔

5۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:(اور قربانی کو اُس کے مقام پر پہنچنے سے روکے ہوئے ہیں)، اور اے معاویہ! تو، تیرا باپ اور مشرکین قریش نے رسولِ خدا کو روکا تھا۔ پس خدا نے اُن پر لعنت کی۔ ایسی لعنت جو اُس کیلئے اور اُس کی اولاد کیلئے قیامت تک باقی رہے گی۔

6۔ جنگِ خندق کے دن، جس دن ابوسفیان قریش اور عیینہ بن حصین بن بدر غطفان میں جمع ہوئے، رسولِ خدا نے ان کے رہبر، ان کے تابعین اور قیامت تک پیچھے چلنے والوں پر لعنت کی تھی۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ! کیا اتباع کرنے والوں میں مومن نہیں ہوں گے ؟ تو آپ نے فرمایا کہ ان کے بعد آنے والے جو مومن ہوں گے، ان پر لعنت شامل نہیں ہوگی۔

بہرحال رہی بات خود ان کی تو ان میں مومن اور جس کی دعا قبول ہوتی ہو اور نجات پانے والا کوئی نہیں ہے۔

7۔ اُس دن جب بارہ آدمیوں نے رسولِ خدا کے بارے میں برا ارادہ کیا ہوا تھا، اُن بارہ میں سے سات آدمی بنی اُمیہ سے اور پانچ دوسرے تھے۔ پس خدا اور اُس کے رسول نے گھاٹی سے گزرنے والوں پر لعنت کی، سوائے رسولِ خدا اور اُن کے جو حضرت کی سواری کو آگے اور پیچھے سے چلا رہے تھے۔

تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ جس دن مسجد نبوی میں عثمان کی بیعت ہورہی تھی تو ابوسفیان آیا اور کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! کیا ہمیں کوئی اور دیکھ تو نہیں رہا؟ عثمان نے کہا کہ نہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ بنی اُمیہ کے نوجوانو! خلافت کو اپنے درمیان چکر دیتے رہو، اور خدا کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جنت اور دوزخ کا کوئی وجود نہیں ہے۔ تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ جب عثمان کی بیعت کی جارہی تھی تو ابوسفیان نے حسین بن علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور کہا: اے بھتیجے! میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت البقیع(قبرستان) کی طرف لے چل۔ باہر نکلے اور قبروں کے درمیان پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر اپنا ہاتھ کھینچ کر اونچی آواز سے بولا: اے قبروں والو! جس حکومت کے متعلق کل تم ہمارے ساتھ جنگ کر رہے تھے،آج وہ ہمیں مل گئی ہے اور تم مٹی بن چکے ہو۔ امام حسین بن علی علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تیری داڑھی اور تیرے چہرے کو مسخ کردے اور پھر اپنا ہاتھ کھینچ کر اُسے چھوڑدیا، اور اگر نعمان بن بشیر اُسے پکڑ کر مدینہ نہ لاتا تو وہ ہلاک ہوجاتا۔

اے معاویہ یہ تو تھا تیرے لئے۔ کیا ان لعنتوں میں سے کوئی ایک بھی ہماری طرف پلٹائی جاسکتی ہے، اور تیرا باپ ابوسفیان مسلمان ہونا چاہتا تھا ، اور تو نے ایک مشہور ومعروف شعر جو قریش اور دوسرے قبائل کے درمیان مشہور تھا، اُس کے پاس بھیجا تا کہ اُسے مسلمان ہونے سے روکے، اور ایک یہ کہ عمر بن الخطاب نے تجھے شام کا والی بنادیا اور تو نے اُس کے ساتھ بھی خیانت کی، اور عثمان نے تجھے شام کا حاکم بنادیا، اور تو اس کی موت کے انتظار میں تھا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ تو نے خدا اور اس کے رسول کے متعلق جرأت کی، اس طرح کہ علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کی، حالانکہ تو اُنہیں پہچانتا تھا، اور اُن کے فضل و علم اور سبقت کو بھی پہچانتا ہے، جو اُنہیں خدا کے نزدیک اور لوگوں کے نزدیک حاصل ہے، اور خاص طور پر ان اور (خلافت) میں بھی تجھ سے اور دوسروں سے زیادہ لائق ہیں، یہ بھی تو جانتا ہے اور تو لوگوں کا حاکم بن گیا، اور فریب و مکر اور دھوکے سے بہت سے لوگوں کا خون بہایا، اور یہ کام وہ کرتا ہے جو آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور خدا کے عذاب سے نہ ڈرتا ہو۔اور جب موت کا وقت آئے گا تو بد ترین جگہ میں جائے گا، اور علی علیہ السلام سب سے اچھے مکان میں ہوں گے، اور خدا تیری انتظار میں ہے۔ اے معاویہ!یہ فقط تیرے لئے تھا اور جن برائیوں اور عیبوں کو میں نے بیان نہیں کیا، وہ اس لئے تا کہ بات لمبی نہ ہوجائے۔

بہرحال رہی بات تیری اے عمرو بن عاص، تو تو احمق ہونے کی وجہ سے جواب دینے کے لائق نہیں ہے۔ ان چیزوں میں غور و فکر کرنا تیرے لئے اُس مکھی کی طرح ہے جو درخت سے کہتی ہے کہ رُک جا، میں تیرے اوپر بیٹھنا چاہتی ہوں، تو درخت اُس سے کہتا ہے کہ میں نے تیرے بیٹھنے کو محسوس ہی نہیں کیا، کس طرح تیرا بیٹھنا میرے لئے دشوار ہوگا۔ خدا کی قسم! میرے خیال میں تیری اتنی طاقت نہیں کہ مجھ سے دشمنی رکھے جو میرے لئے دشوار ہو۔

بہرحال میں تجھے جواب دیتا ہوں۔ تو نے جو علی علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں ، کیا تیرا یہ کام اُس کے مقام و مرتبہ کو کم کردے گا یا اُنہیں رسولِ خدا سے دور کردیگا یا اُن کے اسلام میں کئے ہوئے اعمال کو ناپسندیدہ بنا دیگا یا وہ فیصلہ کرنے میں ظلم کے ساتھ متہم ہوجائے گا یا دنیا کی طرف مائل ہونے کیساتھ متہم ہوجائے گا۔ اگر ان چیزوں میں سے ایک بھی کہو تو جھوٹ کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ رہی تمہاری یہ بات کہ ہماری طرف سے تم پر اُنیس خون ہیں جو تم نے جنگ ِبدر میں بنی اُمیہ کے مشرکوں کو قتل کیا تھا، حالانکہ حقیقت میں ان کو خدا اور اُس کے رسول نے قتل کیا تھا۔ مجھے میری جان کی قسم! تم بنی ہاشم میں سے اُنیس آدمی اور اُنیس کے بعد تین آدمیوں کو قتل کروگے۔ پھر اُنیس آدمی اور اُنیس آدمی ایک مکان میں بنی اُمیہ سے قتل کئے جائیں گے۔ اُن کے علاوہ جو بنی اُمیہ سے قتل کئے جائیں گے، اور اُن کی تعداد صرف خدا ہی جانتا ہے۔

رسولِ خدا نے فرمایا کہ جب مینڈک کی اولاد تیس آدمیوں تک پہنچ جائے گی تو وہ خدا کے مال کو لوٹیں گے۔ لوگوں کو غلام بنائیں گے اور کتابِ خدا کو مکروفریب کے راستے میں قرار دیں گے۔ جب رسولِ خدا یہ گفتگو ارشاد فرمارہے تھے تو اسی اثناء میں حکم بن ابی العاص آگیا۔ رسولِ خدا نے فرمایا کہ بات آہستہ کرو کیونکہ مینڈک سن لے گا اور یہ وہ زمانہ تھا جب رسولِ خدا نے خواب میں دیکھا تھا کہ یہ لوگ اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ حضرت امام حسن (علیہ السلام) کے بعد اس امت کی رہبری و رہنمائی کو اپنے ہاتھ میں لیں گے اور اس بات نے انہیں غمگین کردیا، اور یہ بات اُن پر بڑی سخت گزری۔

پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی(ہم نے تم کو جو خواب دکھلایا ہے، وہ صرف لوگوں کیلئے امتحان ہے، اور شجرہ ملعونہ ہے قرآن میں)۔ اور شجرہ ملعونہ سے مراد بنی اُمیہ ہے ، اور اسی طرح نازل فرمائی(شب قدر ہزار رات سے بہتر ہے)، تمہیں گواہ قرار دیتا ہوں اور میں خود گواہ ہوں کہ علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد تمہاری حکومت ہزار مہینوں سے زیادہ نہ ہوگی جو قرآن میں معین و مقرر ہے۔

اور بہرحال تو اے عمر بن العاص ایک مذاق کرنے والا ملعون ہے جس کی نسل منقطع ہے، اور تو ابتداء ہی سے کتے کی طرح بھونکنے والا ہے، اور تیری ماں زانیہ تھی، اور تو اُس بستر پر پیدا ہوا ہے جس کے ساتھ چند آدمی تعلق رکھتے تھے، اور قریش کے آدمیوں نے تیرے متعلق اختلاف کیا۔ اختلاف کرنے والوں میں سے ایک ابوسفیان بن حرب ، ولید بن مغیرہ، عثمان بن حارث، نضر بن حارث بن کلدہ اور عاص بن وائل تھے۔ یہ سب کے سب تجھے اپنا بچہ جانتے تھے۔ ان میں سے وہ کامیاب ہوا جو حسب کے لحاظ سے پست تر، مقام و مرتبہ کے اعتبار سے گرا ہوا اور زنا کرنے میں سب سے آگے تھا۔ پھر تو کھڑا ہوا اور کہا کہ میں محمد کا مذاق اڑاتا ہوں، اور عاص بن وائل نے کہا کہ محمد وہ آدمی ہے جس کا بیٹا نہیں ہے۔ اُس کی نسل منقطع ہے۔ اگر مر گیا تو اُس کا ذکر ختم ہوجائے گا۔ پس خدا نے یہ آیت نازل کی:(تیرا مذاق اڑانے والے کی نسل منقطع ہے)۔ تیری ماں عبد قیس کے قبیلے کے پاس جا کر زنا کرواتی تھی۔ اس قبیلے والوں کے گھروں میں ان کی مجلسوں اور محفلوں میں اور اُن کی وادیوں میں زنا کروانے کی خاطر اُن کے پیچھے جایا کرتی تھی۔ پھر تو اس مقام پر موجود ہوتا تھا، جہاں رسولِ خدا اپنے دشمنوں کے ساتھ آمنا سامنا کرتے، درآنحالیکہ تو اُن سب سے زیادہ دشمنی کرنے والا اور سب سے زیادہ جھٹلانے والا ہوا کرتا تھا۔

پھر تو اُن لوگوں میں موجود تھا جو کشتی میں تھے، اور نجاشی کے پاس جارہے تھے تاکہ جعفر بن ابی طالب اور اُس کے دوستوں کا خون بہائیں۔ لیکن تیرا فریب تیری ہی طرف لوٹ گیا، اور تیری تمنا ہوا میں اڑ گئی، اور تیری اُمید نااُمیدی میں بدل گئی۔ تیری کوشش ختم ہوئی اور بے نتیجہ رہی، اور خدا کا قول بلند ہوا اور کافروں کی بات پست ہوئی۔ بہر حال تیری بات عثمان کے بارے میں، تو اے کم حیا والے اور بے دین اُس کے خلاف تو نے خود ہی آگ بھڑکائی اور پھر خود فلسطین کی طرف بھاگ گیا، اور وہاں اس انتظار میں تھا کہ عثمان پر کون سی بلائیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ جب اُس کے قتل ہونے کی خبر تجھ تک پہنچی تو تو نے اپنے آپ کو معاویہ کے اختیار میں دیدیا۔ پس اے خبیث! تو نے اپنے دین کو دوسروں کی دنیا کے بدلے بیچ دیا اور ہم تمہیں اپنی دشمنی پر ملامت نہیں کرتے، اور نہ اپنی محبت پر تمہیں برا بھلا کہتے ہیں۔ تو تو جاہلیت اور اسلام کے زمانے میں بھی بنی ہاشم کا دشمن تھا، اور رسولِ خدا کے متعلق اُن کا مذاق اڑانے کیلئے تو نے ستر شعر کہے تو رسولِ خدا نے فرمایا: اے اللہ! میں شعر اچھی طرح نہیں جانتا، اور میں شعر کہنا نہیں چاہتا تو عمرو بن عاص پر ہر شعر کے بدلے میں ہزار مرتبہ لعنت کر۔

پھر تو نے اے عمرو! اپنے دین پر دنیا کو ترجیح دی اور دوبارہ نجاشی کے پاس جا کر اُسے تحفے اور ہدیے دئیے۔ تیرا پہلی بار والا جانا تجھے دوبارہ جانے سے روک نہ سکا۔ ہر دفعہ نا امید اور شکست کھا کر واپس لوٹے۔ تیرا مقصد جعفر اور اُس کے ساتھیوں کو قتل کرنا تھا، اور جب تیری امید اور آرزو پوری نہ ہوئی تو اپنے معاملہ کو اپنے دوست عمارہ بن ولید کے سپرد کردیا۔ اور رہی بات تیری اے ولید بن عقبہ! خدا کی قسم! علی علیہ السلام کے متلعق تیرے بغض اور کینہ میں تجھے ملامت نہیں کرتا کیونکہ اُنہوں نے تجھے شراب پینے کی وجہ سے اسی کوڑے مارے تھے، اور بدر کے دن تیرے باپ کو قتل کیا تھا اور کیونکر تو انہیں گالیاں نہ دے ، جبکہ خدا نے اُنہیں قرآن کی دس آیات میں مومن اور تجھے فاسق کے نام سے یاد کیا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ فرماتا ہے:(کیا جو مومن ہے وہ اُس کی طرح ہوسکتا ہے جو فاسق ہے)، اور فرمانِ خدا ہے:(اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اُس کی چھان بین کرلیا کرو تاکہ جہالت کی وجہ سے کسی گروہ کے مقابلے میں کھڑے نہ ہوجاؤ اور اپنے کام کے مقابلے میں شرمندگی نہ اٹھانا پڑے)۔

اور تجھے قریش کے نام سے کیا سروکار؟ تو ایک سیاہ رنگ والے شخص جس کا نام ذکوان اور صفدریہ کے رہنے والے کا بیٹا ہے۔ اور رہی یہ بات کہ تمہارا گمان ہے کہ ہم نے عثمان کو قتل کیا ہے، خدا کی قسم! یہ نسبت علی علیہ السلام کی طرف تو طلحہ، زبیر اور عائشہ بھی نہیں دے سکے تو کس طرح یہ نسبت اُس کی طرف دیتا ہے؟ اگر تو اپنی ماں سے سوال کرے کہ تیرا باپ کون ہے کیونکہ اُس نے ذکوان کو چھوڑ کر تجھے عقبہ بن ابی معیط کے ساتھ منسوب کیا اور اس وجہ سے اُسے اپنے نزدیک بہت بڑا مقام ملا، اور ساتھ اس کے کہ خدا نے تیرے باپ اور تیری ماں کیلئے دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی اور پستی تیار کی ہوئی ہے، اور خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

اور اے ولید تو بھی، اللہ اکبر، اپنے باپ کے متعلق سوال کر اُس سے جس کی طرف تو منسوب ہے۔ تو کس طرح علی علیہ السلام کو گالیاں دیتا ہے؟ اگر تو اس بات میں مشغول رہے اور کوشش کرے کہ اپنے نسب کو اپنے اصلی باپ کی طرف ثابت کرے ، نہ کہ اُس کی طرف جس کی طرف تیری نسبت ہے، اور تو نے اپنے آپ کو منسوب کرلیا ہے، اور تیری ماں نے تجھ سے کہا کہ اے بیٹے! خدا کی قسم! تیرا باپ عقبہ سے خبیث تر اور پست تر ہے۔ اور اے عتبہ بن ابی سفیان! رہی بات تیری تو خدا کی قسم! تو اتنا علم نہیں رکھتا کہ تیرا جواب دوں اور تو عقل نہیں رکھتا کہ تجھے سرزنش کروں، اور تجھ سے کسی اچھائی کی توقع نہیں کی جاسکتی، اور تو نے جو علی علیہ السلام کو بُرا بھلا کہا، میں اُس بارے تجھے ملامت نہیں کرتا اور بُرا بھلا نہیں کہتا کیونکہ تو میرے نزدیک علی علیہ السلام کے غلام اور نوکر کے ہم پلہ بھی نہیں ہے تاکہ میں تیرا جواب دوں اور تجھے ملامت کروں۔ لیکن خدا تیرے بھائی اور تیرے باپ کے انتظار میں ہے، اور

تو اپنے اُن آباو اجداد کا بیٹا ہے جن کو خدا نے اس طرح یاد کیا ہے:(کام کرنے والی، تکلیف و دکھ دینے والی اور جلانے والی آگ کو چکھیں گے۔ ابلتے ہوئے پانی کے چشمے سے اُن کو پلایا جائے گا، یہاں تک کہ فرماتا ہے، بھوک سے)۔ اور تیری یہ دھمکیاں کہ تو مجھے قتل کر دیا گا تو تو نے اُسے کیوں قتل نہ کیا جس کو تو نے دیکھا کہ تیری بیوی کے ساتھ تیرے ہی بستر پر ہم بستری کررہا تھا اور بچے میں تیرے ساتھ وہ شریک ہوگیا۔ یہاں تک کہ بچے کو تیری طرف منسوب کردیا، حالانکہ وہ بچہ تیرا نہ تھا۔ ہلاکت ہے تیرے لئے۔ اگر تو مجھے ڈرانے اور قتل کی دھمکیاں دینے کی بجائے اُس سے اپنی رسوائی کا انتقام لیتا تو تیرے لئے زیادہ مناسب اور بہتر ہوتا۔ اور تو جو علی علیہ السلام کو گالیاں دیتا ہے تو میں تجھے ملامت نہیں کرتا کیونکہ اُنہوں نے جنگ میں تیرے بھائی کو قتل کیا تھا اور تیرے باپ کو اُنہوں نے اور حمزہ نے مل کر قتل کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ ان دونوں کے ہاتھوں جہنم واصل ہوئے اور دردناک عذاب کا مزہ چکھ رہے ہیں اور تیرا چچا رسولِ خدا کے حکم کے ساتھ شہر سے نکالا گیا۔

اور رہی بات یہ کہ میں خلافت کا آرزو مند ہوں تو خدا کی قسم! میں اس کے لائق بھی ہوں اور تیرے بھائی(معاویہ) جیسا نہیں ہوں اور نہ میں تیرے باپ کا جانشین و خلیفہ ہوں کیونکہ تیرا بھائی خدا کے بارے میں سرکشی میں اور مسلمانوں کا خون بہانے اور اُس چیز کے حاصل کرنے میں کہ جس کا حق نہیں رکھتا، بہت زیادہ لالچی ہے۔ وہ لوگوں کو فریب اور دھوکا دیتا ہے اور خدا بھی مکر کرتا ہے اور اللہ بہترین مکر کرنے والا ہے۔

اور تیری یہ بات کہ علی علیہ السلام قبیلہ ٔ قریش سے ایک بد ترین قریشی تھا۔ خدا کی قسم! اُس نے نہ تو کسی محترم شخص کی تحقیرو توہین کی اور نہ کسی مظلوم شخص کو قتل کیا۔

اور اے مغیرہ بن شعبہ تو خدا کا دشمن، کتابِ خدا کو ترک کرنے والا اور رسولِ خدا کو جھٹلانے والا ہے۔ تو ایک زانی شخص ہے اور تجھے سنگسار کرنا واجب ہے۔ عادل، پاک اور متقی لوگوں نے تیرے زنا کی گواہی دی ہے۔ لیکن تیری سنگساری کو تاخیر میں ڈال دیا اور حق کو باطل کے ساتھ اور سچ کو جھوٹ کے ذریعے رد کردیا، اور یہ تو اُس کے علاوہ ہے جو دردناک عذاب اور دنیا کی پستی خدا نے تیرے لئے تیار کر رکھی ہے، اور آخرت کا عذاب زیادہ رسوا و ذلیل کرنے والا ہے۔

اور تو وہ شخص ہے جس نے رسولِ خدا کی بیٹی فاطمہ کو مارا، یہاں تک کہ اُن کے جسم سے خون بہنے لگا اور محسن ساقط ہوگیا۔ یہ اس لئے تھا کہ تو رسولِ خدا کو ذلیل و رسوا کرنا، اُن کے فرمان کی مخالفت کرنا اور اُن کے احترام کو زائل کرنا چاہتا تھا ، حالانکہ رسولِ خدا نے فرمایا تھا کہ" اے فاطمہ! تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو"۔ خدا تجھے جہنم میں ڈالے گا، اور جو کچھ تو نے کیا ہے، اُس کا وبال تجھ پر ڈالے گا۔

پس تو ان تین چیزوں میں سے کس چیز پر علی علیہ السلام کو گالیاں دیتا ہے۔ کیا اُن کا نسب ناقص ہے؟ یا وہ پیغمبر سے دور ہیں؟ یا اُنہوں نے اسلام میں کوئی برا کام انجام دیا ہے؟ یا اپنے فیصلے اور قضاوت میں ظلم و زیادتی کی ہے؟ یا دنیا کی طرف مائل اور رغبت رکھتے تھے؟ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی کہو گے تو جھوٹ ہوگا اور لوگ تجھے جھوٹا کہیں گے۔ کیا تیرے خیال میں علی علیہ السلام نے عثمان کو مظلومانہ طور پر قتل کیا ہے؟ خدا کی قسم! علی اُس شخص سے جو اس بارے میں انہیں سرزنش کرتا ہے، متقی تر اور پاک تر ہے، اور خدا کی قسم! اگر علی نے عثمان کو مظلومانہ قتل کیا ہے تو تیرا اس سے کیا سروکار؟ تو نے تو اس کی زندگی میں اس کی مدد نہ کی، اور اُس کے مرنے کے بعد بھی اُس کی مدد نہ کی، اور ہمیشہ اپنے طائف والے گھر میں زناکاروں کو پالتے رہے۔ جاہلیت والے کام کو زندہ اور اسلام کو مارتے رہے ہو، یہاں تک کہ جو ثابت ہونا تھا، ثابت ہوگیا۔ اور رہا تیرا اعتراض بنی ہاشم اور نبی اُمیہ کے متعلق، تو یہ صرف تیرا دعویٰ ہے۔ معاویہ کے نزدیک اور تیری بات امارت و رہبری کی شان کے متعلق اور تیرے دوستوں کی بات خلافت کے بارے میں جس کو تو نے حاصل کرلیا ہے، تو یہ کوئی شان و فخر کی بات نہیں ہے۔ فرعون بھی چار سو سال تک مصر پر حکومت کرتا رہا، جبکہ موسیٰ اور ہارون جو دو پیغمبر تھے، نے بہت زیادہ مصائب اور تکالیف اٹھائیں۔ یہ خدا کا ملک ہے۔ وہ نیک اور بُرے کو عطا کرتا ہے، اور خدا فرماتا ہے:(تم نہیں جانتے تھے کہ یہ تمہارے لئے ایک امتحان و آزمائش اور اُن کیلئے تھوڑا سا فائدہ ہو)، (اور جب ہم چاہتے ہیں کسی شہر کو تباہ کریں تو ہم حکم دیتے ہیں کہ سرمایہ دار اور امیر لوگ گناہ کریں تا کہ عذاب کا نازل ہونا ان پر ثابت ہوجائے، پھر ہم ختم کردیں)۔

پھر امام حسن علیہ السلام اٹھے، اپنی قمیص کو جھاڑ رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے :(بُری عورتیں بُرے مردوں کیلئے اور بُرے مرد بُری عورتوں کیلئے ہیں)، اور خدا کی قسم! وہ تو اور تیرے دوست ہیں،(اور نیک مرد نیک عورتوں کیلئے ہیں اور وہ اُس سے جو وہ کہتے ہیں، پاک و پاکیزہ ہیں، اور اُن کیلئے بخشش و معافی اور عزت والی روزی ہے)، اور وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اصحاب اور اُس کے شیعہ ہیں۔ پھر امام علیہ السلام باہر چلے گئے جبکہ معاویہ سے یہ کہہ رہے تھے: کہ جو کچھ تو نے کمایا ہے اور اپنے ہاتھ سے حاصل کیا ہے، اُس کے وبال کو چکھ، اور اُس کو جو خدا نے تیرے اور ان کیلئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

معاویہ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ تم بھی اپنے اعمال کی سزا چکھو۔ ولید بن عقبہ نے کہا: خدا کی قسم! تو نے ہم سے پہلے چکھ لیا ہے، اور اُس نے صرف تیرے بارے یہ جرأت کی ہے۔ معاویہ نے کہا کہ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم اُس کے مقام و مرتبہ کو کم نہیں کرسکتے۔ شروع ہی سے میری بات کو کیوں نہ مانا؟ تم نے اُس سے مدد لینا چاہی حالانکہ وہ تمہارا مذاق اڑا گیا ہے۔ خدا کی قسم! وہ نہیں اٹھا مگر یہ کہ گھر میرے لئے اندھیر ہوگیا۔ میں اُسے گرفتار کرنا چاہتا تھا ۔ آج اور کل تم اُس سے اچھائی اور نیکی کی اُمید اپنے متعلق نہ رکھنا۔

مروان بن حکم نے جب اس واقعہ کو سنا تو اُن کے پاس آیا اور کہا: مجھے کیوں نہیں بلایا؟ خدا کی قسم! اُس کو اور اُس کے خاندان کو میں ایسی گالیاں دیتا کہ کنیزیں اور غلام اپنے رقص میں پڑتے۔ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کے پاس کسی کو بھیجا۔ جب وہ آدمی حضرت کے پاس آیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ ظالم مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ خدا کی قسم! اگر وہی باتیں دوبارہ کرے گا تو اُن کے کان ایسے مطالب سے پُر کروں گا کہ ذلت و عیب قیامت تک کیلئے اُن پر باقی رہ جائے گا۔ جب امام حسن علیہ السلام اُن کے پاس پہنچے تو مروان نے کہا: خدا کی قسم! میں تجھے تیرے باپ اور تیرے خاندان کو ایسی گالیاں دوں گا کہ غلام اور کنیزیں اپنے رقص میں پڑھیں گی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: بہرحال تو اے مروان! میں تجھے اور تیرے باپ کو گالی نہیں دوں گا۔ مگر خدا نے تیرے باپ ، تیرے خاندان اور تیری اولاد پر اور جو بھی قیامت تک تیرے باپ کی صلب سے پیدا ہوگا، لعنت کی ہے۔ خدا کی قسم اے مروان! تو اور ان میں جو بھی رسولِ خدا کے لعنت کرنے کے وقت موجود تھا، تیرے اور تیرے باپ کے متعلق اس بارے میں انکار نہیں کریں گے۔ خدا کے ڈرانے کے مقابلے میں تیری زیادتی اور ظلم بڑھ گیا ہے۔ خدا اور اُس کے رسول نے سچ کہا ہے۔ خدا فرماتا ہے:(اور شجرہ ملعونہ قرآن میں اور ہم اُن کو ڈراتے ہیں لیکن صرف اُن کی زیادتی اور ظلم میں اضافہ ہوتا ہے)۔ اور تو اے مروان اور تیری اولاد قرآن میں شجرہ ملعونہ ہو اور یہ چیز خدا سے جبرائیل اور جبرائیل سے پیغمبر تک پہنچی ہے۔ معاویہ اٹھا اور امام حسن علیہ السلام کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، اور کہا: اے ابومحمد! تو تو اس طرح برا بھلا کہنے والا تو نہیں تھا۔ امام حسن علیہ السلام نے اپنا لباس جمع کیا، اٹھے اور باہر نکل گئے، اور باقی لوگ غم و غصہ اور دنیا و آخرت میں سیاہ چہرے کے ساتھ اِدھر اُدھر چلے گئے۔(احتجاج طبرسی، ج۱ ،ص۲۰۱)۔

2۔ حضرت امام حسن (علیه السلام) کا مناظره اپنی تعریف اور مخالفوں کے عیوب کے متعلق

روایت ہے که امام حسن علیه السلام معاویه کے پاس آئے اور اُس کی مجلس میں تشریف لائے۔ اُس جگه ایک گروه معاویه کے دوستوں میں سے موجود تھا۔ اُن میں سے ہر ایک بنی ہاشم پر فخر کررہا تھا اور اُن کے مرتبه کو کم کررہا تھا، اور ایسے مطالب بیان کئے جو امام حسن علیه السلام پر دشوار گزرے، آپ کو ناراحت کردیا۔ اس وقت انہوں نے کلام شروع کیا اور فرمایا:

میں بہترین قبائل سے ہوں اور میرے آباء و اجداد عرب کے بلند مرتبه خاندان سے ہیں۔ محاسبه کے وقت فخر و نسب و جوانمردی ہمارے لئے ہے، اور ہم اس بہترین درخت سے ہیں که جس کی شاخیں پھل دار اور جس نے پاکیزه پھل اور قائم و دائم بدنوں کو اگایا ہے۔ اس درخت میں اسلام کی اصل و جڑ اور نبوت کا علم ہے۔ جب فخر کا مقام آیا تو بلند تر ہوا، اور جب ہماری برتری کو روکا گیا تو ہم بلند ہوئے، اور ہم ایسے گہرے سمندر ہیں جن کی تہه تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، اور ہم ایسے مضبوط پہاڑ ہیں جن کو مغلوب نہیں کیا جاسکتا۔ اس موقع پر مروان بن حکم اور مغیره بن شعبه نے کچھ باتیں کیں، جن کے ذریعے آپ کو اور آپ کے والد کو کم مرتبه ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ امام حسن علیه السلام نے گفتگو کی اور فرمایا:

اے مروان! بزدلی، رسوائی، کمزوری اور عاجزی کے ساتھ بات کرتا ہے۔ کیا تیرے خیال میں میں نے اپنی تعریف کی ہے، حالانکه میں رسولِ خدا کا بیٹا ہوں اور تیرے خیال میں میں نے اپنے مقام و مرتبه کو بلند کیا ہے؟ حالانکه جوانانِ جنت کا سردار ہوں۔ ہلاکت ہو اس پر جو فخر و تکبر کے ذریعے سے اپنے آپ کو بلند ظاہر کرے، اور ہلاکت ہے اُس کیلئے جو اپنے آپ کو بڑا بنانے کی کوشش کرتا ہے، اور گردن لمبی کرنے کا اراده رکھتا ہے، اور ہم رحمت کا خاندان، عزت و کرامت کی کان، اچھائی و نیکی کا مقام، ایمان کا خزانه، اسلام کا نیزه اور دین کی تلوار ہیں۔ تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے، خاموش کیوں نہیں ہوتے؟ قبل اس کے که میں ہولناک امور تیری طرف بھیجوں اور بیان کروں، اور تجھے ایسی علامتیں بتلاؤں که تو اپنے نام سے بے نیاز ہوجائے۔ بہرحال تیرا لوٹ مار کے ساتھ واپس آنا اُس دن تھا جب تو ناداری و غربت کی سرپرستی کرتا تھا، خوفناکی تیری پناه میں تھی، اور تیری غنیمت تیرا بھاگنا تھا، اور تیرا طلحه کو دھوکا دینا اُس دن که تو نے اُس کے ساتھ مکر کیا اور اُسے قتل کردیا ۱، بُرا ہو تیرا چہره کس قدر مکروه اور ناپسندید ہے!

مروان نے اپنا سر نیچے کرلیا اور مغیره پریشان تھا۔ امام علیه السلام نے مغیره کی طرف اپنا رخ کیا اور فرمایا:

اے قبیله ثقیف کے اندھے! تیرا کیا تعلق قریش کے ساتھ که میں تیری نسبت پر فخر کروں؟ تجھ پر ہلاکت ہو، کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ میں عورتوں میں سے بہترین عورت اور عورتوں کی سردار کا بیٹا ہوں۔ رسولِ خدا نے مجھے خدا کے علم کی غذا دی، قرآن کی تاویل اور احکام کی مشکل چیزوں کو میں نے سیکھا ہے۔ سب سے بڑی عزت اور سب سے بڑا فخر ہمارے لئے ہے، اور تو اُس قوم و گروه سے ہے که جو زمانه جاہلیت میں نسبت نه رکھتے تھے، اور اسلام میں اُن کا کوئی حصه نہیں ہے۔ بھاگ جانے والے آدمی کا کیا کام که شیروں کے ساتھ پھرے، بہادروں کا مقابله کرے اور فخر کی باتیں کرے؟ ہم سردار اور بلند ترین دفاع کرنے والے ہیں۔ ہم عہدو پیمان کی حمایت کرنے والے ہیں اور عیب و عار کو اپنے سے دور کرتے ہیں اور میں پاک عورتوں کا بیٹا ہوں۔ اور تو نے اپنے خیال کے مطابق خیرالانبیاء کے وصی کی طرف اشاره کیا ہے اور وه تیرے عجزو ناتوانی کو زیاده جاننے والے اور تیری کمزوری سے زیاده واقف و آگاه تھے، اور تو اپنے باپ کو رد کرنے میں اُس سے زیاده لائق ہے۔ اُس غصے کی وجه ۱۔ ابن اثیر اسدالغابه میں کہتے ہیں که طلحه کے قتل کا سبب یه تھا که مروان نے طلحه کو، جو که میدانِ جنگ میں کھڑا تھا، تیر کا نشانه بنایا۔ اگر اس زخم کو باندھا جاتا تو اس کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ اگر اسے کھلا چھوڑا جاتا تو اس میں سے خون بہنے لگتا۔ مروان نے کہا که اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ یه تیر اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا۔ طلحه اسی سے ہلاک ہوگیا۔ اس نے امان بن عثمان کی طرف منه کرکے کہا: میں نے تیرے باپ کے قاتلوں میں سے بعض کو قتل کردیا۔ سے جو تیرے دل میں ہے، اور اُس مکروفریب کی وجه سے جو تیری آنکھوں سے ظاہر ہے، دور کی بات ہے، وه گمراه لوگوں کو اپنا دوست نہیں بناتے تھے

۱۔ تیرا خیال ہے که اگر تو صفین میں ہوتا تو قیس کی طاقت اور ثقیف کی مہارت سے تو سب سے لائق ترین ہوتا۔ تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے۔ یه کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکه جنگ کے میدانوں میں تیری کمزوری اور مشکل اوقات میں تیرا بھاگنا ثابت ہے۔ خدا کی قسم! اگر امیرالمومنین بہادر لوگوں کا علم تیرے سپرد کردیتے تو مشکلات اُس کو ہلا نه سکتیں اور تیری دردناک آوازیں نکل رہی ہوتیں۔ رہی بات قیس کی دلیری کی، تو تیرا کیا کام قیس کی دلیری اور بہادری کے ساتھ؟ تو تو ایک فرار ہونے والا آدمی ہے، اور کچھ علوم سیکھ لئے جس وجه سے ثقیف کہلانے لگا، اور اس سبب سے تو نے کوشش کرکے اپنے آپ کو قبیله ثقیف سے شمار کرنا شروع کردیا، حالانکه تو اُس قبیلے کے آدمیوں میں سے نہیں ہے، تو جنگ کرنے سے زیاده شکار کے آلات بنانے اور بھیڑوں کے باڑے میں داخل ہونے سے زیاده واقف ہے۔ اور رہی بات مہارت کی تو غلام لوگوں کی مہارت کوئی مہارت نہیں ہوتی۔ پھر تیری خواہش تھی که امیرالمومنین علیه السلام کے ساتھ آمنا سامنا ہوجائے، پس وه جیسے که تو جانتا ہے که جنگل کے شیر اور زہر قاتل تھے، جنگ کے موقعه پر بڑے سورما اور بہادر اُن کا سامنا کرنے کی ہمت نه رکھتے تھے، او رکہاں گیدڑ اُس کے سامنے آنے کا اراده کرسکتے ہیں، اور کہاں لال بیگ (سیاه چہرے والا آدمی) اُسے پیچھے سے ہلا سکتا ہے۔

۱۔ عثمان کے قتل کے بعد مغیره امیرالمومنین علیه السلام کے پاس آیا اور بولا: میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں که اگر آپ چاہتے ہیں که آپ کے معاملات صحیح طور پر چلتے رہیں تو طلحه کو کوفه، زبیر کو بصره اور معاویه کو شام کا گورنر مقرر کردیں۔ جب آپ کی خلافت مستحکم ہوجائے تو جیسے چاہیں ان کے ساتھ سلوک کریں۔ امیرالمومنین علیه السلام نے فرمایا: میں گمراہوں میں سے کسی کو اپنے مددگار کے طور پر نہیں لوں گا۔ (استیعاب، ج۳، ص۳۷۱)، (حاشیه اصابه) بہرحال تیری نسبت نامعلوم اور تیرے رشته داروں کا کوئی علم نہیں ہے، اور تیری اس قبیلے کے ساتھ رشته داری ایسے ہے جیسے پانی کے حیوانات کی صحرا کے پرندوں کے ساتھ ہے بلکه تیری رشته داری اس سے بھی دور تر ہے۔ مغیره اٹھ گیا اور امام حسن علیه السلام معاویه سے فرما رہے تھے که: غلاموں کی گفتگو کے بعد اور نوکروں کے فخر کرنے کے بعد ہمیں بنی اُمیه سے معاف رکھ۔ معاویه نے کہا: اے مغیره! رک جا۔ یه عبدمناف کے بیٹے ہیں۔ بڑے بڑے بہادر ان کا مقابله کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اور بڑے بڑے لوگ ان کے مقابلے میں فخر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر امام حسن علیه السلام کو قسم دی که چُپ ہوجائیں، امام چپ ہوگئے۔ (احتجاج طبرسی، ج۱، ص۴۱۶)۔

سلیم بن قیس کہتا ہے که عبداللہ ابن جعفر بن ابی طالب علیه السلام سے میں نے سنا که وه کہه رہے تھے که معاویه نے مجھ سے کہا که حسن اور حسین علیه السلام کا اتنا زیاده احترام کیوں کرتے ہو؟ وه تجھ سے اور اُن کا باپ تیرے باپ سے بہتر نه تھا؟ اگر اُن کی ماں فاطمه رسولِ خدا کی بیٹی نه ہوں تو میں

کہتا کہ اسماء بنت عمیس اُس سے کمتر نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اُس کی بات سے بڑا رنجیدہ ہوا اور مجھ میں اپنے اوپر قابو کرنے کی طاقت نہ تھی، یہاں تک کہ عبداللہ ابن جعفر اور عبداللہ بن عباس کی گفتگو جو امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی فضیلت میں تھی، اور وہ جو رسولِ خدا سے ان کی فضیلت کے متعلق سن چکے تھے، کو نقل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ کہتا ہے کہ:

معاویہ نے کہا: اے حسن! تو کیا کہتا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا:

اے معاویہ! تونے میری اور ابن عباس کی بات کو سنا۔ اے معاویہ! تجھ سے، تیری بے حیائی سے اور تیری خدا پر جرأت سے تعجب ہے۔ جب تو نے یہ کہا کہ خدا نے تمہارے طاغوت کو قتل کردیا اور خلافت کو اُس کے مقام (معاویہ) تک پہنچادیا۔ اے معاویہ! کیا تو خلافت کا ٹھکانا ہے، ہم نہیں؟ ہلاکت ہے تیرے لئے اے معاویہ! اور اُن تین کیلئے جنہوں نے تجھے اس مقام پر بٹھایا، اور یہ طریقہ کار تیرے لئے مہیا کیا۔ ایک بات کہتا ہوں کہ تو اس کے لائق تو نہیں ہے لیکن اپنے باپ کی اولاد کیلئے جو یہاں موجود ہیں، اُن کیلئے کہتا ہوں ۔ بہت سے امور ایسے ہیں جن میں لوگ اتفاقِ نظر رکھتے ہیں، اور ان مسائل میں ان کے درمیان اختلاف ، کشمکش اور جدائی نہیں ہے۔ خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت پر گواہی دیتے ہیں پانچ وقت کی نمازوں میں، واجب زکوٰۃ میں، رمضان کے مہینے کے روزوں میں، خدا کے گھر کے حج میں اور بہت سی دوسری چیزیں جو واجباتِ الٰہی سے ہیں، جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا، صرف خدا ہی اُن کو شمار کرسکتا ہے۔ اسی طرح دوسرے امور پر بھی لوگوں نے اجتماع کیا ہے جیسے زنا کی حرمت پر، چوری اور جھوٹ، قطع رحم، خیانت اور بہت سے دوسرے موارد، محرماتِ الٰہی سے جن کو گنا نہیں جاسکتا، اُن کی تعداد صرف خدا ہی جانتا ہے۔

لیکن سنتوں کے متعلق اختلاف کیا اور ان میں آپس میں جنگ کرتے ہیں، ا ور گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں، یہاں تک کہ ایک گروہ دوسرے پر لعنت کرتا ہے، اور وہ ولایت و سرپرستی ہے، اور خلافت ہے۔ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بیزاری چاہتا ہے، اور ایک گروہ دوسرے گروہ کو قتل کرتا ہے تاکہ یہ جتلائے کہ اس ولایت کے ساتھ کون زیادہ حق دار ہے۔ سوائے اُس ایک گروہ کے جو خدا کی کتاب اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی کرتے ہیں۔

پس جس شخص نے اُن چیزوں کو پکڑ لیا جن میں مسلمان اختلاف نہیں کرتے اور اختلافی چیزوں کو خدا پر چھوڑ دیا تو وہ نجات پا گیا اور محفوظ رہا، اور جنت میں داخل ہوگا۔

ہر وہ شخص جس کو خدا توفیق عطا فرمائے اور اُس پر احسان کرے اور اُس پر حجت قائم کرے، اس طرح کہ اُس کے دل کو آئمہ میں سے صاحبانِ امر کی معرفت کے ساتھ نورانی کرے، اور یہ معرفت کروائے کہ علم کا اصل ٹھکانا اور مقام کہاں ہے، تو وہ نیک ہے اور خدا کا دوست ہے۔ رسولِ خدا نے فرمایا: خدا رحمت کرے اُس شخص پر جس نے ہمارے حق کو جانا اور اُسے بیان کیا۔ پس نیک ہوا یا خاموش ہوا تو محفوظ رہا۔ ہم اہل بیت کہتے ہیں کہ آئمہ اور رہنما ہم میں سے ہیں اور خلافت کی لیاقت صرف ہم میں ہے۔ خدا نے اپنی کتاب میں اور اُس کے رسول کی سنت میں ہمیں اسکے لائق جانا ہے۔ علم ہم میں ہے اور ہم اہلِ علم ہیں، اور وہ علم ہمارے پاس تمام کا تمام اپنی کلیت کے ساتھ موجود ہے، اور قیامت کے دن تک کوئی بھی ایسا کام ہونے والا نہیں ہے ، حتیٰ کہ کسی کے چہرے پر مارنا، مگر یہ کہ اُسے رسولِ خدا نے لکھوایا اور علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور ہمارے حوالے کردیا۔ ایک گروہ خیال کرتا ہے کہ وہ ہم سے زیادہ خلافت کے لائق ہے، حتیٰ کہ تو بھی اے ہند کے بیٹے! یہ دعویٰ کرتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ (عمر) نے میرے باپ کے پاس کسی کو بھیجا ، اس لئے کہ میں چاہتا ہوں کہ قرآن کو ایک جگہ جمع کروں۔ پس جو کچھ قرآن سے تیرے پاس لکھا ہوا ہے، میرے پاس بھیج دو۔ بھیجا ہوا شخص آیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! قبل اس کے کہ وہ تیرے پاس پہنچے ، تو میری گردن مار۔ عمر نے کہا کیوں؟ امام نے فرمایا: کیونکہ خدا فرماتا ہے:(وہ جو علم میں راسخ ہیں) ۔ امام نے فرمایا کہ آیت نے میرا ارادہ کیا ہے ۔ تو اور تیرے ساتھی آیت کے مقصود نہیں ہیں۔ عمر کو غصہ آگیا اور کہا کہ ابوطالب کا بیٹا خیال کرتا ہے کہ جو علم اُس کے پاس ہے، کسی اور کے پاس نہیں ہے ۔ جو کوئی بھی قرآن سے کوئی آیت پڑھے تو وہ اُسے میرے پاس لے آئے۔ جب بھی کوئی ایک آیت لاتا اور اُس پر گواہ بھی قائم کرتا تو اُس آیت کو لکھ لیتا، اور اگر گواہ نہ ہوتا تو اُسے نہیں لکھتا تھا۔ پھر انہوں نے کہا کہ قرآن سے بہت سی آیات گم ہوگئی ہیں، حالانکہ یہ جھوٹ بولنے والے ہیں۔ خدا کی قسم! بلکہ قرآن اپنے اہل کے پاس جمع اور محفوظ ہے۔

پھر عمر نے قاضیوں اور شہروں کے گورنروں کو حکم دیا کہ فکر کرو اور اپنے عقائد کو بیان کرو کہ حق کیا ہے۔ عمر اور اُس کے بعض گورنر بہت بڑی مشکل میں پڑگئے اور میرے والد بزرگوار نے انہیں اس مشکل سے نکالا تاکہ اُس کے خلاف اُن پر دلیل وحجت قائم کرسکے۔ کبھی کبھی تو قاضی اپنے خلیفہ کے پاس آتے اور ایک ہی معاملہ کے متعلق اُن سب کا فیصلہ مختلف ہوتا۔ اس کے باوجود عمر اُن سب کے فیصلوں پر دستخط کردیتا کیونکہ خدا نے اُسے دانائی و حکمت و قضاوت کا طریقہ عطا نہیں کیا تھا۔ مسلمانوں میں سے ہمارے مخالفوں کا ہر گروہ یہ خیال کرتا ہے کہ خلافت اور علم ہمارے علاوہ دوسروں کیلئے ہے۔ ہم خدا سے ان لوگوں کے خلاف مدد طلب کرتے ہیں جنہوں نے ہم پر ظلم کیا، ہمارے حق سے انکار کیا۔ لوگوں کو ہم پر مسلط کیا اور لوگوں کیلئے ہمارے خلاف راہ کھولی تاکہ تیرے وسیلہ سے ،اُس کے ذریعے دلیل و حجت لائی جائے۔

لوگ تین طرح کے ہیں، مومن جو ہمارے حق کو پہچانتے ہیں، ہمیں تسلیم کرتے ہیں اور ہماری پیروی کرتے ہیں۔ وہ نجات پانے والے ہیں، ہمارے دوست ہیں اور خدا کے حکم کی اتباع کرتے ہیں۔ ہمارے دشمن جو ہم سے بیزار ہیں، ہم پر لعنت کرتے ہیں اور ہمارے خون بہانے کو حلال جانتے ہیں اور ہمارے حق کا انکار کرتے ہیں۔ ہم سے برأۃ اور بیزاری کے ساتھ خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ ایسا شخص کافر، مشرک اور فاسق ہے ، اور جس کا اس کو وہم وخیال بھی نہیں ،وہاں سے کافر اور مشرک ہوا ہے۔ جیسے کہ جہالت کی وجہ سے خدا کو گالیاں دیتا ہے، اسی طرح لاعلمی کی وجہ سے خدا کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ اور ایک وہ شخص جو اُمت کی اتفاقی چیزوں کو پکڑے ہوئے ہے، اور مشتبہ چیزوں کے علم کو خدا کی طرف پلٹا دیتا ہے۔ ساتھ ساتھ ہماری ولایت کو بھی خدا کی طرف پلٹا دیتا ہے۔ وہ ہماری پیروی نہیں کرتا اور ہمارے ساتھ دشمنی بھی نہیں کرتا، اور ہمارے حق کو نہیں پہچانتا۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ خدا اُسے بخش دے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔ یہ کمزور مسلمان ہے۔(احتجاج طبرسی، ج۲، ص۳)۔

عمروبن عاص، مروان اور ابن زیادکے ساتھ

روایت ہے کہ ایک دن معاویہ اپنے رازداروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور سب ایک دوسرے پر فخر کررہے تھے۔ معاویہ نے ان سب کو ہنسانا چاہا، اس لئے کہا کہ تم نے ایک دوسرے پر بڑا فخر کیا ہے، اگر تمہارے پاس حسن بن علی علیہ السلام اور عبداللہ ابن عباس ہوتے تو تم کبھی بھی ایسا فخر نہ کرتے۔ معاویہ نے امام کے پاس کسی کو بھیجا، پھر اُن کی گفتگو کو راوی ذکر کرتا ہے۔ پھر امام علیہ السلام نے اُن کے جواب میں فرمایا: اگر کوئی بحث ومباحثہ میں خاموش رہے تو یہ اُس کی کمزوری کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ جو جھوٹ بات کرے اور باطل کو حق کا لباس پہنائے، وہ خیانت کار ہے۔ اے عمرو! تو نے جھوٹ کے ساتھ فخر

کیا ہے اور گستاخی میں بے حد آگے نکل چکا ہے۔ میں تیری تباہ کاریوں اور بربادیوں سے ہمیشہ واقف ہوں، اُن میں سے کچھ کو تو میں نے ظاہر کیا اور کچھ سے صرفِ نظر کی۔ تو ہمارے متعلق گمراہی میں پڑاہوا ہے۔ کیا میں تمہیں یاد دلاؤں کہ ہم کون ہیں؟ ہم تاریکی میں روشن چراغ، رہنمائی اور ہدایت کے علم، بہادرودلاور سوار، دشمنوں پر حملہ کرنے والے اور میدانِ جنگ میں پرورش پانے والے ہیں۔ دوستوں کیلئے خوش وخرم بہار ہیں۔ ہم نبوت کی کمان اور علم کے اترنے کی جگہ ہیں۔

تیرے خیال میں تیری نسل ہم سے زیادہ طاقتور ہے لیکن جنگ ِبدر میں ہماری طاقت سامنے آئی جس دن دلاورو بہادر زمین پر گر گئے۔ مد ِمقابل مصیبت میں پھنس گئے۔ شجاع مرد شکست کھا گئے۔ جس دن موت کا راج تھا اور وہ میدان کے ہر طرف گھومنے لگی، اور اپنے دانت نکالے ہوئے تھی۔ جنگ کی آگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ ایسا وقت تھا جب ہم نے تمہارے مردوں کو قتل کیا اور رسولِ خدا نے تیری نسل پر احسان کیا۔ میری جان کی قسم! اُس دن تم اولادِ عبدالمطلب سے برتر اور طاقتور نہ تھے۔ اور تو اے مروان! تجھے کیا ہوتا ہے کہ تو قریش کی بڑی باتیں کرتا ہے اور اُن کے ساتھ فخر کرتا ہے۔ تو آزاد کیا ہوا ہے اور تیرا باپ شہر بدر کیا ہوا ہے، اور تو ہرروز پستی سے بدی کی طرف مائل ہے اور ان دو میں گرفتار ہے۔ کیا تو نے وہ دن بھلا دیا ہے جس دن تجھے بندھے ہاتھ امیرالموٴمنین علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا۔ پس تو نے اُس شیر کو دیکھا جو اپنے پنجوں سے خون چاٹ رہا تھا اور اپنے دانتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ دبا رہا تھا اور اس شعر کے معنی میں فکر کررہے تھے۔ ایسا شیر کہ جب دوسرے شیر اُس کی آواز کو سنتے ہیں تو خاموشی سے بھاگ جاتے ہیں اور گوبر گراتے ہیں۔ لیکن امیرالموٴمنین علیہ السلام نے تجھے معاف کردیا اور موت کے گلا گھونٹنے سے تجھے نجات ملی۔ سانس بند ہونے کی وجہ سے تیرا لعابِ دہن اندر نہیں جارہا تھا۔ اس سے تجھے رہائی ملی، اور تیری حالت ٹھیک ہوئی ۔ لیکن بجائے ہمارا شکرگزار ہونے کے ہماری برائی کرنے لگ گیا ہے، اور جسارت کررہا ہے جبکہ تو جانتا ہے کہ عیب و عار ہمارے دامن پر نہیں بیٹھی، اور ذلت و رسوائی ہماری طرف نہیں آئی۔ اور تو اے زیاد! تیرا قریش کے ساتھ کیا کام؟ تجھے کوئی بھی صحیح نسب کے ساتھ نئی اگنے والی شاخ کے طور پر بہت اچھے، بے شک نیک اور بلند مرتبہ نام کے ساتھ نہیں آواز دیتا۔ تیری ماں ایک زانیہ عورت تھی جس کے ساتھ قریش کے مرد اور عرب کے بڑے لوگ رابطہ رکھتے تھے، اور جب تو پیدا ہوا تو تیرے باپ کا علم نہ تھا۔ یہاں تک کہ اس شخص نے (معاویہ کی طرف اشارہ کیا) اپنے باپ کے مرنے کے بعد تجھے اپنا بھائی بنانے کا دعویٰ کردیا۔ اس حالت میں کس چیز پر فخر کرتے ہو۔ تیرے لئے تو تیری ماں کی ذلت و رسوائی کافی ہے، اور ہمارے فخر کیلئے اتنا کافی ہے کہ ہمارے نانا رسولِ خدا اور ہمارے والد علی ابن ابی طالب علیہ السلام مومنوں کے سردار ہیں۔ جو کبھی بھی جاہلیت کی طرف نہیں گئے، اور ہمارے چچا ایک حمزہ سیدالشہداء اور جعفرطیار ہیں، اور میں اور میرا بھائی جوانانِ جنت کے سردا رہیں۔

پھر امام علیہ السلام نے ابن عباس کی طرف رخ کیا اور فرمایا: اے میرے چچا کے بیٹے! یہ کمزور پرندے ہیں۔ بحث و مباحثہ میں ان کے پروں کو توڑا جاسکتا ہے۔(حیاة الحسن، قرشی، ص۳۲۱)۔

عبداللّٰہ بن زبیرکے ساتھ

روایت ہے کہ چند دن کیلئے امام علیہ السلام دمشق سے چلے گئے۔ پھر دمشق واپس آئے اور معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ کی مجلس میں عبداللّٰہ بن زبیر بھی موجود تھا۔ جب معاویہ نے امام کو دیکھا تو اُن کا استقبال کیا اور جب مجلس آمادہ ہوگئی تو امام سے کہنے لگا کہ اے ابومحمد! میرے خیال میں آپ تھکے ہوئے ہیں، گھر جائیں اور آرام فرمائیں۔ امام اُس کے پاس سے باہر چلے گئے۔ معاویہ نے عبداللّٰہ بن زبیر کی طرف منہ کیا اور کہا: اچھا ہے کہ تو حسن پر فخر کرے کیونکہ تو رسولِ خدا کے قریبیوں میں سے ایک کا بیٹا ہے اور اُس کے چچا کا بیٹا ہے، اور تیرے باپ نے اسلام میں بڑے کام انجام دئیے ہیں۔ یہاں تک کہ راوی عبداللّٰہ ابن زبیر کی گفتگو امام کی موجودگی میں ایک دوسری مجلس میں ذکر کرتا ہے۔ پھر امام نے فرمایا:

خدا کی قسم! اگر بنی اُمیہ مجھے گفتگو میں کمزور خیال نہ کرتے تو میں تجھے بات کرنے میں پست شمار کرنے سے اپنی زبان کو روکے رکھتا لیکن اب میں واضح کرتا ہوں کہ میں بے عقل اور بے زبان نہیں ہوں۔ کیا تو میرے عیب پکڑتا ہے اور مجھ پر فخر کرتا ہے؟ حالانکہ تیرے دادے کا جاہلیت میں کوئی مشہور خاندان نہ تھا، یہاں تک کہ میری دادی صفیہ عبدالمطلب کی بیٹی کے ساتھ شادی کی، اور عربوں کے درمیان بلند مرتبہ ہوگیا اور میری دادی کی وجہ سے تجھے شرف ملا اور فخر کرنے لگا۔ پس تو اُس پر کس طرح فخر کرتا ہے جو گلے میں گردن بند ہے۔ ہم ہیں بلند ترین اور گرامی ترین لوگ زمین پر اور ہم ہی کامل شرافت اور کامیاب و کامران بزرگی رکھتے ہیں۔

تیرے خیال میں میں نے معاویہ کو تسلیم کرلیا ہے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تجھ پر ہلاکت ہو۔ میں بہادر ترین عرب مردوں کا بیٹا ہوں اور میں نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کی گود میں آنکھ کھولی ہے جو کائنات کی عورتوں کی سردار اور خدا کی کنیزوں میں سے بہترین کنیز ہے۔ ہلاکت ہے تیرے لئے، میں نے یہ کام خوف اور کمزوری کی وجہ سے انجام نہیں دیا۔ اصل وجہ یہ تھی کہ میرے اطراف میں تجھ جیسے لوگ تھے جو بیہودہ طور پر میرے طرف دار بن گئے تھے، اور جھوٹا دوستی کا دعویٰ کرتے تھے۔ مجھے اُن پر اعتماد نہ تھا کیونکہ تم دھوکا دینے والا خاندان ہو۔ اور اس طرح کیوں نہ ہو؟ تیرے باپ نے امیرالموٴمنین علیہ السلام کے ساتھ بیعت کی۔ پھر اپنی بیعت کو توڑ دیا اور جاہلیت کی طرف لوٹ گیا، اور علی جو وجودِ پیغمبر کا حصہ تھے، کو دھوکا دیا، اور لوگوں کو گمراہ کیا، اور جب جنگ کے معرکہ میں لشکر کے آگے والے دستے کا سامنا ہوا اور جنگجوؤں نے اپنے تیز نیزوں کے ساتھ اُسے پیس کر رکھ دیا تو بلاوجہ جان دے بیٹھا، اور کسی ساتھی و دوست کے بغیر زمین پر گر گیا، اور تجھے گرفتار کرلیا گیا۔ جبکہ تو تھکا ہوا ، زخمی ، پسا ہوا ، گھوڑوں کے سموں سے پامال اور سواروں کے حملے کو نہ روک سکنے والی حالت میں تھا، اور جب مالک اشتر نے تجھے امام کے سامنے پیش کیا تو تیرے منہ کا پانی خشک ہوچکا تھا، اور اپنی ایڑی پر گھوم رہا تھا ، اس طرح جیسے کتا شیروں سے ڈر کر بھاگ رہا ہو۔ ہلاکت ہو تجھ پر، ہم کائنات کا نور ہیں اور اُمت ِسلمان ہم پر فخر کرتی ہے۔ ارادہ اور ایمان کی چابیاں ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ اب تو ہم پر حملہ کرتا ہے ۔ تو عورتوں کو فریب و دھوکا دینے والا ہے۔ اولادِ انبیاء پر تو فخر کرتا ہے۔ ہماری باتوں کو لوگ قبول کرتے ہیں، تو اور تیرا باپ رد کرتا ہے۔

لوگوں نے شوق اور مجبوراً میرے نانا کے دین کو قبول کیا او ر بعد میں جب امیرالموٴمنین علیہ السلام سے بیعت کی تو طلحہ اور زبیر نے درمیان سے بیعت کو توڑ دیا۔ رسولِ خدا کی بیوی کو دھوکا دے کر میرے باپ کے مقابلے میں جنگ کیلئے کھڑا کیا اور خود قتل ہوگئے،

اور تجھے قید کرکے علی علیہ السلام کے پاس لایا گیا۔ انہوں نے تیرے گناہوں کو معاف کردیا۔ تیرے رشتہ داروں کی رعایت کی۔ تجھے قتل نہ کیا او ر معاف کردیا۔ اس لئے تو میرے باپ کا آزاد کیا ہوا ہے اور میں تیرا آقا و مولا اور باپ ہوں۔ اب اپنے گناہوں کی سنگینی کا احساس کر۔ عبداللّٰہ بن زبیر شرمسار ہوا۔ امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا: اے ابو محمد! معذرت چاہتا ہوں ۔ اس شخص (معاویہ کی طرف اشارہ کیا) نے مجھے آپ کے خلاف بھڑکایا ہے ۔ اب مجھے میری بیوقوفی پر معاف کردو کیونکہ آپ کا خاندان وہ ہے جن کے وجود میں معافی اور مہربانی رچی بسی ہوئی ہے۔

ترتیب و تدوین: سید قمر علی عباس بخاری qbukhari@yahoo.com

امام علیہ السلام معاویہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: دیکھ رہے ہو کہ میں کسی کا بھی جواب دینے سے نہیں رکوں گا۔ تجھ پر ہلاکت ہو۔ کیا تو جانتا ہے کہ میں کس پھل دار درخت کی کونپل ہوں۔ ان حرکتوں سے باز آجا، وگرنہ تیرے چہرے پر ایسا داغ لگاؤں گا کہ شہروں اور صحراؤں کے سوار اُس کے قصے سنائیں گے۔ (المحاسن والاضداد، جاحظ، ص۹۲)۔

مروان بن حکم کے ساتھ

امام علیہ السلام معاویہ کے پاس تشریف لائے۔ جب اُس نے حضرت کو دیکھا تو کھڑا ہوگیا اور حضرت امام حسن (علیہ السلام) کا بڑا احترام کیا۔ یہ چیز مروان کو بُری لگی اور حضرت کے متعلق بدکلامی کی۔ امام نے فرمایا: اے مروان! تجھ پر ہلاکت ہو۔ تو نے ہمیشہ جنگ کے میدانوں میں اور دشمن کے ساتھ آمنا سامنا کرتے وقت اپنے گلے میں ذلت و رسوائی کا پٹہ پہنا ہے۔ تجھ پر عورتیں گریہ کریں۔ یہ ہم ہیں جو اپنے ساتھ روشن دلیلیں رکھتے ہیں اور اگر شکرگزار بنتے تو ہم تم پر ہدایت برساتے۔ ہم تمہیں نجات کی طرف بلاتے ہیں اور تو ہمیں آگ کی طرف بلاتا ہے، اور یہ دو مقام ایک دوسرے سے کتنے دور ہیں! تو بنی اُمیہ پر فخر کرتا ہے اور تیرے خیال میں یہ لوگ میدانِ جنگ میں ثابت قدم ہیں اور بہادر شیروں کی طرح ہیں۔ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، مگر کیا تو ہمیں جانتا ہے کہ عبدالمطلب کا خاندان بڑا پہلوان خاندان ہے۔ دوستوں کے محافظ، مہربان و کریم اور بلند مرتبہ مرد ہیں۔

خدا کی قسم! تو اس خاندان کے ہر شخص کو جانتا ہے اور دیکھا ہے کہ مشکلات اور خطرات نے ان کو خوفزدہ نہیں کیا، اور بہادر میدان سے بھاگتے نہیں ہیں، اور یہ غضبناک شیر کی طرح حملہ آور ہوتے ہیں، اور یہ تو تھا جو میدان سے بھاگ کھڑا ہوا اور قیدی بنالیا گیا، اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اور اپنی قوم کے ساتھ ذلت و رسوائی میں پڑگئے۔ تو خیال کرتا ہے کہ تو مجھے قتل کردے گا، اگر بڑے بہادر ہو تو اُن کا خون کیوں نہ بہایا جنہوں نے عثمان پر حملہ کیا تھا، یہاں تک کہ اونٹ کی طرح عثمان کا سر کاٹ دیا اور تو اُس وقت بھیڑوں کی طرح چیخ رہے تھے اور کمینی عورتوں کی طرح آہ و بکا کررہے تھے۔ تو نے عثمان کا دفاع کیوں نہ کیا اور اُس کے قاتل کی طرف ایک تیر کیوں نہ مارا بلکہ اُس وقت تیرے بدن کے جوڑ جوڑ کانپ رہے تھے، اور اپنی آنکھوں کو سخت خوف و وحشت کی وجہ سے بند کررہے تھے، اور ڈر کی وجہ سے میری پناہ لے رہے تھے، جیسے غلام اپنے آقا کو چمٹتا ہے، اور میں نے تجھے موت سے بچایا اور اب معاویہ کو میرے قتل کیلئے بھڑکاتا ہے، اور اگر اُس دن معاویہ تیرے ساتھ ہوتا تو وہ بھی عثمان کی طرح قتل ہوجاتا۔ اس وقت بھی تو اور معاویہ یہ طاقت و قوت نہیں رکھتے کہ میرے ساتھ گستاخی کرسکو۔

اس وقت تمہارا خیال ہے کہ میں معاویہ کی مہربانی سے زندہ ہوں؟ خدا کی قسم! معاویہ اپنے کو باقی سب سے بہتر جانتا ہے اور ہم نے جو اُسے حکومت دیدی ہے تو وہ شکرگزار ہے اور اس وقت تیرا وجود اُس کی طرح ہے جس کی آنکھ میں کانٹا لگا ہو اور اپنی آنکھ کو بند نہ کرسکتا ہو، اور اگر میں چاہوں تو شام والوں پر ایک ایسا لشکر حملہ کرنے کیلئے بھیجوں کہ دنیا اُن پر تنگ ہو جائے، اور سواروں کے رستے تنگ ہوجائیں، اور اُس وقت بھاگنا، دھوکا دینا اور تیری شاعری تجھے کوئی فائدہ نہ دے گی۔ ہم وہ نہیں ہیں جن کے بلند مرتبہ آباء و اجداد اور نیک اولاد کی پہچان نہ ہو۔ اگر تو سچا ہے تو جا، تو آزاد ہے۔ معاویہ نے مروان کو آواز دی اور کہا: میں نے کہا ہے کہ اس شخص کے ساتھ گستاخی نہ کر لیکن تو نے میری بات نہ مانی اور اب اس ذلت و رسوائی میں گرفتار ہو۔ آخر کار تو اُس کی طرح نہیں ہے۔ تیرا باپ اُس کے باپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ تو شہر بدر کئے ہوئے کا بیٹا ہے۔ لیکن اُس کے باپ رسولِ خدا ہیں جو کریم ہیں، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو اپنے پاؤں سے قبرستان کی طرف جاتے ہیں، خود اپنی قبر کو کھودتے ہیں۔ (المحاسن والمساوی، بیہقی، ج۱، ص۶۳)۔

ایک دن عمرو بن عاص نے امام حسن علیہ السلام کو طواف کرتے ہوئے دیکھا، اور کہا کہ اے حسن! تیرے خیال میں دین صرف تیرے اور تیرے باپ کی وجہ سے باقی اور قائم ہے۔ تو نے دیکھا کہ خدا نے معاویہ کو اتنی بڑی کمزوری کے بعد قوی اور پوشیدہ ہونے کے بعد ظاہر کیا۔ کیا خدا عثمان کے قتل سے راضی ہے؟ کیا یہ مناسب ہے کہ خدا کے گھر کے اردگرد ایسے طواف کررہے ہو جیسے کوئی اونٹ چکی کے گرد گھومتا ہے؟ اور خوبصورت لباس پہنا ہوا ہے، حالانکہ تو عثمان کا قاتل ہے۔ خدا کی قسم! امت کو اختلاف سے بچانے کیلئے مناسب ہے کہ معاویہ تجھے بھی تیرے باپ کی طرح قتل کردے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

جہنمیوں کی نشانیاں ہیں جو اُن نشانیوں کے ساتھ پہچانے جاتے ہیں۔ خدا کے اولیاء کا انکار اور خدا کے دشمنوں سے دوستی۔ خدا کی قسم! تو جانتا ہے کہ علی علیہ السلام نے ایک لحظہ اور آنکھ کے جھپکنے کے برابر بھی دین میں شک نہیں کیا، اور خدا کے متعلق متردد نہیں ہوئے، اور خدا کی قسم! اے عمرو کے بیٹے! تو خود دور ہوتا ہے یا تلوار سے تیز تر کلمات کے ذریعے سے تجھے دور کروں؟ مجھ پر حملہ کرنے سے بچ، کیونکہ تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ میں کمزور و ناتواں، بے قیمت اور شکم پرست نہیں ہوں۔ میں قریش کے درمیان گلے کے ہار کا درمیان والا دھاگا ہوں۔ میرا خاندان جانا پہچانا ہے، اور میرے ماں باپ کے علاوہ کسی کی طرف بھی منسوب نہیں ہے، اور تو وہ ہے کہ تو خود بھی جانتا ہے، اور لوگ بھی اس سے واقف ہیں۔ قریش کے آدمی تیرے بیٹے ہونے کے بارے میں اختلاف رکھتے تھے (اس کی ماں کے چند آدمیوں کے ساتھ زنا کروانے کی وجہ سے)، اور وہ کامیاب ہوا جس کا نسب پست تر اور بدترین تھا باقیوں کی نسبت، اور تو اس کا بیٹا مشہور ہوگیا۔ پس مجھ سے دور رہو کیونکہ تو نجس اور ہم پاک و پاکیزہ خاندان ہیں۔ خدا نے رجس کو ہم سے دور رکھا ہے، اور پاک و پاکیزہ کردیا ہے۔

عمرو نے جب اس جواب کو سنا تو اُس میں جواب دینے کی طاقت نہ رہی اور غصے کی حالت میں واپس لوٹ گیا۔ (شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج۶، ص۲۷)۔

روایت ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام معاویہ کے پاس تشریف لائے تو حضرت کی ہیبت و وقار اور عزت کو دیکھ کر غصے میں آگیا اور حسد و بغض سے بھر گیا، اور کہا کہ بیوقوف اور کمزور شخص تمہارے پاس آیا ہے جس کی عقل اُس کی داڑھی کے درمیان ہے۔ عبداللہ بن جعفر وہاں موجود تھے۔ وہ اس بات کو برداشت نہ کرسکے اور اُسے آواز دی۔ پھر راوی عبداللہ ابن جعفر کی بات کو نقل کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ امام نے اُن کی باتوں کو سنا اور فرمایا:

اے معاویہ! ہمیشہ تیرے پاس ایسے آدمی رہتے ہیں جو لوگوں کے گوشت میں اپنے دانت داخل کرتے رہتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر چاہوں تو ایسا کام کروں کہ تو مشکلات اور پریشانیوں میں گھر جائے اور تیرا سانس حلق میں تنگ ہوجائے۔

پھر امام علیہ السلام نے ان اشعار کو پڑھا:

اے معاویہ! کیا اس عبد سہم کو حکم دیتے ہو کہ لوگوں کے درمیان مجھے بُرا بھلا کہے، جب قریش مجالس برپا کرتے ہیں تو توجانتا ہے کہ اُن کا کیا ارادہ ہوتا ہے؟ تو بیوقوفی کی وجہ سے مجھے برا بھلا کہتا ہے۔ اُس بغض و کینہ کی وجہ سے جو ہمیشہ سے ہمارے بارے میں دل میں رکھتا ہے۔

کیا تیرا بھی میرے باپ کی طرح باپ ہے کہ اس پر فخر کرسکے ؟ یا مکروفریب کررہا ہے۔ اے حرب کے بیٹے! تیرا نانا میرے نانا کی طرح نہیں ہے جو خدا کے رسول ہیں۔ اگر چاہے تو اپنے اجداد کو یاد کر۔ میری والدہ کی طرح قریش میں کوئی ماں نہیں ہے کہ جس سے باکمال بچے پیدا ہوں۔

اے حرب کے بیٹے! کون ہے جو میری طرح اشعار پڑھے اور کوئی شخص بھی میری طرح کسی کو سرزنش کرنے کے لائق نہیں ہے۔

چپ رہو اور ایسا کام مت کرو جس کے خوف سے بچے بوڑھے ہو جائیں۔(المحاسن والاضداد، جاحظ، ص۹۵)۔

امام علیہ السلام معاویہ کے پاس آئے اور فرمایا:

تمام قریش والے جانتے ہیں کہ میں غالب اور مہربان ہوں اور میں نے کبھی بھی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا، اور تاریکی میں نہیں پڑا کیونکہ میری پہچان واضح اور میرے والد بلند مرتبہ اور اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ امام کی اس گفتگو نے عمرو بن عاص کو غمگین کیا اور امام علیہ السلام کے متعلق نازیبا باتیں کرنے لگا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

خدا کی قسم! اگر تو اپنے نسب کو یاد کرے اور اپنے غلط عقیدے پر عمل کرے گا تو کبھی بھی کسی نیک مقصد تک نہیں پہنچ پائے گا، اور عزت و کامیابی تیرے ہاتھ نہیں آسکتی۔ خدا کی قسم! اگر معاویہ میری بات مان لے تو تجھے ایک فریب کار اور دھوکا باز دشمن قرار دے کیونکہ کنجوسی تیری پرانی عادت ہے۔ اپنے بغض و کینہ کو چھپاتی ہو، اور بلند و بالا مقام کی طمع و لالچ کرتے ہو، حالانکہ تو درخت کی ایسی شاخ ہے جو سرسبز ہونے اور پھل دینے سے قاصر ہے، اور تیرے وجود کی چراگاہ ایسے سبزہ کی لیاقت نہیں رکھتی۔ لیکن خدا کی قسم! یہ چیز قریب ہے کہ قریش کے شیروں کے تیز دانتوں کے درمیان نظر آؤ۔ ایسے شیر جو طاقتور، بہادر اور قوی سوار ہیں، اور تجھے چکی کے دانے کی طرح پیس کررکھ دیں گے، اور جب وہ تیرے سامنے آئیں گے تو تیری فریب کاری تجھے فائدہ نہ دے گی۔(المحاسن والمساوی، بیہقی، ج۱، ص۶۵)۔

روایت ہے کہ ایک دن معاویہ نے امام علیہ السلام کے مقابلے میں فخر کیا اور کہا: میں بطحا اور مکہ کا بیٹا ہوں۔ میں اُس کا بیٹا ہوں جو زیادہ معاف کرنے والا اور بلند عزت والا ہے۔ میں اُس کا بیٹا ہوں جس نے قریش کو جوانی اور بڑھاپے میں بلند مقام بخشا۔امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:

اے معاویہ! میرے مقابلے میں فخر کرتے ہو؟ میں اُس کا بیٹا ہوں جو زمین کی رگوں میں اور تہہ میں موجود ہے۔ میں تقویٰ کے ٹھکانے کا بیٹا ہوں۔ میں اُس کا بیٹا ہوں جو ہدایت کو ساتھ لایا۔ میں اُس کا بیٹا ہوں جس کی لازوال فضیلتوں اور بلند و بالا مقام اور رتبے نے لوگوں کو سرداری کے مقام تک پہنچادیا۔ میں اُس کا بیٹا ہوں جس کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے، اور جس کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ کیا تیرا باپ میرے والد کی طرح ہے کہ تو اُس پر فخر کرسکے؟ کیا تیرے نانا میرے نانا کی طرح ہے کہ تو میرے نانا سے اُس کا مقابلہ کرسکے؟ کہہ ہاں یا نہ!معاویہ نے کہا کہ میں کہتا ہوں "نہ"، اور آپ کی بات کی تصدیق ہے۔امام علیہ السلام نے فرمایا:

حق چمکنے والا ہے اور وہ بدلتا نہیں ہے، اور حق کو صرف عقل والے ہی پہچانتے ہیں۔(مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۲۲)۔

روایت ہے کہ ایک دن معاویہ نے امام علیہ السلام کے مقابلے میں فخر کیا اور کہا کہ اے حسن ! میں تجھ سے بہتر ہوں ۔ امام نے فرمایا: اے ہند کے بیٹے! یہ چیز کیسے ممکن ہے کیونکہ لوگ ہمارے اردگرد جمع ہیں، نہ کہ تیرے اردگرد۔

دور ہے ، دور ہے اے جگر کھانے والی ہند کے بیٹے! غلط اور بُرے راستے سے اپنے لئے مقام و مرتبہ کو حاصل کیا ہے۔ جن لوگوں نے تیری حکومت کو قبول کیا ہے، وہ دو طرح کے گروہ ہیں، یا آزادی کے ساتھ قبول کیا ہے یا مجبوراً۔ جس نے تیری اطاعت کی ہے، اُس نے خدا کی نافرمانی کی ہے اور جو مجبور ہیں ، وہ کتابِ خدا کے حکم کے مطابق عذر رکھتے ہیں۔

میں کبھی بھی یہ نہ کہتا کہ میں تجھ سے بہتر ہوں کیونکہ تیرے اندر کوئی اچھائی ہے ہی نہیں لیکن جس طرح خدا نے مجھے پستیوں سے دور رکھا تو اسی طرح تجھے بھی فضیلتوں سے دور رکھا۔(بحار، ج۴۴،ص۱۰۴)۔

۔ حضرت امام حسن (علیہ السلام) کا مناظرہ ولید بن عقبہ کے ساتھ

امام علیہ السلام نے اُس سے فرمایا: تجھے علی علیہ السلام کو گالیاں دینے میں برابھلا نہیں کہتا کیونکہ انہوں نے شراب پینے کیوجہ سے تجھے اسی کوڑے لگائے تھے، اور تیرے باپ کو جنگ ِبدر میں رسولِ خدا کے حکم سے قتل کیا تھا، اور خدا تعالیٰ نے ایک سے زیادہ آیات میں علی کو مومن اور تجھے فاسق کے نام سے یاد کیا ہے۔ شاعر نے تیرے اور علی علیہ السلام کے بارے میں کہا ہے:

خدا نے اپنی کتاب میں علی علیہ السلام اور ولید کے متعلق آیت نازل کی ہے۔

ولید کا مقام و ٹھکانا کفر ہے اور علی علیہ السلام خدا کے ساتھ ایمان رکھنے والے کے مقام پر ہیں۔ جو کوئی خدا کی عبادت کرتا ہے ، وہ فاسق اور جھوٹے کی طرح نہیں ہوسکتا۔

بہت جلد ولید اور علی علیہ السلام قیامت کے دن بدلہ لینے کیلئے بلائے جائیں گے۔ علی اُس جگہ بہشت کو پائیں گے اور ولید ذلت و پستی کو حاصل کرے گا۔(امالی، صدوق ،ص۳۹۶)۔

۔ حضرت امام حسن (علیہ السلام) کا مناظرہ یزید بن معاویہ کے ساتھ

امام حسن علیہ السلام اور یزید بن معاویہ بیٹھے کھجوریں کھا رہے تھے۔ یزید نے کہا کہ اے حسن ! میں تم سے دشمنی رکھتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

اے یزید! تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تیرے نطفہ کے ٹھہرنے کے وقت شیطان تیرے باپ کے ساتھ شریک تھا۔اس وجہ سے تیرے اندر میرے متعلق دشمنی پائی جاتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:(اور مال و اولاد میں اُن کے ساتھ شریک ہوتا ہے)، اور شیطان صخر کے نطفہ کے ٹھہرنے کے وقت تیرے دادا کے ساتھ شریک تھا۔ اسی وجہ سے وہ میرے نانا رسولِ خدا کے ساتھ دشمنی رکھتا تھا۔(مناقب آل ابی طالب، ج۳، ص۱۸۶)۔

حضرت امام حسن (علیہ السلام) کا مناظرہ حبیب بن مسلمہ فھری کے ساتھ

امام علیہ السلام نے حبیب بن مسلمہ فہری سے فرمایا: بہت سی تیری حرکتیں راہِ خدا سے ہٹ کر ہیں۔ اُس نے کہا لیکن میری حرکت تیرے والد کی طرف اس طرح نہ تھی۔ امام نے فرمایا:

ہاں! لیکن معاویہ کی تونے تھوڑی سی دنیا کے بدلے میں اطاعت کی ہے۔ اگر وہ تیرے دنیا کے کام انجام دیتا ہے تو آخرت میں تجھے اکیلا چھوڑ دے گا۔ اگر برا کام انجام دیتے ہو تو کہتے ہو کہ اچھا کام بھی انجام دیا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:(نیک اور برے کام کو آپس میں ملا دیتے ہیں)۔ لیکن تیرا کام اس آیت کے مطابق ہے کہ خدا فرماتا ہے:(اُن کے بُرے اعمال نے اُن کے دلوں کو زنگ آلود کردیا ہے)۔(مناقب آل ابی طالب، ج۳، ص۱۸۸)۔

۔ حضرت امام حسن (علیہ السلام) کی گفتگو توحید کے متعلق حسن بصری کے ساتھ

حسن بصری نے امام علیہ السلام کو خط لکھا۔ اما بعد! آپ اہل بیت نبوت اور حکمت کی کان ہیں۔ خدا نے آپ کو ایسی کشتی قرار دیا ہیجو ڈرادینے والی موجوں میں حرکت کرتی ہے۔ آپ کی طرف پناہ لینے والا پناہ پا گیا ، اور غلو کرنے والا آپ کی رسی کو چونچیں مارتا ہے۔ جس نے بھی آپ کی پیروی کی، وہ ہدایت پا گیا اور نجات پا گیا، اور جو بھی پیچھے رہ گیا، وہ ہلاک ہوگیا اور گمراہ ہوگیا۔ قضاوقدر کے متعلق امت کی حیرت اور اختلاف کے زمانے میں آپ کی طرف خط لکھ رہا ہوں ۔ جو کچھ خدا نے آپ اہل بیت کے پاس نازل فرمایا ہے ، وہ ہماری طرف ارسال فرمائیے تاکہ ہم اُسے پکڑ سکیں۔ امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا: اما بعد! پس جیسے تو نے کہا ہے کہ ہم خدا اور اُس کے اولیاء کے نزدیک اہل بیت ہیں۔ لیکن تیرے اور تیرے ساتھیوں کے نزدیک ایسے ہی ہوتے جیسا تو نے کہا ہے تو ہم پر کسی اور کو مقدم نہ کرتے اور ہمارے علاوہ کسی اور کا دامن نہ پکڑتے۔ میری جان کی قسم! آپ جیسے لوگوں کے متعلق خدا مثال دیتا ہے اور فرماتا ہے:(کیا تم تبدیل کرتے ہو اُس کو جو پست تر ہے، اُس کے ساتھ جو نیکی میں برتر ہے؟)۔ یہ تمہارے ساتھیوں کے لئے ہے، اس چیز میں جس کا تونے سوال کیا ہے اور تمہارے لئے ہے جو تم نے پیش کی ہے۔ اور اگر میرا ارادہ تجھ پر اور تیرے ساتھیوں پر حجت اور دلیل قائم کرنے کا نہ ہوتا تو میں تیرے خط کا جواب نہ دیتا، اور جو کچھ ہمارے پاس ہے، اُس سے آگاہ نہ کرتا۔ اگر میرا جوابی خط تیرے پاس پہنچ جائے تو سمجھ لینا کہ یہ تیرے اور تیرے دوستوں کے خلاف ایک تاکیدی دلیل کے طور پر ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے:(کیا وہ جو حق کی طرف دعوت دیتا ہے،وہ اس لائق ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود ہدایت یافتہ نہیں ہے، مگر یہ کہ اُس کو ہدایت دی جائے، تمہیں کیا ہوگیا ہے، تم کیسا حکم کرتے ہو)۔ وہ جو کچھ میں قضا و قدر کے لئے لکھوں، اُس کی پیروی کرو کیونکہ جو کوئی بھی خیروشر کے متعلق قضا و قدر کے ساتھ ایمان نہ رکھتا ہو، وہ کافر ہوگیا، اور جو کوئی بھی گناہوں کی نسبت خدا کی طرف دے، وہ غلطی پر ہے۔

بے شک خدا کی اطاعت اجباراً نہیں کی جاتی ، اور اگر کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ اُس پر غالب نہیں آگیا ہوتا، اور اُس نے اپنے بندوں کو بیکار اور ایسے ہی بیہودہ بھی نہیں چھوڑ رکھا بلکہ جو اُس نے اپنے بندوں کو دے رکھا ہے، اُس کا وہ مالک ہے، اور جس کی قدرت اُن کو دی ہوئی ہے، اُس پر وہ قدرت رکھتا ہے۔ اگر اُس کی اطاعت کریں تو وہ اُن کے لئے مانع اور سدراہ نہیں بنتا، اور اگر اُس کی نافرمانی کریں تو اگر وہ چاہے کہ گناہ کے انجام دینے میں کوئی رکاوٹ حائل ہوجائے تو ایسا کردیتا ہے، اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اُس نے ان کو گناہ کرنے پر نہیں اکسایا، اور اُن کو اس گناہ کے انجام دینے پر مجبور نہیں کیا بلکہ اُس نے ان کو اس گناہ کے انجام دینے اور گناہ سے بچنے پر قدرت دی ہے اور ان کیلئے گناہ کرنے اور گناہ سے رکنے کا راستہ کھول دیا ہے۔ پس جس چیز کا حکم فرمایا ہے اُس کی پیروی کرنے کیلئے اور جس چیز سے منع فرمایا ہے، اُس کو ترک کرنے کیلئے اُس نے ان لوگوں کے لئے راستہ قرار دیا ہے، اور تکلیف کو (یعنی احکام پر عمل کرنا) اُن لوگوں سے جو کم عقل یا بیمار ہیں، اٹھا لیا ہے۔(کنزالفوائد، جراجکی، ص۱۷۰)۔

حضرت امام حسن مُجتبیٰ کی شہادت

باوجودیہ کہ اپ بالکل خاموشی کی زندگی گزار رہے تھے مگر اپ خود بھی اس دور میں بنی امیہ کی ایذارسانیوں سے محفوظ نہیں تھے . ایک طرف غلط پروپیگنڈے اور بے بنیاد الزامات جن میں سے ان کی بلندی مرتبہ پر عام نگاہوں میں حرف ائے مثلاً کثرتِ ازدواج اور کثرتِ طلاق یہ چیز اپنی جگہ پر شریعت، اسلام میں جائز ہے مگر بنی امیہ کے پروپیگنڈے نے اس کو حضرت امام حسن علیہ السّلام کی نسبت ایسے ہولناک طریقہ پر پیش کیا کو ہرگز قابل قبول نہیں ہے . دوسرے بنی امیہ کے ہواخواہوں کا بُرا برتاؤ, سخت کلامی اور دشنام دہی اس کا اندازہ اما م حسین علیہ السّلامکے ان الفاظ سے ہوتا ہے کہ جو اپ مروان سے فرمائے تھے . جب امام حسن علیہ السّلام کے جنازے کے ساتھ مروان رورہا تھا , امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا ,,اج تم روتے ہو, حالانکہ ا سکے پہلے تم انھیں غم وغصہ کے گھونٹ پلاتے تھے جنھیں دل ہی خوب جانتا ہے،,,مروان نے کہا . ٹھیک ہے مگر وہ سب کچھ ایسے انسان کے ساتھ کرنا تھا جو پہاڑ سے زیادہ قوتِ برداشت رکھنے والا تھا.

اس بے ضرر اور خاموش زندگی کے باوجود بھی امام حسن علیہ السّلام کے خلاف وہ خاموش حربہ استعمال کیا گیا جو سلطنت بنی امیہ میں اکثر صرف کیا جارہا تھا . حاکم شام نے اشعث ابن قیس کی بیٹی جعدہ کے ساتھ جو حضرت امام حسن علیہ السّلام کی زوجیت میں تھی سازباز کرکے ایک لاکھ درہم انعام اور اپنے فرزند یزید کے ساتھ شادی کا وعدہ کیا اور اس کے ذریعہ سے حضرت حسن علیہ السّلام کو زہر دلوایا .امام حسن علیہ السّلام کے کلیجے کے ٹکڑے ہوگئے اور حالت خراب ہوئی .اپ نے اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السّلام کو پاس بلایا اور وصیت کی , اگر ممکن ہو تو مجھے جدِ بزرگوار رسولِ خدا کے جار میں دفن کرنا لیکن اگر مزاحمت ہو تو ایک قطرہ خون گرنے نہ پائے . میرے جنازے کو واپس لے انا اور جنت البقیع میں دفن کرنا . 82.صفر05ھئی کو امام حسن علیہ السّلام دنیا سے رخصت ہوگئے . حسین علیہ السّلام حسبِ وصیت بھائی کا جنازہ روضہ رسول کی طرف لے گئے مگر جیسا کہ امام حسن علیہ السّلام کو اندیشہ تھا وہی ہوا . ام المومنین عائشہ اور مروان وغیرہ نے مخالفت کی. نوبت یہ پہنچی کہ مخالف جماعت نے تیروں کی بارش کردی اور کچھ تیر جنازئہ امام حسن علیہ السّلام تک پہنچے , بنی ہاشم کے اشتعال کی کوئی انتہا نہ رہی مگر امام حسین علیہ السّلام نے بھائی کی وصیت پر عمل کیا اور امام حسن علیہ السّلام کا تابوت واپس لا کر جنت البقیع میں دفن کردیا

حضرت امام حسن علیہ السّلام اور حاکم شام معاویہ بن ابوسفیان میں جو صلح ہوئی تھی اس کی ایک خاص اہم شرط یہ تھی کہ معاویہ کو اپنے بعد کسی جانشین کے مقرر کرنے کا حق نہ ہوگا مگر سب شرطوں کو عملی طور سے پائمال کرتے ہوئے معاویہ نے اس شرط کی بھی نہایت شدت کے ساتھ مخالفت کی اور اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد کے لئے نامزد کرنا کیسا, بلکہ اپنی زندگی ہی میں ممالک اسلامیہ کا دورہ کر کے بحیثیت آئندہ خلیفہ کے یزید کی بیعت حاصل کر لی- اس وقت حضرت امام حسین علیہ السّلام نے بیعت سے انکار فرما دیا- حاکم شام نے آپ کو موافق بنانے میں ہر طرح کی کوشش کی مگر نتیجہ ناکامیابی ہوئی یزید نہ صرف یہ کہ اصولی طور پر اس کی خلافت ناجائز تھی بلکہ اپنے اخلاق , اوصاف اور کردار کے لحاظ سے اتنا پست تھا کہ تختِ سلطنت پر اس کا برقرار ہونا اسلامی شریعت کے لئے سخت خطرے کا باعث تھا- شراب و جوار, بدکار اور ایسے اخلاقی جرائم کا مرتکب تھا جن کا ذکر بھی تہذیب اور شائستگی کے خلاف ہے- اس پر طرہ یہ کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السّلام سے بیعت لینے پر مصر تھا گویا وہ اپنے خلاف, شریعت افعال کی صحت کے لئے پیغمبر اسلام کے نواسے سے سند حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ترتیب و تدوین: سید قمر علی عباس بخاری qbukhari@yahoo.com

معاویہ کی موت

۶۰ ء ہجری کے ماہ ِرجب میں معاویہ کی وفات کے بعد اس کے بیٹے یزید نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی اور بلا تاخیر اپنی مملکت کے تمام گورنروں اور وزراء کو خطوط لکھے اور انہیں باپ کی موت اور اپنی جانشینی کی اطلاع دی جس کے لئے اس کے باپ نے اپنی زندگی میں ہی لوگوں سے بیعت لے لی تھی۔ نیز انہیں اپنے عہدو پر برقرار رکھتے ہوئے حکم صادر کیا کہ وہ لوگوں سے دوبارہ اس کے لئے بیعت لیں۔ مدینے کے گورنر ولید بن عتبہ کو ایک مزید خصوصی مختصر سا خط بھی لکھا کہ مدینے کی تین معروف شخصیات سے ضرور بیعت لی جائے کیونکہ انہوں نے معاویہ کے دور میں بیعت ِیزید سے انکار کر دیا تھا۔

اس خصوصی حکم نامے میں یزید نے لکھا: **خُذِ الْحُسَيْنَ وَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَ◌َر وَ عَبْدَ اللهِ ابْنَ زُبَيْرٍ اَخْذًا شَدِيدًا لَيْسَتَ فيهِ رُخْصَةٌ حَتّٰى يُبَايِعُوا وَ السَّلامُ** ،

حسین بن علی ، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ ابن زبیر سے سختی کے ساتھ بیعت لو اور جب تک وہ بیعت نہ کر لیں اس امر میں کسی قسم کی نرمی کی اجازت نہیں ہے۔

امام حُسین عليه السلام سے بیعت کی طلبی

معاویہ کے آخری دنوں میں جب کہ اس نے یزید بن معاویہ کو اپنی زندگی میں ہی جانشین مقرر کر دیا تھا اور لوگوں سے بیعت طلب کرنا شروع کر دی تھی۔ اس کے اور حَضرت اِمام حُسینؑ بن علیؑ کے درمیان خط و کتابت ہوئی جس میں امام نے کافی سخت الفاظ استعمال کئے۔ یہ سلسلہ ابھی چل رہا تھا کہ اجل کا بلاوہ آیا اور معاویہ بن ابو سفیان ہلاک ہوا۔ باپ کی ہلاکت کے بعد یزید نے حکومت سنبھال لی اور ایک خط فوری طور پر مدینہ کے گورنر ولید کے نام لکھا۔ یزید نے معاویہ کی ہلاکت کی خبر دی اور فوری طور پر حَضرت اِمام حُسینؑ بن علیؑ سے بیعت طلب کرنے کو کہا۔

ولید بن عتبہ نے نے خط ملتے ہی مروان بن الحکم کو بلایا اور اس سے مشورہ کیا۔ اس نے رائے دی کہ معاویہ کی موت کی خبر پھیلنے سے پہلے ان افراد کو دربار میں بلا کر ان سے بیعت طلب کرو چنانچہ ولید نے اسی وقت ان حضرات کی طرف اپنا آدمی بھیجا۔ اس نے آکر انہیں کہا کہ ولید نے آپ کو ایک انتہائی حساس اور اہم مسئلے پر مشورہ کرنے کے لئے بلایا ہے۔ حضرت امام حُسین اور ابن زبیر مسجد نبوی میں مصروفِ گفتگو تھے کہ ولید کا پیغام ملا۔ ابن زبیر رات کے وقت اس بے موقع بلاوے پر خوفزدہ ہوگیا لیکن امام حُسین نے بڑی متانت کے ساتھ ابن زبیر کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا : **﴿اَرٰی اَنَّ طَاغِيَتَهُمُ قَدَ هَلَکَ﴾** (میرے خیال میں اس کا بادشاہ فوت ہو چکا ہے اور اس بلاوے کا مقصد یزدی کے لئے بیعت لینا ہے۔) امام نے اپنے نظریے کی تائید میں مزید فرمایا کہ "میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ معاویہ کے گھر سے آگ کے شعلے بلند ہوئے ہیں اور اس کا تخت الٹ گیا ہے۔" پھر امام نے اپنے خاندان کے تیس افراد کو حکم دیا کہ وہ مسلح ہوکر ان کے ساتھ دربار تک چلیں اور گورنر سے گفتگو کے دوران باہر تیار کھڑے رہیں تاکہ ضرورت کے وقت ان کا دفاع کر سکیں۔ امام کی پیشگوئی کے عین مطابق ولید نے آپ کو معاویہ کی موت کی اطلاع دینے کے ساتھ ساتھ یزید کے لئے بیعت طلب کی۔ امام نے جواب میں فرمایا: "مجھ جیسی شخصیت کو مخفی طور پر بیعت نہیں کرنی چاہیئے اور تمہیں بھی ایسی بیعت پرا راضی نہیں ہونا چاہیئے چونکہ تم نے مدینے کے تمام افراد کو تجدید بیعت کے لئے بلانا ہے ہم نے بھی اگر بیعت کا فیصلہ کر لیا تو سب لوگوں کے ساتھ مل کر بیعت کر لیں گے"۔ یعنی یہ بیعت خوشنودیٔ خدا کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے لی جا رہی ہے لہٰذا اس کا انعقاد اعلانیہ طور پر ہونا چاہیئے نہ کر مخفیانہ طریقے سے۔ ولید نے امام کے اس نقطہٴ نظر سے اتفاق کیا اور رات کے وقت اس طرح بیعت لینے پر اصرار نہ کیا۔

جب امام دربار سے باہر نکلنے کے لئے اٹھے تو مروان بن حکم نے (جو وہاں بیٹھا ہوا تھا) اشارے سے ولید کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی کہ اگر تم اس موقع پر حسین سے بیعت نہ لے سکے تو پھر تمہیں بیعت حاصل کرنے کے لئے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور شاید خونریزی کی بھی نوبت آجائے۔ بس بہتر یہ ہے کہ تم انہیں اسی دربار میں ٹھہرائے رکھو یہاں تک کہ بیعت کر لیں یا پھر یزید کے حکم کے مطابق تم انہیں قتل کر دو۔ امام نے جب مروان کا یہ اشارہ دیکھا تو فوراً خشمناک ہوکر فرمانے لگے: "زرقا کے بیٹے! تم جھوٹ بولتے ہو اور گناہ کے مرتکب ہو۔ یہ تمہاری خام خیالی ہے کہ مجھے قتل کر سکو"۔ اس کے بعد امام نے ولید سے مخاطب ہوکر فرمایا: **﴿اَيُّهَا الأَمِيرِ اِنَّا اَهْلُ بَيْتِ النُّبُوَّة﴾** (اے امیر! ہم خاندان نبوت ہیں، رسالت کی کان ہیں ہمارا خاندان فرشتوں کی آمد و رفت کی آماج گاہ، اور رحمت خدا کے نزول کی جگہ ہے، خداوند عالم نے ہمارے خاندان کے لئے اسلام کی ابتدا فرمائی اور آخر تک یہ اسلام ہمارے ہی خاندان کے ذریعے ترقی کی منازل طے کرے گا، البتہ یزید جس کی بیعت کی تم مجھ سے توقع رکھتے ہو، وہ تو شرابی ہے اس کے ہاتھ بے گناہ افراد کے خون سے آلودہ ہیں وہ ایسا شخص ہے جو احکام الٰہی د کی حرمت کو پامال، اور لوگوں کے سامنے اعلانیہ طور پر فسق و فجور کرتا ہے، آیا مجھ جیسے نمایاں اور پاکیزہ ترین خاندان کے فرد کے لئے جائز ہے کہ ایسے فاسق و فاجر کی بیعت کرے اور تم دونوں کو چاہیئے کہ مستقبل کو پیش ِنظر رکھیں اور تم عن قریب جان لو گے کہ خلافت اور امت ِمسلمہ کی رہبری کرنے اور لوگوں سے بیعت لینے کے لئے کون زیادہ حق دار و سزاوار ہے۔ اس موقع پر دربارِ ولید میں شور و غوغا اٹھا اور امام حُسین کے ان سخت کلمات کی آواز جب نوجوانانِ بنی ہاشم تک پہنچی تو انہیں خطرے کا احساس ہوا۔ چنانچہ فوراً ہی چند جوان دربار میں داخل ہوگئے۔ لیکن اما م نے انہیں روک لیا اور ولید و مروان کو حیران و پریشان چھوڑ کر اور ان کی تمام امیدوں پر پانی پھیرتے ہوئے دربار سے واپس لوٹ ا آئے۔

اس واقعے کے بعد خاندان عصمت و طہارت کے دیرینہ دشمن (مروان بن حکم) سے جب امام کا آمنا سامنا ہوتا ہے تو مروان بولا ابا عبد اللہ الحسین میں آپ کا خیر خواہ ہوں اور آپ کو ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں اگر آپ اسے قبول فرما لیں تو یہ آپ کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ امام نے فرمایا: اپنی تجویز پیش کرو۔ اس نے عرض کی: "جب کل رات ولید بن عتبہ نے آپ کو بلا کر آپ سے بیعت کا مطالبہ کیا تھا تو آپ کو یزید کی بیعت کر لینی چاہیئے تھی اور یہ چیز آپ کے لئے دنیا و آخرت میں سود مند ثابت ہوتی"۔ امام نے اس کے جواب میں فرمایا: **﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَ عَلَى الإِسْلَامِ ۔ الخ﴾** اب اسلام پر فاتحہ پڑھ لینی چاہیئے چونکہ مسلمانوں کا حاکم یزید بن گیا ہے۔ ہاں، میں نے اپنے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ "ابو سفیان کے خاندان پر خلافت حرام ہے اور اگر تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے فوراً مار ڈالنا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ مدینہ کے لوگوں نے اسے منبر رسول پر دیکھا لیکن اسے قتل نہ کیا۔ اب

خداوند تعالیٰ نے ان پر یزید جیسے فاسق و فاجر کو مسلط کر دیا ہے۔"

دربار ولید سے واپسی پر اسی رات امام حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہوئے اور آنحضرت کی قبر کے پہلو میں رونق افروز ہو کر ان جملوں سے زیارت شروع کی: ﴿اَلسَّلاٰمُ عَلَیْکَ یٰا رَسُوْلَ اللّٰہِ﴾ اے رسول خدا آپ پر درود و سلام ہو میں حسین آپ کا فرزند ہوں، آپ کی لخت جگر کا فرزند ہوں اور آپ کا وہ شائستہ ترین فرزند ہوں جسے آپ نے امت کی ہدایت و رہبری کے لئے اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اے پیغمبر خدا اب ان لوگوں نے مجھے کمزور کرنے کی سازش کی ہے اور میرے اس مقام کی حفاظت نہیں کی۔ یہی میری آپ سے شکایت ہے یہاں تک کہ میں آپ سے ملاقات کروں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذٰا قَبْرُ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ (ص) وَ اَنَا ابْنُ بِنْتِ نَبِیِّکَ وَقَدْ حَضَرَنی مِنَ الْأَمْرِ مٰا قَدْ عَلِمْتَ اَللّٰھُمَّ اِنّی اُحِبُّ الْمَعْرُوْفَ وَ اُنْکِرُ الْمُنْکَرَ وَاَسْئَلُکَ یٰا ذَا الْجَلاٰلِ وَالْاِکْرٰامِ بِحَقِّ الْقَبْرِ وَمَنْ فیہِ اِلاَّ اخْتَرْتَ لی مَا ھُوَ لَکَ رَضًی وَ لِرَسُوْلِکَ رِضًی۔ امام نے دوسری رات بھی زیارت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصد کیا۔ مزارِ مقدس پر حاضر ہو کر یوں گویا ہوئے: "خدایا! یہ تیرے پیغمبر جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر ہے اور میں تیرے پیغمبر کی بیٹی کا فرزند ہوں میرے لیے ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے ہیں جنہیں تو خود بھی جانتا ہے۔ خدایا! خدایا! میں نیکی اور معروف کو دوست رکھتا ہوں اور برائی و منکر سے بیزار ہوں اے خدائے بزرگ! میں اس قبر کے احترام اور اس شخصیت کے احترام کا واسطہ دیتا ہوں جو اس میں رونق افروز ہے میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ میرے لئے ایسی راہ کھول دے جو تیری رضا اور خوشنودی کا باعث ہو اور تیرے پیغمبر کی رضا و خوشنودی بھی جس میں مضمر ہو"۔

خوارزمی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ امام اس رات کو صبح تک پیغمبر کی قبر کے پہلو میں اس طرح عبادت اور مناجات میں مصروف رہے کہ علی کے تہجد گزار فرزند کی آہ و بکا اور گریہ و زاری کی آواز لوگوں کے کانوں تک شب بھر پہنچتی رہی۔ بیعتِ یزید کے سلسلے میں امام کی مخالفت اور حکومتِ یزید کے خلاف جدوجہد کے مصمم ارادے کا علم جب مدینہ کے کچھ مشہور و معروف افراد (خصوصاً امام کے اپنے خاندان اور قوم و قبیلہ کے افراد) کو ہوا تو ان میں سے جو لوگ امامت و رہبری کے الٰہی منصب کی ذمہ داریوں سے آگاہ نہ تھے بلکہ صرف وجود امام کی حفاظت کے لئے فکرمند تھے، امام کے پاس پہنچے اور مشورہ دیا کہ یزید سے صلح کرلی جائے۔ ان افراد میں امیر المؤمنین کے ایک فرزند بھی شامل تھے جن کا نام اطرف تھا اور عمر اطرف کے نام سے معروف تھے، عرض کی: "اے برادر گرامی! بھائی حسن مجتبیٰؑ نے والد گرامی امیر المؤمنین سے نقل کیا ہے کہ یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے اور میرے خیال میں یزید بن معاویہ سے آپ کی مخالفت بالآخر آپ کی شہادت کا باعث بنے گی۔ اگر آپ یزید کی بیعت کر لیں تو یہ خطرہ برطرف ہو جائے گا اور آپ قتل ہونے سے بچ جائیں گے۔" امام نے جواب میں فرمایا: (حَدَّثَنی اَبی) "میرے باپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے اپنے قتل ہونے اور اسی طرح میرے قتل ہونے کی خبر مجھ سے بھی بیان فرمائی تھی اور ساتھ ساتھ یہ جملہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ میری قبر ان کی قبر کے قریب ہوگی کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ مجھے اس کی خبر نہیں؟؟!! خدا کی قسم! میں ہرگز ذلت قبول نہیں کروں گا میری مادر بزرگوار فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا قیامت کے دن اپنے والد گرامی سے شکایت کریں گی کہ ان کے فرزندوں کو امت نے اذیتیں پہنچائیں تو جو شخص فرزندان فاطمہ زہرا کو اذیت دے کر جناب زہرا کی رنجش اور اذیت کا سبب بنے گا وہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا

ام المومنین حضرت ام سلمہ

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ محترمہ "ام سلمیٰ" حضرت امام حُسین کے ارادے سے آگاہ ہوئیں تو فوراً امام کے پاس پہنچیں اور فرمانے لگیں: ﴿**لا تحزَنی بِخُرُوْجِکَ اِلَی الْعِراٰقِ۔۔۔**﴾ (اے فرزند رسول! عراق کی طرف سفر اختیار فرما کر مجھے غمگین نہ کریں اس لئے کہ میں نے آپ کے جد امجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "میرا فرزند حسین عراق کی سرزمین میں کربلا کے مقام پر شہید کر دیا جائے گا۔" امام حُسین نے حضرت ام سلمیٰ کے جواب میں فرمایا: ﴿**یٰا اُمّٰاہُ وَ اَنَا اَعْلَمُ اِنّی مَقْتُولٌ مَذْبُوحٌ ظُلْمًا ۔۔۔۔۔**﴾ "(اے مادر گرامی! یہ خیال نہ کریں کہ فقط آپ ہی اس موضوع سے باخبر ہیں کہ (میں آپ سے بہتر جانتا ہوں کہ ظلم و ستم اور عداوت و کینہ توزی کی انتہائی حدود پر میں شہید کر دیا جاؤں گا اور میرا سر تن سے جدا کر دیا جائے گا۔ خدا کی یہی منشاء ہے کہ میرے فرزند شہید کر دیئے جائیں اور میرے اہل بیت اور میرے اہل حرم اسیر بنا لیے جائیں اور انہیں زنجیروں میں جکڑ دیا جائے۔ ان کے استغاثوں کی صدائیں بلند ہوں لیکن کوئی ان کی مدد کرنے والا اور فریاد رس نہ ہو۔"

وصیت نامہ

امام نے مدینے سے مکہ کی طرف روانگی کے وقت یہ وصیت نامہ لکھا، اس پر اپنی مہر ثبت کی اور اپنے بھائی محمد حنفیہ کے حوالے کیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ھٰذٰا مٰا اَوْصٰی بِہِ اَلْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ اِلٰی اَخیہِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَّۃِ اَنَّ الْحُسَیْنَ یَشْھَدُ اَنْ لاٰ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہُ لاٰ شَرِیکَ لَہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَ رَسُوْلُہُ جٰاءَ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِہِ وَاَنَّ الْجَنَّۃَ حَقٌّ وَ النّٰارَ حَقٌّ وَ السّٰاعَۃَ آتِیَۃٌ لاٰ رَیْبَ فِیھٰا وَاَنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ وَ اِنّی لَمْ اَخْرُجْ اَشِرًا وَلاٰ بَطِراً وَلاٰ مُفْسِدًا وَلاٰ ظٰالِماً وَ اِنَّمٰا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْإِصْلاٰحِ فِی اُمَّۃِ جَدّی (ص) اُرِیدُ اَنْ آمُرَ بِالْمَعْرُوفِ وَ اَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اَسِیْرَ بِسیرَۃِ جَدّی وَ اَبی عَلِیِّ بْنِ اَبِیطٰالِبٍ فَمَنْ قَبِلَنی بِقَبُولِ الْحَقِ فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِالْحَقِّ وَمَنْ رَدَّ عَلَیَّ ھٰذٰا اَصْبِرُ حَتّٰی یَقْضِیَ اللّٰہُ بَیْنی وَ بَیْنَ الْقَوْمِ وَ ھُوَ خَیْرُ الْحٰاکِمِینَ وَ ھٰذِہِ وَصِیَّتی اِلَیْکَ یٰا اَخی وَمٰا تَوْفیقی اِلاَّ بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْہِ اُنیبُ۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وصیت حسین ابن علی کی طرف سے بھائی محمد حنفیہ کے نام۔ حسین توحید و یگانگت پروردگار کی اور اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ خداد کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد خدا کے عبد اور اس کے رسول ہیں اور آپ آئین حق (اسلام) خدا کی طرف سے لوگوں کے لئے لائے ہیں اور یہ کہ بہشت و دوزخ حق ہے۔ روزِ جزا بغیر کسی شک کے وقوع پذیر ہوگا اور خداوند عالم تمام انسانوں کو اس دن دوبارہ زندہ کرے گا"۔ امام نے اس وصیت نامے میں توحید و نبوت و معاد کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کرنے کے بعد اپنے سفر کے مقاصد اس طرح بیان فرمائے: "میں خود خواہی یا سیر و تفریح کے لئے مدینہ سے نہیں نکل رہا اور نہ ہی میرے سفر کا مقصد فساد اور ظلم ہے بلکہ میرے اس سفر کا مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے اس سفر کے دوران امت کے مفاسد کی اصلاح کروں۔ اپنے جد امجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قوانین اور ان کی سنتوں کو زندہ کروں

اور اپنے پدر بزرگوار علیؑ کا راستہ اور ان کا طرز عمل اپناؤں۔ پس جو شخص یہ حقیقت قبول کرتا ہے (اور میری پیروی کرتا ہے) اس نے گویا راہ خداد کو قبول کیا اور جو شخص بھی میرے اس ہدف اور میری اس آرزو کو رد کرتا ہے (میری پیروی نہیں کرتا (میں صبر و استقامت کے ساتھ اپنا راستہ اختیار رکھوں گا یہاں تک کہ خداوند عالم میرے اور ان افراد کے درمیان فیصلہ کرے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا اور حاکم مطلق ہے۔ بھائی یہ میری وصیت آپ کے لئے ہے اور خداوند تعالیٰ سے توفیق کا طلبگار ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف میری بازگشت ہے"۔

امام حُسینؑ کے اقوال

امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

- لَو عَقَلَ النَّاسُ وَ تَصَوَّرُوا المَوتَ بِصُورَتِهِ لَخَرَبَتِ الدُّنیَا

اگر لوگ موت کو عقل سے اس کی واقعی شکل کے ساتھ تصور کرتے تو دنیا ویران ہو جاتی۔

- شُکرُکَ لِنِعمَةٍ سَالِفَةٍ یَقتَضِی نِعمَةً آنِفَة

گزشتہ نعمتوں پر شکر کرنا آئندہ نعمتوں کا سبب بنتا ہے

- مَن قَبِلَ عَطٰائکَ فَقَد اَعانکَ عَلیٰ الکَرَم

جس نے تمھاری عطا کو قبول کر لیا گویا اس نے کرم کرنے میں تمھاری مدد کی

- اِتَّقُوا هٰذِہِ الاَهوَائَ اَلَّتِی جَمَاعُها الضَّلاَلَةُ وَمِیعٰادُ هَا النَّار

ان خواہشات نفسانی سے بچو، جو گمراہی اور آتش جہنم کا مجموعہ ہے

- مَن سَرَّہُ اَن یَنسیٰ فِی اَجَلِهِ وَیَزَادُ فِی رِزقِهِ فَلیَصِلُ رَحِمَه

جو شخص اپنے موت میں تاخیر چاہتا ہو، اورچاہتا ہو کہ اس کے رزق میں اضافہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے

&.b3p;●اَعجَزُ النَّاسِ مَن اَعجزَ عَنِ الدُّعَا

عاجز ترین شخص وہ ہے جو دعا کرنے سے عاجز ہو

- یٰا هٰذَا کَف عَن الغَیبَة فَاِنَّهٰا اِدام کلَاب النَّار

اے لوگو غیبت کرنے سے پرہیز کرو کیوں کہ یہ جہنمی کتوں کی خوراک ہے

- مَاذَا وَجَدکَ مَن فَقَدکَ وَمَا الَّذِی فَقَدکَ مَن وَجَدکَ

اس کو کیا ملا جس نے تجھے کھو دیا اور اس نے کیا کھویا جس نے تجھے پا لیا

- لاَ یَکمُلُ العَقَلَ اِلَّا بِاتِّبَاعِ الحَقّ

حق کی اتباع کے بغیر عقل کامل نہیں ہوتی

- اَلصَنِیعَةُ مِثلَ وَابِلِ المَطَرِ تَصِیبُ البَرَّ وَ الفَاجِر

نیکیاں اس مسلادھار بارش کے مانند ہیں جو نیکی اور بدی دونوں کو فیض پہنچاتی ہیں

- اَبخَلَ النَّاسِ مَن بَخِلَ بِالسَّلاَم

بخیل ترین انسان وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل کرے

- رُبَّ ذَنبٍ اَحسَنَ مِنَ الاِعتِذَارِ فِیهِ

بعض گناہ ایسے ہیں جو معذرت خواہی سے بدتر ہیں

مکہ روانگی

امام حُسین نے تو اعلانیہ طور پر ولید سے ملاقات کے وقت اپنا موٴقف بیان فرما دیا تھا لیکن عبد اللہ بن زبیر ولید کے دربار میں حاضر نہ ہوا بلکہ اسی رات مخفی طور پر مدینہ ے نکلا اور غیر معروف راستوں سے مکہ پہنچ گیا۔ امام حُسین اتوار کے دن (ماہِ رجب کے آخری دو روز باقی تھے کہ) اپنے فرزندوں، خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے جب آپ شہر مدینہ چھوڑ رہے تھے تو یہ آیہٴ شریفہ آپ کی زبان مبارک پر تھی: ﴿فَخَرَجَ مِنۡهَا خَائفِاً یَتَرَقَّبُ۔۔۔﴾ "موسیٰ مصر سے خوف و ہراس کی حالت میں خارج ہوئے اور یہ فرما رہے تھے کہ پروردگار مجھے ان ظال اور ستمگر لوگوں سے نجات عطا فرما"۔

حسین ابن علیؑ نے اپنے اس جہاد میں مکہ جانے کے لئے عبد اللہ بن زبیر کے برعکس عمومی راستہ اختیار کیا جو مکہ کی طرف جانے کے لئے تمام مسافر اور کاروان استعمال کرتے تھے۔ امام کے ساتھیوں میں سے ایک نے آپ کو مشورہ بھی دیا کہ بہتر ہے آپ بھی عبد اللہ ابن زبیر کی طرح کوئی دوسرا صحرائی یا کوہستانی راستہ اختیار کریں تاکہ اگر آپ کے تعاقب میں بھیجے گئے کسی گروہ سے آپ کا آمنا سامنا ہو تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ امام نے اس تجویز کے جواب میں فرمایا: ﴿لاٰ وَ اللّٰہِ لاٰ اُفٰارِقُہُ ۔۔۔﴾ "خدا کی قسم میں یہ عمومی راستہ ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اس مرحلہ تک پہنچوں جو خدا چاہتا ہے

مدینہ سے مکہ تک پانچ دن کا سفر طے کرنے کے بعد بروز جمعہ ۳ شعبان کو امام مکہ معظمہ پہنچے۔ مکہ میں وارد ہوتے وقت آپ یہ آیت شریفہ تلاوت فرما رہے تھے: ﴿وَلَمَّا تَوَجَّہَ تِلۡقَاءَ مَدۡیَنَ ۔۔۔﴾ ترجمہ: "موسیٰ جب فرعون کی بڑی طاغوتی ریاست کو چھوڑ کر مدین کی طرف آئے تو یہ فرما رہے تھے کہ "میں امید کرتا ہوں میرا پروردگار میری راہنمائی کرتے ہوئے خیر و بھلائی کی طرف مجھے ہدایت فرمائے گا"۔۱

عبداللہ بن عُمر سے مُلاقات

عبد اللہ ابن عمر اپنے کسی ذاتی کام اور عمرے کی غرض سے مکہ میں موجود تھا اور انہی ایام میں مدینہ واپسی کی اطلاع ملی۔ وہ امام کے حضور پہنچا اور دوران گفتگو یہ تجویز پیش کی کہ آپ یزید کے ساتھ صلح کر لیں۔ اس نے امام کو طاغوت کی مخالفت کرنے اور اس سے جنگ کرنے کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔ اور خوارزمی کے بقول اس نے کہا: "اے ابا عبد اللہ لوگوں نے اس شخص کی بیعت کر لی ہے۔ درہم و دینار اس شخص کے پاس ہیں لہٰذا لوگ مجبوراً اس کی طرف آئیں گے۔ اور اس خاندان کو آپ کے ساتھ جو دشمنی ہے اس کی وجہ سے میں ڈرتا ہوں کہ اگر آپ اس کی مخالفت کریں گے تو شہید کر دیئے جائیں گے اور کچھ مسلمان بھی اس راہ میں قربان ہو جائیں گے۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حسین قتل کر دیئے جائیں گے اور اگر لوگوں نے ان کی مدد نہ کی تو وہ ذلت و خواری میں مبتلا ہوں گے لہٰذا میری تجویز یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کی طرح آپ بھی صلح اور بیعت کی راہ اپنائیں اور مسلمانوں کا خون بہانے سے ڈریں"۔ امام مختلف افراد سے گفتگو کے وقت مخاطب کی طرز، فکر، اس کے شعور اور ذہنی سطح کو دیکھ کر مناسب جواب دیا کرتے تھے۔

عبد اللہ ابن عمر کی اس تجویز کے جواب میں امام نے فرمایا: "اے ابا عبد الرحمن کیا تم نہیں جانتے کہ دنیا اس قدر حقیر اور پست ہے کہ بنی اسرائیل کے زنا کار اور ناپاک ترین افراد کے سامنے عظیم ترین انسان اور عظیم الشان پیغمبر خدا کا کٹا ہوا سر لایا گیا؟؟!! عبد اللہ! کیا تم نہیں جانتے کہ بنی اسرائیل خداوند عالم د کے اس قدر مخالف تھے کہ اول صبح ستر پیغمبروں کو قتل کرتے اور پھر خرید و خروخت اور دنیا کے روزِمرہ کے کاموں میں اس طرح مشغول ہو جاتے تھے گویا انہوں نے چھوٹا سا گناہ بھی نہیں کیا۔ خداوند عالم د نے انہیں کچھ دن تو مہلت دی لیکن بالآخر انہوں نے اپنے اعمال کی سزا بھگتی اور خدائے قادر و منتقم کا انتقام انہیں شدید ترین صورت میں پہنچا"۔ پھر امام نے فرمایا: "اے ابا عبد الرحمن! خدا سے ڈرو اور میری نصرت سے کنارہ کشی اختیار نہ کرو"۔ شی صدوق علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں کہ جب عبد اللہ ابن عمر نے دیکھا کہ میری تجویز کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو اس نے عرض کی" :اے ابا عبد اللہ! میری خواہش ہے کہ مفارقت اور جدائی کی ان گھڑیوں میں آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے بدن کا وہ حصہ چوم لوں جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسہ دیا کرتے تھے۔ امام نے اپنا پیراہن اوپر کیا اور عبد اللہ ابن عمر نے آپ کے سینۂ مبارک کا تین دفعہ بوسہ لیا، اور روتے ہوئے کہا: ﴿اَسْتَوْدِعُکَ یٰا اَبٰا عَبْدِ اللّٰہ﴾ "اے ابا عبد اللہ میں آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں آپ اس راہ میں شہید کر دیئے جائیں گے"۔

عبداللہ بن عُمر کا جائزہ

باوجودیکہ امام صراحتاً فرما رہے ہیں کہ عبد اللہ !خدا سے ڈرو اور میری مدد ترک نہ کرو مگر عبداللہ بن عمر نہ صرف خود نصرت امام سے سرکشی کرتا ہے بلکہ مدینہ پہنچتے ہی یزید سے اعلانِ وفاداری کرتا ہے اور حزب اللہ کی بجائے حزبِ شیطان سے جا ملتا ہے۔ جی ہاں ہمیں عبد اللہ بن عمر کا اصلی چہرہ پہچاننا چاہیئے تاکہ اپنے زمانے کے "عبد اللہ بن عمر" پہچان سکیں جو ظاہری طور پر تو امام کی نصرت کی بجائے گریہ و زاری کرتے ہیں لیکن اندرونی طور پر یزیدی اور طاغوتی طاقتوں سے ہم پیمان ہوتے ہیں اور اندرون خانہ انہی کے ہمنوا ہوتے ہیں۔ حضرت عثمان ص کے قتل کے بعد مدینہ کے تمام مسلمانوں کے باہمی اتفاق و اصرار اور ان کی مشترکہ پیش کش کی وجہ سے حضرت علیؑ تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے لیکن عبد اللہ ابن عمر ان سات افراد میں شامل تھا جنہوں نے حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی تھی۔ ان کا بہانہ یہ تھا کہ جب تمام مسلمان بیعت کرلیں گے، ہم بھی بیعت کر لیں گے۔ عبد اللہ ابن عمر کا کہنا تھا کہ میں علی کی بیعت کرنے والا آخری شخص ہوگا۔ مالک اشتر نے حضرت امیر سے عرض کی: "یا امیر المؤمنین! اسے چونکہ آپ کی تلوار کا ڈر نہیں اس لئے یہ بہانے کرتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو اسے تھوڑا سا مزہ چکھا دوں"۔ حضرت امیر نے جواب میں فرمایا: "میں کسی کو بیعت کے لئے مجبور نہیں کروں گا۔ اسے آزاد چھوڑ دو وہ جس راہ کا چاہے انتخاب کرے"۔ لیکن ایک روز جناب امیر کو خبر دی گئی کہ عبد اللہ ابن عمر آپ کی حکومت کو ختم کرنے کے لئے مکہ چلا گیا ہے اور وہاں سازش میں مصروف ہے۔ امام نے اس کی تمام سرگرمیوں کو زیر نظر رکھنے اور ان کا مناسب سدِباب کرنے کی غرض سے اپنا ایک آدمی مکہ بھیج دیا۔ چنانچہ عبد اللہ ابن عمر کو کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہو سکی اور وہ مدینہ واپس آگیا لیکن جناب امیر کی حکومت کو اس نے کبھی تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی ان کی بیعت کی۔ لیکن جناب امیر کی شہادت کے بعد اس نے فوراً معاویہ کی بیعت کرلی۔ یہ تھا عبد اللہ ابن عمر کا اصلی چہرہ جس نے علیؑ جیسی شخصیت اور ان کی اسلامی حکومت کے ساتھ یہ سلوک روا رکھا۔ اور معاویہ اور اس کی طاغوتی حکومت سے دوستانہ روابط برقرار رکھے۔

عبد اللہ ابن عمر اور بیعت یزید بن معاویہ معاویہ جب اپنے بیٹے کے لئے بیعت لے رہا تھا تو عبد اللہ ابن عمر مخالفین کے گروہ سے جا ملا لیکن نہ معاویہ اس کی مخالفت سے پریشان تھا اور نہ یزید۔۔۔؟؟!! اس لئے کہ خود معاویہ جب اپنے بیٹے کے مخالفین کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا تو عبد اللہ بن عمر کا نام آنے پر اس نے کہا: ﴿فَاَمَّا عَبْدُ اللّٰہِ بْن عُمَر فَھُوَ مَعَکَ فَالْزَمْہُ وَلاٰ تَدعَہُ﴾ "عبد اللہ بن عمر اگرچہ بیعت سے گریزاں ہے لیکن اس کا دل تیرے ساتھ ہے، اس کی قدر جانو اور اسے خود مت چھوڑو"۔ معاویہ کی اس پیش گوئی کے پیش نظر بیعت یزید سے عبد اللہ بن عمر کی مخالفت یزید کے لئے کسی ضرر کا پیش خیمہ نہیں بن سکتی تھی بلکہ ایک موقع پر اس کی بہت بڑی حمایت اور پشت پناہ کا کام بھی دے سکتی تھی اور عبد اللہ بن عمر نے بھی یہ کام انتہائی احسن طریقے سے انجام دیا۔

اس نے ظاہری طور پر یزید کا مخالف بن کر امام حسین کو یزید کے ساتھ صلح کی دعوت دی تاکہ حکومت یزید زیادہ مستحکم اور قوی ہو جائے لیکن جب اسے اپنی سازش میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو فوراً مدینہ چلا گیا اور وہاں جا کر یزید کو ایک خط لکھا اور اس کی حکومت و خلافت کو دل و جان سے قبول کر لیا، اور پھر اس بیعت پر اس قدر محکم و استوار رہا کہ جب مدینے کے لوگوں نے امام حسین کی شہادت کے بعد یزید کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتے ہوئے یزید کے گورنر عثمان بن محمد کو مدینے سے نکال دیا تو عبد اللہ بن عمر نے اپنے قبیلے کے افراد کو جمع کر کے کہا" :میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا کہ روز قیامت ہر عہد شکن کے لئے ایک پرچم بلند کیا جائے گا جو اس کی پیمان شکنی کی علامت ہوگا"۔ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا: "میں اسے بہت بڑی پیمان شکنی اور بے وفائی سمجھتا ہوں کہ کسی کی بیعت کر کے پھر اس کے خلاف اعلان جنگ کیا جائے، لہٰذا اگر میں نے دیکھا کہ تم میں سے کوئی شخص یزید کی بیعت سے منحرف ہو رہا ہے، اور اس کے مخالفین کی حمایت کر رہا ہے تو میں اس سے روابط توڑ لوں گا"۔

عبد اللہ بن عمر اور حجاج بن یوسف یزید کے بعد جب عنانِ حکومت عبد الملک ابن مروان نے سنبھالی تو ابن زبیر کی سرکوبی کے لئے اس نے حجاج بن یوسف کو مکہ کی طرف بھیجا۔ مکہ جاتے ہوئے وہ جب مدینہ پہنچا تو عبد اللہ بن عمر رات کو حجاج کی بیعت کے لئے اس کے پاس آیا اور کہا: "اے امیر! اپنا ہاتھ

مجھے دو تاکه میں خلیفه کے لئے بیعت کروں"۔ حجاج نے پوچھا: "عبد اللہ اتنی جلدی کیا ہے۔ یه بیعت کل صبح بھی ہو سکتی تھی؟" عبد اللہ نے کہا: "چونکه میں نے رسول خدا سے سنا ہے که جو شخص مر جائے اور اس کا کوئی امام یا پیشوا نه ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ میں ڈرتا ہوں اسی رات مجھے موت آجائے اور امام یا پیشوا نه ہونے کی بنا پر جاہلیت کی موت مر جاؤں"۔ عبد اللہ کا یه کہنا تھا که حجاج نے فوراً لحاف سے اپنے پاؤں نکالے اور کہا" :آؤ میرے ہاتھ کی بجائے میرے پاوٗں کا بوسه لو"۔ حجاج سمجھ چکا تھا که یه آج میرے سامنے پیغمبر کی حدیث پڑھ رہا ہے جبکه علی بن ابی طالب اور حسین بن علی کے وقت اسے فراموش کیے بیٹھا تھا۔ یه ہے عبد اللہ بن عمر کے اس جملے کا معنی جو اس نے خود پیغمبر کے حوالے سے نقل کیا تھا که "امام حسین کی نصرت و مدد سے ہاتھ اٹھانا ذلت و خواری کا موجب ہوگا"۔

اِمام حُسین علیه السلام کا بصره والوں کو خط

مکه داخل ہونے کے بعد امام نے قبائل بصره کے مختلف سرداروں مثلاً (مالک بن مسمع بکری، مسعود بن عمرو، منظر بن جارود وغیره) کے نام خط لکھا جس کا متن درج ذیل ہے: **○اَمّا بَعْدُ۔ فَاِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی مُحَمَّدً (ص) مِنْ خَلْقِهِ وَ اَکْرَمَهُ بِنُبُوَّتِهِ وَاخْتٰارَهُ لِرِسٰالَتِهِ ثُمَّ قَبَضَهُ اِلَیْهِ وَقَدْ نَصَحَ لِعِبٰادِهِ وَ بَلَغَ مٰا اُرْسِلَ بِهِ (ص) وَکُنّٰا اَهْلَهُ وَ اَوْلِیٰائَهُ وَ اَوْصِیٰائَهُ وَ وَرَثَتَهُ وَ اَحَقَّ النّٰاسِ بِمَقٰامِهِ فِی النّٰاسِ فَاسْتَأْثَرَ عَلَیْنٰا قَوْمُنٰا بِذٰلِکَ فَرَضِینٰا وَکَرِهْنَا الْفُرْقَةَ وَ اَحْبَبْنَا الْعٰافِیَةَ وَ نَحْنُ نَعْلَمُ اَنّٰا اَحَقُّ بِذٰلِکَ الْحَقِّ الْمُسْتَحَقِّ عَلَیْنٰا مِمَّنْ تَوَلّٰاهُ وَقَدْ بَعَثْتُ رَسُولِی اِلَیْکُم بِهٰذَا الْکِتٰابِ وَ اَنَا اَدْعُوکُمْ اِلٰی کِتٰابِ اللّٰهِ وَ سُنَّةِ نَبِیِّهِ فَاِنَّ السُّنَّةَ قَدْ اُمِیتَتْ وَ الْبِدْعَةَ قَدْ اُحْیِیَتْ فَاِنْ تَسْمَعُوا قَوْلِی اَهْدِکُمْ اِلٰی سَبِیلِ الرَّشٰادِ وَ السَّلٰامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکٰاتُهُ۔١** اما بعد۔ خداوند عالم نے حضرت محمد صلی اللہ علیه وآله وسلم کو لوگوں میں سے چنا اور انہیں امر نبوت اور بزرگی بخشی اور رسالت کے لئے منتخب فرمایا۔ پھر جب آنحضرت نے اپنا پیغمبری فریضه بخیر و خوبی انجام دیا اور آپ بندگان خدا کی ہدایت و راہنمائی فرما چکے تو خدا نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ ہمارا خاندان اولیاء اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیه وآله وسلم کے وارثوں اور امت کے شائسته ترین افراد کا خاندان تھا اور امت رسول کے درمیان ممتاز ترین خاندانوں میں شمار ہوتا تھا لیکن ایک گروہ ہم پر سبقت لے گیا اور اس نے یه حق ہم سے چھین لیا اور ہم نے بھی یه جانتے ہوئے که ہم اس گروہ پر بھاری رہیں گے۔ شائستگی کی بنیاد پر امت کو ہر قسم کے فتنے، نفاق اور پریشانی و پراگندگی سے بچانے اور بیرونی دشمن کو تسلط سے باز رکھنے کی خاطر، رضا و رغبت سے خاموشی اختیار کی اور مسلمانوں کے آرام و سکون کو اپنے حق پر مقدم سمجھا۔ البته اب میں اپنا نمائنده تمہاری طرف بھیج رہا ہوں۔ تمہیں کتاب خدا اور سنت رسول کی دعوت دیتا ہوں اس لئے که اس وقت ہم ایسے حالات سے گزر رہے ہیں که سنت رسول ختم ہو چکی ہے اور اس کی جگه بدعت نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ اگر تم نے میری اس دعوت پر لبیک کہی تو میں تمہیں خوش بختی اور سعادت کی طرف ہدایت کروں گا۔ خدا کا درود، اس کی رحمتیں اور برکتیں تم پر ہوں۔

امام نے یه خط اپنے ایک دوست سلیمان کے توسط سے بصره بھیجا۔ سلیمان بصره میں اپنا فریضه انجام دینے (امام کا خط پہنچانے (کے فوراً بعد گرفتار ہوگئے۔ ابن زیاد نے کوفه کی طرف روانه ہونے سے پہلے ان کی پھانسی کا حکم صادر کر دیا۔

کوفه والوں کے خطوط

مسئلهٔ بیعت میں امام حسین کی مخالفت اور یزیدی حکومت کے خلاف انتہائی قدم اٹھانے کے لئے شہر مکه کی طرف آپ کی روانگی اور شہر میں آپ کے ورود مبارک کے بارے میں جب اہل کوفه آگاہ ہوئے تو انہوں نے انفرادی طور پر خط بھی لکھے اور قاصد بھی بھیجے۔ بہت سے لوگوں نے اجتماعی طور پر دستخط کرکے آنحضرت کی طرف عرضداشتیں بھی ارسال کیں۔ سب کا ماحصل یه تھا" :معاویه کی ہلاکت کے بعد اب مسلمان اس کے شر سے محفوظ ہو چکے ہیں۔ ہم ایسے امام اور رہبر کے محتاج ہیں جو ہمیں حیرت و سرگردانی سے نجات دلائے اور ہماری ٹوٹی ہوئی کشتی کو ہدایت و رہبری کے ساحل نجات تک پہنچائے۔ اب ہم اہل کوفه کے مقرر کرده حاکم نعمان بن بشیر کے مخالف ہو چکے ہیں اور ہم نے اس سے ہر قسم کے روابط توڑ لیے ہیں۔ حتیٰ که اس کی نمازوں میں بھی شرکت نہیں کرتے۔ اب صرف آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں تاکه ہم اپنے تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے آپ کے اہداف کی کامیابی کے لئے جدوجہد کریں۔ اپنے جان و مال آپ کی راہ میں نثار کرنے میں ہم کوئی کوتاہی نہیں کریں گے"۔

امام حسین نے ان خطوط کے جواب میں یه خط مرقوم فرمایا: **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مِنَ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ اِلَی الْمَلَاِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِینَ۔ اَمّٰا بَعْدُ، فَاِنَّ هٰانِیاً وَ سَعِیدا قَدِمٰا عَلَیَّ بِکُتُبِکُمْ وَکٰانٰا آخِرَ مَنْ قَدِمَ عَلَیَّ مِنْ رُسُلِکُمْ وَقَدْ فَهِمْتُ کُلَّ الَّذی قَصَصْتُمْ وَ ذَکَرْتُمْ وَ مَقٰالَةُ جُلِّکُمْ اَنَّهُ لَیْسَ عَلَیْنٰا اِمٰامٌ فَاَقْبِلْ لَعَلَّ اللّٰهَ یَجْمَعُنٰا بِکَ عَلَی الْهُدٰی وَ الْحَقِّ۔ وَقَدْ بَعَثْتُ اِلَیْکُمْ اَخِی وَ ابْنَ عَمِّی وَ ثِقَتِی مِنْ اَهْلِ بَیْتِی وَ اَمَرْتُهُ اَنْ یَکْتُبَ اِلَیَّ بِحٰالِکُمْ وَ اَمْرِکُمْ وَرَأْیِکُمْ فَاِنْ کَتَبَ اَنَّهُ قَدِ○ اجْتَمَعَ رَأْیُ مَلَاَکُمْ وَذَوِی الْفَضْلِ وَ الْحِجٰی مِنْکُمْ عَلٰی مِثْلِ مٰا قَدِمَ عَلَیَّ بِهِ رُسُلُکُمْ وَ قَرَأْتُ فی کُتُبِکُمْ اَقْدِمُ عَلَیْکُمْ وَ شِیکاً اِنْ شٰاءَ اللّٰهُ فَلَعَمْرِی مَا الْاِمٰامُ اِلاَّ الْعٰامِلُ بِالْکِتٰابِ وَالآخِذُ بِالْقِسْطِ وَالدّٰاینُ بِالْحَقِّ وَ الْحٰابِسُ نَفْسَهُ عَلٰی ذٰاتِ اللّٰهِ وَ السَّلٰامُ۔١**"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسین ان علی کی طرف سے شہر کوفه کے اہل ایمان، بزرگوں اور سرداروں کے نام۔ اما بعد۔ تم لوگوں کا آخری خط ہانی اور سعید کے توسط سے مجھے ملا۔ آپ لوگوں نے جو گزارشات اور توضیحات دی ہیں۔ انہیں میں سمجھ چکا ہوں۔ زیاده تر خطوط میں تمہاری درخواست یه تھی که ہم امام اور پیشوا نہیں رکھتے۔ ہماری طرف آئیں تاکه آپ کے وسیلے سے خداوند عالم ہمیں حق کی طرف ہدایت کرے۔ اس وقت میں اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو (جو میرے خاندان میں میرے نزدیک سب سے زیاده مورد اعتماد ہیں) تمہاری طرف بھیج رہا ہوں اور اسے میں نے حکم دیا که تمہاری افکار و نظریات کو نزدیک سے دیکھے، پرکھے اور نتیجے سے مجھے آگاہ کرے که کوفه کے نظریاتی افراد میں واقعاً یه خواہش موجود ہے (جو تم نے اپنے خطوط میں بھی بیان کی ہے اور تمہارے بھیجے ہوئے افراد نے بھی اس کا ذکر کیا ہے) پھر میں انشاء اللہ عن قریب تمہاری طرف روانه ہو جاوٗں گا"۔ امام نے اس خط کو اس جملے کے ساتھ ختم کیا: "خدا کی قسم سچا پیشوا اور امام برحق وہ ہوتا ہے جو کتاب خدا پر عمل کرے، عدل و انصاف اختیار کرے، حق کی پیروی کرے اور اپنا وجود احکام خداوندی کی بجا آوری کے لئے وقف کر دے۔ والسلام"

امام نے یه خط خود مسلم بن عقیل کو دیا که وہ اسے کوفه لے جائیں۔ اور امام نے مسلم کو یه فرمایا: "میں تمہیں اہل کوفه کی طرف بھیج رہا ہوں۔ خدا تمہیں اپنی رضا و خوشنودی کے مطابق توفیق عنایت فرمائے گا۔ روانه ہو جاؤ خدا تمہیں اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ مجھے امید ہے که میں اور تم عظیم ترین مقام

شہداء سے بہرہ مند ہوں گے"۔

حضرت مُسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی

مسلم بن عقیل ماہ رمضان کے وسط ۲ میں امام حسین سے جدا ہوئے اور مدینہ تشریف لائے۔ مدینے میں تھوڑا قیام کرنے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت اور اپنے خاندان اور قبیلے کے افراد سے تجدید عہد کے بعد قبیلہ ٔ بنی قیس سے دو آدمی ساتھ لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ مدینے سے تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد اپنا راستہ گم کر بیٹھے اور حجاز کے صحراؤں میں بھٹک گئے۔ تلاش بسیار کے بعد جب راستہ ملا تو شدید گرمی اور پیاس کی وجہ سے جناب مسلم کے دونوں ساتھیوں نے اپنی جان، جانِ آفرین کے سپرد کر دی لیکن مسلم بن عقیل ہمت کرکے "مضیق" (ایک صحرا لنورد قبیلے کا محل سکونت) پہنچے۔ جناب مسلم بن عقیل نے مضیق پہنچنے کے بعد اسی قبیلے کے ایک فرد کی وساطت سے امام کو خط لکھا جس میں اپنے ساتھیوں کی ہلاکت اور اپنی نجات سے مطلع کرنے کے بعد درخواست کی کہ انہیں کوفہ بھیجنے کے ارادے پر نظرثانی فرمائیں اور اگر مناسب سمجھیں تو ان کی جگہ کسی دوسرے شخص کو یہ ذمہ داری سونپ دیں اس لئے کہ میں ابتدا ہی میں پیش آنے والے ان حالات کو فال بد سمجھتا ہوں۔ جناب مسلم نے خط کے آخر میں لکھا: "میں اسی جگہ آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا"۔ امام نے جواب میں لکھا---- ﴿اَمّا بَعْدُ۔ فَقَدْ خَشیتُ اَنْ ----﴾ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ استعفیٰ بھیجنے اور معذرت کرنے کی وجہ کہیں ڈر اور خوف نہ ہو۔ میں نے جو ذمہ داری تمہیں سونپی ہے اسے انجام دو اور اپنا سفر جاری رکھو۔ والسلام۔

عبید اللہ بن زیاد کی کوفہ آمد

عبید اللہ ابن زیاد اپنے اہل و عیال اور ساتھیوں عمر بہلی ، شارق بن عور حریثی کے ساتھ بصرہ سے نکلا اور کوفہ کے لئے روانہ ہوا۔ جب وہ کوفہ پہنچا تو اس نے سیاہ قبا زیب تن کی ہوئی تھی اور چہرہ پر نقاب اوڑھا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے جنھوں نے امام حُسینؑ بن علیؑ کی آمد کی خبر سنی ہوئی تھی ان کی انتظار میں تھے۔ جب عبید اللہ ابن زیاد وہاں پہنچا تو لوگ سمجھے امام حسینؑ تشریف لے آئے ہیں۔ لوگوں نے شاندار استقبال کیا اور پورا کوفہ مرحبا کے نعروں سے گونج اُٹھا۔ "یا ابن رسولؐ اللہ خوش آمدید آپ کی آمد مبارک ہو۔" ابن زیاد کو لوگوں کے اس رویے سے سخت تکلیف ہوئی۔ ابن زیاد اپنی درشتی اور سختی کی وجہ سے مشہور تھا۔ یہ اس کو اپنے آباواجداد سے وراثت سے ملی تھی۔ جب کہ اس کی ماں گانے بجانے اور شکار کی وجہ سے مشہور تھی۔ ابن زیاد غصے سے بھر گیا لیکن اس نے اپنا نقاب نہیں اتارا جب تک وہ دارالامارہ دربار تک نہیں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنا نقاب الٹا، لوگ یہ دیکھ کر سخت مایوس ہوئے کہ امام عالی مقام کی جگہ ابن زیاد برامد ہوا۔ ابن زیاد نے لوگوں کو متوجہ کیا اور نماز کے خطبے کے بعد اس نے مجمع عام سے خطاب کیا۔

ابن زیاد کا کوفیوں سے خطاب

"بعد حمد اللہ (جل جلالہ)، امیرالمومنین یزید بن معاویہ نے مجھے تمھارا حاکم منتخب کیا ہے۔ تمھاری سرحدوں کی حفاظت میرے ذمے ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ ان لوگوں سے اچھا سلوک کروں کہ جو اطاعت میں ہیں۔ اور ان سے بے حد سختی کروں کہ جو باغی ہیں۔ میں اس کے حکم کے تابع ہوں اور یہ حکم پورا کرنے والا ہوں۔ میں ہر اطاعت گزار کے ساتھ ایک شفیق باپ جیسا سلوک رکھوں گا۔ لیکن اگر کسی نے میرے خلاف آواز تک اٹھائی تو میرا کوڑا اور تلوار اس کو جواب دے گی۔ لہذا اپنا بچاو خود کرو، اطاعت گزاری تمھیں ایک سخت سزا سے بچا لے گی۔" یہ کہہ کر عبید اللہ ابن زیاد منبر مسجد سے نیچے اتر آیا۔ ابن زیاد نے کوفہ میں جاسوسوں کا جال بچھا دیا۔ اس نے شہر میں آنے والے ہر نئے آدمی کی خبر اسے دینے کا حکم دیا۔ قبلیے کے سرداروں کو حکم ہوا کہ وہ یزید کے ساتھ وفاداریوں کے حلف نامے گورنر کو جمع کرائیں۔ تا کہ اگر بعد میں خلاف ورزی ہو تو ان کا قتل حکومت وقت کو معاف ہو۔ اگر کسی حکومتی اہلکار نے کسی باغی کے بارے میں معلومات چھپائیں تو اس کو اس کے گھر کے سامنے سولی پر لٹکا دیا جائے گا۔ اس کی تمام جائیداد بحق سرکار ضبط کر لی جائے گی۔"

مسلم بن عقیل کی ہانی بن عروہ کے گھر منتقلی

اتنے سخت احکامات کے بعد لوگوں میں سخت خوف و ہراس پیدا ہو گیا۔ لوگ ایک دوسرے کے سائیوں سے بھاگنے لگے۔ حکومتی اہلکاروں میں انعام کا لالچ اتنا زیادہ ہوا کہ وہ سب کو شک کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ حضرت مسلم بن عقیل نے جب یہ حالات دیکھے تو وہ جناب مختار ثقفی کے گھر سے جناب ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے۔ کیونکہ مختار ثقفی کا گھر سب کی نظروں میں آگیا تھا اور حکومتی اہلکار کسی وقت بھی چھاپا مار سکتے تھے۔ جب حضرت مسلم بن عقیل ہانی کے گھر پہنچے تو ہانی گھبرا گئے۔ جناب مسلم نے کہا کہ ہانی میں یہاں پناہ لینے کی غرض سے آیا ہوں اور تمہارا ہمسایہ بننے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ہانی نے جواب دیا کہ آپ نے مجھ پر بہت بوجھ رکھ دیا ہے۔ اگر آپ کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو شائد میں انکار کر دیتا لیکن میرے گھر کے دروازے آپ پر بند نہیں ہوسکتے لہذا آپ بےخوف و خطر اندر تشریف لے آئیں۔ اب لوگوں نے جناب حضرت مسلم بن عقیل سے ہانی کے گھر ملنا شروع کیا۔ کچھ ہی دنوں میں 18000 لوگوں نے جناب حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھوں بیعت کی۔ لہذا اتنی تعداد کو کافی سمجھتے ہوئے جناب حضرت مسلم بن عقیل نے امام حُسینؑ بن علیؑ کو خط لکھا کہ لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے آپ کے نام پر میرے ہاتھوں بیعت کر لی ہے۔ آپ کو جیسے ہی میرا خط ملے فوراً تشریف لے آئیں۔ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور وہ بنو امیہ سے نفرت کرتے ہیں۔"

ابن زیاد نے اپنے ایک جاسوس معقل کو خاص طور پر حضرت مسلم بن عقیل کو ڈھونڈنے پر لگایا۔ معقل کافی ذہین شخص تھا۔ اس نے تین ہزار درھم لوگوں کو دکھانے شروع کئے اور اپنے آپ کو امام حسینؑ کا ماننے والا بتایا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ کاش مجھے حضرت مسلم بن عقیل جائیں تو میں یہ پیسے ان کے حوالے کر دوں۔ اس دوران اسے پتہ چلا کہ حضرت مسلم بن عوسجہ نے بھی امام حسینؑ کی بیعت کر لی ہے۔ معقل ان کے پاس مسجد میں آیا اور بعد از نماز ان سے کہنے لگا کہ وہ شام سے آیا ہے اور اس کا دل اہلبیت رسولؐ کی محبت میں اور ان کے چاہنے والوں کی محبت میں سرشار ہے۔ وہ اس سے تین ہزرا درھم لے لے اور اس شخص کو دے دے جو کوفہ میں آیا ہوا ہے اور لوگوں سے بیعت امام حسین لے رہا ہے۔ میں اس سے ملاقات کا متمنی ہوں۔ اے مسلم بن عوسجہ تمھارے بارے میں مجھے پتہ چلا ہے کہ تم اس کو جانتے ہو۔ اگر ایسا ہے تو مجھے اس کے پاس لے جاو تا کہ میں بھی بیعت کرسکوں۔" مسلم بن عوسجہ نے اسے گول مول جواب دیا۔ لیکن جب اس نے ہر قسم کی تسلی ان کو کروا دی تو مسلم نے ان سے کہا کہ تم میرے گھر کچھ دنوں کے لئے آ جاو۔ اللہ (جل جلالہ) یقیناً اہلبیت رسولؐ کو کامیابی دے گا۔ کافی دنوں تک معقل لوگوں سے ملتا رہا اور اپنا اعتبار مزید مستحکم کرتا رہا۔ کہ انھی دنوں جناب ہانی بن عروہ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔

ابن زیاد پر حملہ کا موقع

عبید اللہ بن زیاد ہانی کی عیادت کرنے اس کے گھر آیا۔ عمرہ بن سلولی نے ہانی کو کہا کہ ہم لوگوں نے سوچا ہے کہ اس دشمن آل رسول کو ختم کردیں۔ اللہ (جل جلالہ) نے یہ اچھا موقعہ فراہم کیا ہے، اس کو مار ڈالتے ہیں۔ لیکن ہانی نے اس بات سے اتفاق نہیں کیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ابن زیاد ان کے گھر قتل ہو۔ لہذا ابن زیاد آیا اور چلا گیا۔ ایک ہفتہ اور گزرا تھا کہ شارق بن عور بیمار پڑا۔ ابن زیاد نے اسے پیغام بھیجا کہ شام کو وہ اس کے گھر آئے گا۔ شارق نے فوراً حضرت مسلم بن عقیل کو پیغام بھیجا کہ شام کو ابن زیاد اس کے گھر آرہا ہے۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں اور اس کو مار ڈالیں۔ ہانی نے پھر اس بات کو ماننے سے انکار کیا کہ ابن زیاد کو ان کے گھر قتل کیا جائے۔ کیونکہ شارق بھی ان دنوں ہانی کے گھر پر ہی تھا۔ شام کو ابن زیاد آیا اور مسلم بن عقیل اس کو چھپ کر دیکھ رہے تھے۔ شارق انتظار کرتا رہا لیکن مسلم نے حملہ نہیں کیا۔ جب ابن زیاد واپس چلا گیا تو شارق نے تقریباً چلاتے ہوئے پوچھا کہ مسلم آپ نے یہ موقع کیوں گنوا دیا ؟ حضرت مسلم بن عقیل نے جواب دیا اس لئے کہ جن کا گھر تھا انہوں نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی۔ اور دوسری بات یہ کہ ہم اہلبیت رسول کبھی بھی حملے میں پہل نہیں کرتے۔ شارق کو اس بات کا نہایت افسوس ہوا کہ ایسا عمدہ موقع ہاتھ سے گیا۔ وہ بولا بیشک اگر آپ اسے قتل کر دیتے تو دنیا ایک گناہگار اور ناپاک انسان سے پاک ہو جاتی۔ " ادھر معقل آہستہ آہستہ اپنی جگہ بنا رہا تھا۔ آخرکار اس کو حضرت مسلم بن عقیل سے ملوا دیا گیا جنھوں نے بیعت لی۔ معقل نے ان کی ساری باتیں ابن زیاد تک پہنچا دیں۔

ہانی بن عروہ کی گرفتاری

ابن زیاد نے حکومتی اہلکار اس کے گھر بھیجے انہوں نے ہانی سے پوچھا کہ تم اب گورنر سے ملنے کیوں نہیں آتے۔ ہانی نے بیماری کا بہانہ کیا۔ لیکن اہلکاروں نے کہا کہ تمہیں گورنر نے ابھی طلب کیا ہے۔ ہانی نے پریشان ہو کر اپنے بھتیجے حسن بن اسما بن خارجہ سے پوچھا، "واللہ مجھے اس شخص سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے، تمہارا کیا خیال ہے ؟" "چچا آپک کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ پر الزام کیوں آئے گا جبکہ آپ جانتے ہیں کہ آپ بے گناہ ہیں۔ " بہرحال یہ لوگ ابن زیاد کے پاس پہنچے۔ ابن زیاد نے سر اٹھایا اور بولا، "اس کی اپنی بےوقوف ٹانگیں اسے میرے پاس لے آئیں ہیں۔ " ابن زیاد کے پاس قاضی شریح بھی موجود تھا۔ ابن زیاد نے یہ اشعار پڑھے۔ " میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور یہ میری موت۔ بنی مُراد میں سے کون تمہاری مدد کر سکتا ہے جبکہ تمہارا دوست ہی تمہارا دُشمن ہو۔

" ہانی نے یہ سُن کر کہا، "اے گورنر ان باتوں سے آپ کی کیا مُراد ہے۔" ابن زیاد بولا، "تمہارے گھر سے یہ کس قسم کے منصوبے نکل رہے ہیں۔ گورنر اور عام مسلمانوں کے خلاف یہ کس قسم کا زہر اگلا جا رہا ہے ؟ تم مسلم بن عقیل کو لے آئے اور اپنے گھر میں پناہ دی۔ تم نے اطراف سے لوگ جمع کئے اور اسلحہ جمع کیا۔ کیا تم یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ سب مجھ سے چھپا رہے گا ؟"، ہانی نے جواب دیا "میں نے ایسا کچھ نہیں کیا اور مسلم بن عقیل میرے ساتھ نہیں ٹھرے ہوئے۔ " ابن زیاد گرجا "بے شک ایسا ہی ہے۔ " ہانی نے پھر انکار کیا۔ دونوں میں تکرار شروع ہوگئی۔ جب ہانی نے ماننے سے انکار کر دیا تو ابن زیاد نے اپنے جاسوس معقل کو طلب کیا۔ ہانی نے جب معقل کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ اس کی تمام باتوں کا علم ابن زیاد کو ہو چکا ہے۔ یہ دیکھ کر ہانی بولا، "میری بات سنو اور یقین کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ اس اللہ (جل جلالہ) کی قسم ہے کہ جس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں۔ میں نے جناب حضرت مسلم بن عقیل اپنے گھر دعوت نہیں دی اور نہ ہی مجھے ان کے کسی منصوبے کا علم تھا۔ ایک دن میں نے ان کو اپنے گھر کے باہر بیٹھے ہوئے دیکھا اور انہوں نے مجھ سے پناہ کی درخواست کی۔ ہم کسی کو پناہ دینے سے انکار نہیں کر سکتے۔ لہذا میں ان کو اپنے گھر لے گیا۔ اور ان کو پناہ دی۔ وہاں سے ان کا منصوبہ بڑھا جیسا کہ تم تک اطلاعات پہنچی۔ اگر تم چاہو تو میں تم کو حلف دے سکتا ہوں۔ اور جس قسم کی یقین دہانی تمہیں چاہئیے وہ بھی مل جائے گی۔

ابن زیاد اور ہانی میں بحث

میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں مسلم کو اپنے گھر سے جانے کے لئے کہہ دوں گا۔ میری ان کی تحریک سے کسی قسم کا واسطہ یا تعلق نہیں ہے۔ " عبید اللہ ابن زیاد بولا "ہرگز نہیں، تم اس وقت تک یہاں سے نہیں جاسکتے جب تک مسلم کو میرے حوالے نہ کردو۔"، ہانی بن عروہ نے پہلی بار سخت لہجے میں جواب دیا، " ہرگز یہ ممکن نہیں کہ اپنے مہمان کو قتل ہونے کیلئے تمہارے حوالے کر دوں۔ " ابن زیاد نے زور دیا لیکن ہانی نے صاف انکار کردیا۔ جب انکی تکرار کسی نتیجے پر نہیں پہنچی تو مسلم بن عروہ بولا، " اللہ تعالیٰ گورنر کا رتبہ بلند کرے، مجھے ہانی سے اکیلے میں بات کرنے کی اجازت دیں۔" اجازت ملنے پر وہ دونوں ابن زیاد سے دور چلے گئے۔ اتنا دور کہ وہ اس کو نظر تو آرہے تھے اور جب وہ اونچا بولتے تو باتیں ابن زیاد تک پہنچ جاتیں اور اگر آہستہ بولتے تو اسے کچھ پلے نہ پڑتا۔

مسلم بن عروہ نے ہانی سے کہا، "میں تمہاری منت کرتا ہوں اللہ (جل جلالہ) کے نام پر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اپنے خاندان اور قبیلے پر مصیبتوں کے پہاڑ مت توڑو۔ میں تمہارے قتل کے خیال سے بھی خوفزدہ ہوں۔ یہ جو مسلم بن عقیل ہے یہ اور بنو امیہ آپس میں رشتہ دار ہیں یہ ان کو کبھی قتل نہیں کریں گے۔ لہذا مسلم بن عقیل کو ان کے حوالے کردو۔ اس طرح تم پر کسی قسم کا الزام نہیں آئے گا کیونکہ تم نے سرکاری کام میں امداد کی ہوگی نہ کہ غداری۔" ہانی نے جواب دیا، "واللہ یہ تو بڑی شرم اور ذلت کی بات ہوگی اگر میں اس کو ان کے حوالے کر دوں جو کہ میری پناہ میں ہے۔ جب تک میری سانسیں چل رہی ہیں یہ ممکن نہیں۔ ابھی تو میرے پیچھے بہت مضبوط قبیلے کی طاقت موجود ہے، واللہ اگر میں اکیلا بھی ہوتا تو میں کبھی بھی جناب حضرت مسلم بن عقیل کو اس کے حوالے نہ کرتا۔ " ہانی نے دیکھا کہ اس کے قبیلے والے غصے میں آنا شروع ہو گئے۔ ابن زیاد نے ہانی کو اپنے پاس بلایا اور بولا، "یا تو مسلم کو میرے پاس لے آو یا پھر موت کا سامنا کرو۔ " ہانی یہ سن کر بولے "اگر ایسا ہوا تو بے شمار تلواریں تمہارے محل میں چمکنے والی ہیں۔ " ابن زیاد دھاڑا، "تم مجھے تلواروں کی چمک سے ڈراتے ہو؟"، یہ کہہ کر ابن زیاد نے اپنی چھڑی سے ہانی کے چہرے پر پے درپے وار کرنا شروع کئے۔ ہانی کی ناک ٹوٹ گئی اور ان کا چہرہ خون سے لتھڑ گیا۔ ہانی کا چہرہ بری طرح سے ادھڑ گیا۔ ہانی نے اپنی تلوار نکالنے کی کوشش کی تو اہلکاروں نے ایسا نہیں کرنے دیا۔ ابن زیاد چیختے ہوئے بولا، "تم نے اپنی تلوار ہم پر نکال کے اپنے خارجی ہونے کا ثبوت دے دیا ہے۔ اور حکومت کی نظروں میں واجب القتل ٹھہرے ہو۔ لے جاو اس کو اور ایک کوٹھڑی میں بند کردو۔ اور باہر پہرہ لگا دو۔" اسما بن خارجہ نے اٹھ کر احتجاج کیا، "کیا ہمیں دھوکہ باز مشہور کرنا ہے ؟ ہانی کو ہم لے کر آئے تھے" ابن زیاد نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ سپاہی اس کو بھی مارتے ہوئے لے گئے۔ محمد بن اشعث بولا کہ وہ گورنر کے فیصلے سے خوش ہوا ہے چاہے وہ ان کے حق میں ہو یا خلاف، کیونکہ گورنر ان کی اصلاح کیلئے ہی قدم اٹھائے گا۔

عمر بن حجاج کو خبر ملی کہ ہانی کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس نے دارالامارہ کے باہر اپنا قبیلہ اکٹھا کر لیا اور سب نے تلواریں نکال لیں۔ محل کے باہر ہزاروں کا مجمع اکٹھا ہوگیا اور کافی شور شرابہ ہو گیا۔ ابن زیاد نے قاضی شریح کو بھیجا کہ دیکھ کر آئے کیا شور ہے۔ عمر بن حجاج نے کہا کہ "میں عمر بن حجاج ہوں اور یہ میرے قبیلے کے معتبر اور معزز لوگ ہیں۔ نہ تو میں باغی ہوں اور نہ ہی خارجی۔ لیکن مجھے پتہ چلا ہے کہ ہمارے ایک سردار کو اندر قتل کر دیا گیا ہے۔ واللہ اس کا خون رائیگاں نہیں جانے دیں گے۔ " شریح نے ابن زیاد کو بتایا۔ ابن زیاد نے کہا ان کو یقین دلاو کہ ہانی صرف زخمی ہوا ہے ابھی قتل نہیں ہوا۔

جب لوگوں نے ہانی کو زندہ دیکھا تو احتجاج ختم کر دیا تلواریں واپس نیاموں میں ڈال لیں۔ اندر ہانی کی بُری حالت تھی۔ ھانی قاضی شریح سے بولا کیا میرا قبیلہ ختم ہوگیا ہے ؟ اگر دس لوگ بھی اندر آجائیں تو مجھے نکال کر لے جائیں گے۔ کیا میرے لوگ مجھے بھول گئے ہیں ؟؟"

عبید اللہ ابن زیاد نے مناسب سمجھا کہ اس موقع پر وہ لوگوں سے خود مخاطب ہو۔ لہذا سخت حفاظتی انتظام میں وہ نمودار ہوا اور بولا، " لوگوں اپنی بیعت کو یاد رکھو اور تفرقے میں مت پڑو۔ کسی ایسے کام میں مت حصہ لو جو تمہاری گردنوں کو تنوں سے جدا کردے اور تمہارے خاندانوں کو تباہ کر دے۔ واللہ میں ایک ایک خارجی کو قتل کر دوں گا۔ ہانی زندہ ہے اور میں نے اس کو ہلکی سے سزا دی ہے۔" لوگ یہ سن کر پھر خوفزدہ ہو گئے اور ان کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ عبداللہ بن خظیم نے آنکھوں دیکھا سارا واقعہ جناب حضرت مسلم بن عقیل کو جا کر سُنایا۔

کوفیوں کی مکاری و بغاوت و بزدلی

جیسے ہی جناب مسلم کو یہ پتہ چلا کہ ان کو پناہ دینے والا محسن اس وقت مصیبت میں ہے انھوں نے فوراً ہی ان تمام افراد کو اکٹھا کرنے کا حکم دیا جو ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ چار ہزار افراد فوراً اکٹھے ہو گئے ۔ جناب مسلم نے عبیداللہ بن عمر کو کندی قبیلہ کی قیادت سونپی اور حکم دیا کہ گورنر کے محل کی طرف بڑھو۔ حضرت مسلم بن عوسجہ کو اسدی اور مزحج قبیلہ کی قیادت سونپی۔ ابوتمامہ سعیدی کو بن تمیم اور ہمدان قبیلہ ملا۔ عباس بن جعدہ کو مدائن کا قبیلہ ملا۔ یہ سب پیدل چلتے ہوئے دارالامارہ کی طرف بڑھنے لگے۔ سب کا ارادہ محل کے اطراف سے پہنچنے کا تھا۔ ابن زیاد نے کثیر بن شہاب کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو سمجھائے کہ وہ حکومت کے خلاف بغاوت نہ کریں۔

اسی طرح محمد بن اشعث کو بھیجا گیا کہ وہ قبیلہ کندی کے لوگوں سے ملے اور انہیں بتائے کہ اگر وہ پیچھے ہٹ جائیں تو انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ مختلف لوگ ان قبیلوں میں پھیل گئے اور جوڑ توڑ ہونے لگے۔ ابن زیاد نے ثبات بن ربی کو کہا کہ لوگوں سے نرم رو یہ اختیار کرو اور انہیں مزید لالچ دو۔ اور انکار کی صورت میں انہیں ڈراو۔ ابن زیاد نے ایک زبردست چال چلی جس نے پانسا پلٹ دیا۔ اس نے مشہور کرادیا کہ شام سے ایک لاکھ کا لشکر کسی بھی وقت کوفہ پہنچ رہا ہے۔ اب لوگوں کو لالچ بھی دیا جا رہا تھا اور ایک عظیم لشکر سے ڈرایا بھی جا رہا تھا۔ یہ وہ موقعہ تھا کہ جہاں کوفیوں نے اپنی پرانی خصلت دکھانی شروع کی۔ جوڑ توڑ شروع ہوا اور ایک ایک کر کے سرداروں نے اپنے اپنے لوگ واپس لے جانے شروع کئے۔ جب حضرت مسلم بن عقیل محل کی طرف چلے تھے تو ان کے ساتھ چار ہزار جوان تھے۔ جب وہ محل کے قریب پہنچے تو تین سو افراد رہ گئے۔ مغرب کی نماز تک صرف تیس افراد جناب حضرت مسلم بن عقیل کے ساتھ رہ گئے تھے۔ محل کے دروازے پر جناب مسلم اکیلے کھڑے حیرانگی اور غم سے ادھر اُدھر دیکھ رہے تھا اور ان کے ساتھ ایک بھی آدمی نہیں تھا۔

مسلم بن عقیل کی بوڑھی عورت کے ہاں آمد

اس رات مسلم کوفہ کی گلیوں میں پھر رہے تھے اور نہ کوئی ان کو امان دینے والا تھا اور نہ کوئی ہمدرد۔ مسلم کوفہ کی گلیوں میں چھپتے پھر رہے تھے اور سپاہی ہر طرف ان کو ڈھونڈ رہے تھے۔ کہ اچانک وہ ایک گھر کے سامنے پہنچے جس کی مالکن ایک بوڑھی عورت طوٰی تھی۔ وہ کسی زمانے میں اشعث بن قیس کی کنیز تھی۔ جس نے اسے آزاد کر دیا۔ بعد میں اس نے اسد بن ہدرامی سے شادی کرلی جس سے اس کو ایک بیٹا بلال ہوا۔ اس کا بیٹا لوگوں کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا اور وہ اس کا انتظار کرہی تھی۔ جناب حضرت مسلم بن عقیل نے اس کو سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ مسلم نے کہا کہ اے عبدِ خدا میں پیاسا ہوں اگر ہو سکے تو تھوڑا سا پانی پلا دو۔ اس نے ان کو پانی لا دیا۔ اور خالی پیالہ واپس لے گئی۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا تو مسلم کو گھر کے باہر بیٹھا پایا۔ تو اس عورت نے کہا کہ اے عبد خدا آپ کا میرے گھر کے باہر بیٹھنا مناسب نہیں اب آپ اپنے گھر جاو۔ مسلم خاموشی سے سر کو جھکائے بیٹھے رہے۔ عورت کے اصرار پر بولے کہ میرا اس شہر میں کوئی ٹھکانہ نہیں۔ عورت نے کہا کہ آپ اپنا تعارف کروائیں۔ تو مسلم نے اپنے تعارف کروایا۔ اور کہا کہ میں دھوکہ باز میں ذلیل لوگوں کے ہاتھوں ڈسا ہوا ہوں۔ لوگ میرے ہاتھوں پر بیعت کر کے ساتھ چھوڑ گئے۔ عورت نے دوبارہ پوچھا کہ واقعی آپ جناب حضرت مسلم بن عقیل ہیں ؟ مسلم نے اثبات میں جواب دیا۔ عورت نے گھر کا دروازہ کھول دیا اور مسلم کو اندر لے گئی۔ اندر ایک کپڑا بچھا دیا اور کھانا لگا دیا۔ لیکن جناب مسلم نے کھانا نہیں کھایا۔ اس اثنا میں اس عورت کا بیٹا بلال واپس گھر آگیا۔ عورت کے باربار کمرے میں آنے جانے سے اسے شک ہوا کہ اسکی ماں ضرور اس سے کچھ چھپا رہی ہے۔ باربار اصرار کرنے پر بوڑھی عورت نے حلف لیا بیٹے سے اور اسے جناب مسلم کے بارے میں بتا دیا۔ بلال بغیر کچھ کہے سونے کیلئے بستر میں گھس گیا۔

مسلم کی کوفہ میں تلاش

اُدھر ابن زیاد کو جب مُسلم بن عقیل کے حامیوں کی کوئی خبر نہیں مل رہی تھی تو اسے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں یہ لوگ چھپ نہ گئے ہوں اور بعد میں اچانک حملہ نہ کردی۔ اس نے حکم جاری کیا کہ سپاہی اپنا گشت دوگنا کر دیں۔ اور مسلم کے ساتھیوں کو گرفتار کریں۔ لیکن رات بھر ڈھونڈنے سے بھی مسلم بن عقیل کے کوئی بھی ساتھی سپاہیوں کو نہیں ملے کیونکہ سب کے سب ان کا ساتھ چھوڑ کر اپنے اپنے قبیلوں میں جا چکے تھے۔ ابن زیاد نے عمر بن نافع کو حکم دیا کہ اعلان کردو کہ امان صرف اسے ملے گی جو رات کی نماز گورنر کی مسجد میں ادا کرے گا۔ کچھ دیر ہی گزری تھی کہ مسجد کچھا کھچ لوگوں سے بھر گئی۔ حصین بن تمیم جو کہ ابن زیاد کی فوج کا ایک حاکم تھا بولا کہ اے امیر آپ خود نماز نہ پڑھائیں اور نہ سامنے آئیں کیونکہ آپ پر حملہ کا خطرہ ہے۔ لیکن ابن زیاد نے کہا کہ میرے اطرف میں پہرہ سخت کرو اور خود مسجد میں داخل ہوگیا۔ اس نے خطبہ میں لوگوں کو کافی برا بھلا کہا۔ حصین بن تمیم کو جھاڑتے ہوئے بولا، تمہاری ماں تمہارے سوگ میں روئے، ایک ایک گھر کی تلاشی لو اور ابن عقیل کو تلاش کرو۔ اس نے حضرت مسلم بن عقیل کو کافی برا بھلا کہا۔ اور منبر سے اتر گیا۔ عمر بن حریث کو مکمل اختیارات دے دیے گئے اور کوفہ میں ایک طرح کی ایمرجینسی نافظ کر دی گئی۔ سپاہی اب کسی کے گھر کی تلاشی لے سکتے تھے۔ کسی کو بھی گرفتار کر سکتے تھے۔

جناب حضرت مسلم بن عقیل کی گرفتاری

صبح لوگوں سے ابن زیاد اپنے دربار میں ملا۔ محمد بن اشعث کا تو اس نے خوب استقبال کیا اور تعریف کی۔ اور اپنے ساتھ بیٹھنے کی جگہ دی۔ اس بوڑھی عورت کا بیٹا وہاں پہنچا اور اس نے عبدالرحمٰن بن محمد کو بتایا کہ مسلم بن عقیل اس کے گھر میں چھپے ہوئے ہیں۔ ابن زیاد نے فوری طور پر ابن اشعث اور اس کے قبیلے کے ساٹھ ستر افراد کو مسجد میں بھیجا۔ کیونکہ ابن زیاد اب قبیلہ قیس پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ اور پھر اس نے عمر بن عبیدا للہ کو فوری طور پر بوڑھی عورت کے گھر چھاپہ مارنے کیلئے روانہ کیا۔ ادھر جب جناب حضرت مسلم بن عقیل کے کانوں میں گھوڑوں اور اسلحہ کی جھنکار کی آواز پڑی وہ سمجھ گئے کہ ان کا راز فاش ہو گیا ہے اور دشمن آ پہنچا ہے۔ مسلم تلوار سونت کر آگے بڑھے کہ سپاہیوں کا ایک ریلہ گھر کا دروازہ توڑتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ جناب حضرت مسلم بن عقیل نے بڑی جوانمردی سے اکیلے ہی ان کا مقابلہ شروع کیا اور کچھ کو جہنم واصل کیا اور باقیوں کو گھر سے نکال باہر کیا۔

سپاہیوں نے پھر حملہ کیا اور مسلم کو پیچھے کی طرف دھکیل دیا۔ ابن حمران احمری نے جناب مسلم کے چہرہ پر وار کیا جس سے مسلم کے دو دانت اور

دونوں ہونٹ کٹ گئے۔ جناب مسلم نے غصے میں جوابی حملہ کیا اور اس کے سر کو شدید زخمی کیا۔ اور دوسرے ہی وار میں ان کی تلوار کندھے سے ہوتی ہوئی اس کے سینے تک کاٹتی چلی گئی۔ شور شرابہ سن کر پڑوسیوں نے چھتوں سے جھانکا اور انہوں نے بھی مسلم بن عقیل پر پتھر پھینکے۔ اتنے میں محمد بن اشعث بھی وہاں پہنچا اور چلا کر کہا۔ "مسلم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اگر تم لڑائی بند کردو تو تمہیں امان ہے۔ " مسلم نے اپنا حملہ جاری رکھا اور کہا کہ مٰیں آزاد مرنا پسند کرتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ غلام کیا جاوں۔ سب نے ایک دن بدی کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ مجھے شک ہے کہ تم لوگ مجھے دھوکہ دو گے۔ جیسا کہ اب تک ہوا ہے۔" محمد بن اشعث نے پھر زور دیا کہ ہرگز نہیں تمہیں ہر صورت امان ہوگی۔ " جناب حضرت مسلم بن عقیل مسلسل لڑائی اور پتھروں کی بارش سے کافی زخمی ہو چکے تھے۔ چناچہ وہ تھک کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے اور سپاہیوں نے انہیں گھیر لیا اور لڑائی رک گئی۔

امان نامہ کی پیشکش

اشعث نے پھر امان نامہ پیش کیا جس کو مسلم نے کافی پس و پیش کے ساتھ قبول کر لیا۔ انہوں نے مسلم بن عقیل کو گھوڑے پر سوار کرایا اور اچانک ایک سپاہی نے ان کی تلوار چھین لی۔ مسلم کی آنکھوں میں بےبسی سے آنسو آگئے انہوں نے کہا "واللہ یہ دغابازی کی طرف تمہارا پہلا قدم ہے۔" محمد بن اشعث نے کہا مجھے امید ہے کہ کوئی مشکل تم پر نہ پڑے۔ مسلم نے کہا کہ تمہاری امان کا کیا ہوا ؟ لیکن ان کو کوئی جواب نہ ملا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر ایک شخص بولا، واللہ مسلم تم نے اب تک بہت جوانمردی دیکھائی ہے لیکن اب تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر مایوسی ہوئی۔ مسلم نے جواب دیا کہ تم نے انصاف نہیں کیا۔ واللہ میں اپنے آقا امام حسین علیہ السلام اور ان کے خاندان کے باری میں سوچ رہا ہوں جو کہ کوفے کے راستے پر ہیں۔ کاش ان کو یہاں کے حالات کوئی بتا سکے اور وہ ادھر نہ آئیں۔ پھر مسلم نے محمد ابن اشعث کی طرف دیکھا اور بولے، تم مجھے امان تو نہ دے سکے کم از کم اتنا تو کر دو کہ کسی طرح حسین ابن علیؑ کو اس صورتحال سے آگاہ کر دو۔ تاکہ وہ اپنا راستہ بدل لیں۔ ان کے ساتھ حرم رسول ہے۔ کچھ تو خوف خدا کرو۔ محمد بن اشعث نے یقین دلایا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ اور ابن زیاد سے امان بھی لے کر دے گا۔

زخمی اور پیاسے مسلم بن عقیل دارالامارہ کے دروازے تک پہنچے۔ مسلم کی نظر ایک پانی کے پیالے پر پڑی اور انہوں نے پانی پینے کی خواہش ظاہر کی۔ عمر بہلی نے جواب دیا کہ تم دیکھ رہے کہ کتنا ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہے لیکن تمہیں ایک قطرہ بھی اس کا نصیب نہیں ہوگا۔ اور عنقریب تم جہنم کی آگ کا مزہ چکھو گے۔ مسلم نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور بولے اللہ کی لعنت ہو تم پر کون ہو تم ؟ اس نے جواب دیا میں وہ ہوں جس نے سچ کو پہچانا جبکہ تم نے اسے ٹھکرا دیا۔ میں اپنے امیر کے ساتھ وفادار ہوں جبکہ تم نے بغاوت کی۔ میں مسلم بن عمر بہلی ہوں۔ جناب حضرت مسلم بن عقیل نے اس کو جواب دیا، "تمہاری ماں تمہارے غم میں بیٹھے کس قدر شقی القلب اور ترش ہو تم۔ کس قدر پتھر دل ہو۔ بےشک تم ہی اس قابل ہو کہ جہنم کی آگ میں جلائے نہ کہ مجھ کو۔" یہ کہہ مسلم بن عقیل دیوار کے سہارے بیٹھ گئے۔ عمر بن حریاح مخزومی نے اپنے لڑکے سلیمان کو پانی اور ایک چھوٹا کپڑا اور پیالہ لانے کیلئے کہا۔ اس نے پیالے میں پانی ڈالا اور جناب مسلم کو پیش کیا۔ جناب مسلم نے تین دفعہ پانی پینے کی کوشش کی۔ لیکن ہر دفعہ ان کے پیالے میں خون ٹپک جاتا اور وہ پانی پھینک دیتے۔ آخری دفعہ تو دو دانت ان کے پیالے میں گر گئے۔ جناب حضرت مسلم بن عقیل بولے، " الحمد اللہ و رب العالمین، اگر پانی میرے نصیب میں ہوتا تو میں ضرور اس کو پی لیتا۔ "

جناب مسلم کی وصیت

دربار میں حاضری کی اجازت ملتے ہی مسلم کو ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ مگر انہوں نے ابن زیاد کو سلام نہیں کیا۔ سپاہی نے پوچھا کہ کیا تم گورنر کو سلام نہیں کرو گے۔ مسلم نے جواب دیا کہ اگر وہ میری موت چاہتا ہے تو پھر اس کو سلامتی بھیجنے کا کیا فائدہ۔ اور اگر وہ میری موت نہیں چاہتا تو سلامتی کافی ہے اس کے لئے۔ ابن زیاد نے یہ سن کر کہا، بےشک مجھے اپنی جان کی قسم ہے تم مرو گے۔ مسلم بن عقیل نے پوچھا کیا یہ سچ ہے۔ ابن زیاد نے کہا بالکل سچ ہے۔ مسلم نے کسی ایسے آدمی کو اپنی آخری وصیت کرنے کی درخواست کی جو ان کے اپنے قبیلے سے ہو۔ ابن زیاد نے عمر ابن سعد کی طرف دیکھا اور اشارہ کیا کہ وہ مسلم کی آخری وصیت سن لے۔ مسلم نے عمر ابن سعد کو کہا کہ میں نے سات سو درہم قرض لیا تھا جب میں کوفہ میں آیا۔ میرا گھوڑا اور زرہ بیچ کر وہ قرض ادا کیا جائے۔ ایک قاصد فوراً امام حسین بن علیؑ کے پاس بھیجا جائے جس سے کہ ان کو کوفہ میں آنے سے روکہ جائے۔ اور میری میت کو دفنا دیا جائے اس کا مُسلہ نہ کیا جائے۔ عمر ابن سعد نے یہ تمام باتیں ابن زیاد کو بتا دیں۔ ابن زیاد نے مسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے ادھار سے ہمارا کوئی لینا دینا نہیں۔ اس کو ادا کر دیا جائے گا۔ حُسینؑ بن علیؑ سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں۔ جب تک وہ ہمیں نہیں چھیڑتے ہم ان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ باقی تم ایک غدار ہو اور تمہاری میت کا میں ضامن نہیں ہوں۔ مسلم تمہارے یہاں آنے سے پہلے لوگ آپس میں متحد تھے لیکن اب ان میں مختلف رائے پائی جاتی ہے۔ مسلم نے جواب دیا نہیں یہ بالکل غلط ہے۔ ان لوگوں نے ہمیں خط لکھے تھے تو میں یہاں آیا تھا۔ تمہارے باپ زیاد نے ان لوگوں کو قتل کیا ہے۔ تم نے ان کی املاک لوٹ کر حکومت میں جمع کی ہیں۔ اس لئے انہوں نے ہمیں خطوط لکھے۔ تم نے ان پر ایسے گورنر چنے جیسے قصریٰ اور روم کے گورنر ہوتے تھے۔ اس لئے ہم آئے تاکہ لوگوں کو ایک دفعہ پھر حقوق ملیں اور وہ کتاب کی احکامات کی روشنی میں زندگیاں گزار سکیں۔ یہ سن کر ابن زیاد چراغ پا ہوگیا۔ اور چلایا تمہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ تم اس طرح کا کام کرو۔ تم تو خود مدینے میں شراب نوشی کرتے ہو۔ مسلم نے کہا میں اور شراب نوشی۔ اللہ جھوٹوں پر اپنی لعنت کرے۔ بھلا شراب کا ہمارے سے کیا کام۔ ہمارے بڑے تو اس وقت بھی شراب نہیں پیتے تھے جب ابھی اسلام کا ظہور بھی نہیں ہوا تھا۔ اور تم تو خون خوار جانور ہو جو مسلمان کا خون پی رہا ہے۔ جس کی حرمت اللہ تعالیٰ نے کتاب میں صاف بتا دی ہے۔ تم لوگوں کو قتل کرتے ہو۔ ان کی املاک کو ضبط کرتے ہو۔ تم کسی کو قتل کیسے کرسکتے ہو کہ اس نے کوئی جرم نہ کیا ہو۔ حق کے خلاف ہر آواز کو تم قتل سے دبا دیتے ہو۔

جناب مسلم بن عقیل کی شہادت

ابن زیاد بولا کہ اے گنہگار شخص تمہاری روح نے ایک ایسی چیز کی خواہش کی جس کے تم قابل نہ تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں شکست دے دی۔ مسلم نے پوچھا اگر ہم اس کے قابل نہیں تو پھر کون ہے ؟؟ ابن زیاد بولا کہ اس کے قابل امیر المومنین یزید بن معاویہ ہیں۔ مسلم نے جواب دیا کہ سب تعریفیں اللہ ہی کو زیب دیتی ہیں اور ہم یہ معاملہ بھی اس کی عدالت میں پیش کرتے ہیں۔ ابن زیاد بولا کہ تم سمجھتے ہو کہ تمہارا حق زیادہ ہے ؟ مسلم نے کہا بے شک۔ ابن زیاد غصے سے اٹھ کھڑا ہو اور بولا، بےشک میں تمہیں ایسی موت ماروں گا کہ اسلام میں اس سے پہلے کوئی مثال نہیں ہوگی۔ مسلم نے جواب دیا، دیکھا تم لوگ ظلم کرنے، قتل ناحق کرنے سے باز نہیں آ سکتے بے شک یہ ظلم سے بھرا منصب تمہیں کو زیب دیتا ہے۔

ابن زیاد نے جناب مسلم بن عقیل اور امام حسین بن علیؑ کی شان میں گستاخیاں کرنی شروع کر دیں۔ اور بولا مسلم کو دارالامارہ کی چھت پر لے جایا جائے۔ ان کا سر کاٹ دیا جائے اور جسم اور سر کو محل سے نیچے پھینک دیا جائے۔ مسلم نے محمد بن اشعث کی طرف دیکھا اور بولے اگر تم نے امان نہ دی ہوتی تو میں ان کے قبضے میں نہ آتا اور لڑتے ہوئے شہید ہوتا۔ پس اب اپنی تلوار لے کر اٹھو اور اپنی امان کا وعدہ پورا کرو۔ ابن اشعث نے یہ سن کر ابن زیاد کو کہا میں نے مسلم کو امان دی تھی اس کا لحاظ کیا جائے۔ ابن زیاد نے غصے سے کہا ۔ تم امان دینے والے کون ہوتے ہو۔ کیا میں نے تمہیں امان دینے کے لئے بھیجا تھا ؟ تم تو مسلم کو لینے گئے تھے۔ محمد بن اشعث خاموش ہوگیا اور پھر نہیں بولا۔ ابن زیاد نے ایک سپاہی کو دیکھا کہ جس کو جناب حضرت مسلم بن عقیل نے

شدید زخمی کیا تھا۔ ابن زیاد نے یہ کام اسی کے ذمے لگایا۔ اس سپاہی نے مسلم کو پکڑا اور چھت کی طرف چلا۔ مسلم اللہ اکبر کا ورد کر رہے تھے۔ اور درود شریف پڑھ رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ اے رب العالمین میں نے اپنا فیصلہ آپ کی عدالت میں دیا۔ احمری نے دو واروں میں مسلم کا سر قلم کر دیا۔ اور چھت سے پہلے سر اور پھر جسم کو نیچے پھینک دیا۔ ابن زیاد کو جناب حضرت مسلم بن عقیل کا سر پیش کیا گیا۔

حضرت ہانی بن عروہ کی شہادت

ابن زیاد نے اگلا حکم دیا کہ ہانی بن عروہ کو بھی قید خانے سے نکالا جائے اور قصائیوں کے بازار لے جا کر سر کو قلم کر دیا جائے۔ ہانی نے کافی شور شرابہ کیا لیکن اسے کے قبیلے والے حکومتی اہلکاروں کے خوف سے نزدیک نہ آئے۔ ابن زیاد کے ایک تُرک غلام راشد نے ہانی بن عروہ کو قتل کر دیا۔ ابن زیاد نے ان دونوں سروں کو اپنے دو آدمیوں ہانی بن ابی حیاح وادی اور زبیر بن عروہ کے ہاتھوں یزید بن معاویہ کے پاس شاپ بھجوا دیا۔ ابن زیاد نے عمر بن نوف کو کہا کہ وہ یزید کو ایک خط لکھے جس میں سارے واقعات کی تفصیل ہو۔ اس خط میں ابن زیاد نے تمام واقعات تفصیلاً لکھے اور یزید کا موقف اپنے اس عمل کے بارے میں جاننے کی درخواست کی۔ یزید کو یہ دونوں سر اور خط ملے۔ تو اس نے نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ اور جوابی خط میں ابن زیاد کی بہت تعریف کی۔ اس نے یہ بھی لکھا کہ حسینؑ ابن علیؑ کا راستہ ہر صورت روکا جائے اور انہیں کوفہ نہ پہنچنے دیا جائے۔

امام حُسین کی مکہ سے روانگی

حج کے ایام تھے۔ مسلمان گروہ در گروہ مکہ میں وارد ہو رہے تھے۔ اوائل ذی الحجہ میں ہی امام کو یہ اطلاع مل گئی کہ یزیدلع بن معاویہ کے حکم سے عمر بن سعید بن وقاص ظاہراً تو امیر کاروں کے عنوان سے لیکن درحقیقت ایک خطرناک ذمہ داری لیے مکہ ارد ہوا ہے۔ یزید بن معاویہ کی طرف سے اسے حکم ہے کہ مکہ میں جس جگہ بھی ممکن ہو وہ امام کو شہید کر دے۔ چنانچہ امام نے مکہ کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے مراسم حج میں شرکت کیے بغیر حج کے اعمال کو عمرہ ٴ مفردہ میں تبدیل کیا اور سوموار کے دن ۸ ذی الحجہ کو مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہوگئے۔

مکہ سے روانہ ہونے سے پہلے خاندان بنی ہاشم اور ان شیعہ افراد کے درمیان امام نے خطبہ ارشاد فرمایا جو مکہ میں ہی امام کے حلقہ بگوش ہوگئے تھے۔ فرمایا: "تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوگا اور خدا کے ارادے کے علاوہ کوئی دوسری طاقت حکم فرما نہیں ہے۔ خدا کے درود و سلام ہوں اس کے بھیجے ہوئے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر"۔ "موت انسانوں پر اسی طرح لازم اور حتمی ہے جس طرح لڑکیوں کی گردنوں پر ہار پہننے رکھنے کا نشان۔ میں خدا کے نیک بندوں کے دیدار کا اسی طرح مشتاق ہوں جس طرح حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کے دیدار کے مشتاق تھے۔ میرے لئے قتل گاہ معین کر دی گئی ہے جہاں پر میں قیام کروں گا اور گویا کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ صحراؤں کے درندے (لشکر کوفہ مراد ہے) اس سرزمین نینوا میں میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے سرزمین نینوا میں میرے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں اور اپنے اوجھڑی بھر رہے ہیں۔ قضا کے قلم سے جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس سے جائے فرار نہیں ہیں۔ جس بات میں خدا کی خوشنودی ہے ہم اسی پر راضی ہیں۔ مصائب اور امتحان کے مقابلے میں ہم صبر و استقامت سے کام لیں گے۔ خداوند عالم صبر کرنے والوں کا اجر ہمیں عنایت فرمائے گا۔ پیغمبر اور اس کے جگر گوشوں کے درمیان ہرگز جدائی نہیں ڈالے گا۔ پیغمبر بہشت برین میں اپنے فرزندوں کے ساتھ ہوں گے اس لئے کہ یہ فرزند پیغمبر کے نور چشم اور ان کے دل کی ٹھنڈک ہیں اور خدا کا وعدہ (اسلامی حکومت کا قیام) انہی کے توسط سے وقوع پذیر ہوگا"۔ آخر میں فرمایا: "تم میں سے جو بھی ہمارے راستے میں خون کا نذرانہ پیش کرنے، اپنی جان راہ شہادت اور خدا سے ملاقات کے لئے نثار کرنے کا آرزومند ہے وہ کل ہمارے ساتھ چلنے کو تیار رہے کیونکہ میں انشاء اللہ کل صبح روانہ ہو جاؤں گا"۔

عبداللہ بن عباس سے ملاقات

حسینی تحریک کے آغاز پر امام کو روکنے والے افراد میں سے ایک حضرت عبد اللہ بن عباس تھے۔ امام کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے کہا: ﴿یَابْنَ عَمِّ

اِنّی اَتَصَّبَّرُ و مٰا اَصْبِرُ۔۔۔۔﴾ چچا زاد! میں صبر کرنا چاہتا ہوں لیکن صبر و تحمل ہو نہیں رہا۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ جو سفر آپ نے اختیار کیا ہے اس میں آپ

شہید ہو جائیں اور آپ کی اولاد دشمن کی اسیر ہو جائے کیونکہ اہل عراق ہمیشہ پیمان شکن رہے ہیں۔ ان پر اطمینان و اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔ ابن عباس کہتے ہیں: "آپ اہل حجاز کے سید و سردار ہیں، اہل کوفہ و مدینہ کے لئے مورد احترام ہیں لہٰذا میرے خیال میں آپ یہیں مکہ میں اقامت پذیر رہیں اور دیکھیں کہ اگر اہل عراق واقعاً آپ کے خواہشمند ہیں اور یزیدی حکومت کے مخالف، تو انہیں چاہیئے کہ پہلے یزید کے گورنر کو کوفہ سے باہر نکالیں، پھر آپ ان کی طرف چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں"۔ ابن عباس مزید کہتے ہیں" :اگر آپ مکہ سے چلے جانے پر ہی اصرار فرماتے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ آپ یمن کی طرف چلے جائیں کیونکہ وہاں پر اوّلاً تو آپ کے پدر بزرگوار کے شیعہ بکثرت ہیں اور ثانیاً وہاں مضبوط قلعے اور بلند و بالا پہاڑ ہیں لہٰذا آپ حکومت کی طاقت و قدرت سے محفوظ رہ کر تبلیغاتی اور انقلابی سرگرمیاں جاری رکھ سکتے ہیں۔ خطوط اور ہرکاروں کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے سکتے ہیں۔ اسی طرح مجھے امید ہے کہ آپ آسانی کے ساتھ اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں"۔

عبد اللہ ابن عباس کو امام کا جواب امام نے ان کے جواب میں فرمایا"اے چچازاد! خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ آپ ناصحانہ انداز میں شفقت و مہربانی کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کر رہے ہیں لیکن میں نے اب پختہ عزم کر لیا ہے کہ عراق کی طرف سفر اختیار کروں"۔ ابن عباس یہ جواب سن کر سمجھ گئے کہ امام کا ارادہ قطعی ہے اور آپ کو کسی قسم کی تجویز پیش کرنا بے اثر ثابت ہوگا لہٰذا انہوں نے مزید اصرار نہ کیا اور کہا: "اب جبکہ آپ نے سفر کا ارادہ کر ہی لیا ہے۔ تو بچوں کو ہمراہ نہ لے جائیں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ شقی القلب ان کے سامنے آپ کو شہید کر دیں گے"۔ امام نے ابن عباس کی اس تجویز کے جواب میں فرمایا: "خدا کی قسم یہ لوگ میرا خون بہائے بغیر دم نہیں لیں گے اور اگر انہوں نے اس جرم کا ارتکاب کر لیا تو خداوند عالم ان پر ایسا شخص مسلط کر دے گا جو انہیں بہت زیادہ ذلت و خواری میں مبتلا کرے گا یہاں تک کہ وہ عورتوں کے پھینکے ہوئے خون آلود کپڑوں سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل ہو جائیں گے"۔١

عبداللہ بن زبیر سے ملاقات

امام کو عراق کے سفر سے باز رکھنے والوں میں سے ایک عبد اللہ بن زبیر بھی تھا۔ وہ خود یزید بن معاویہ کے مخالفین میں سے تھا اور اسی ضمن میں اس نے مدینہ سے بھاگ کر مکہ میں پناہ لے رکھی تھی۔ مکہ میں ورود امام کے بعد ہر روز یا ایک دن چھوڑ کر (دوسرے تمام مسلمانوں کی طرح) آپ کی اقامت گاہ پر حاضر ہوتا تھا۔ چنانچہ جب وہ اس بات سے مطلع ہوا کہ آپ عراق کی طرف عازم سفر ہیں تو اس نے تجویز پیش کی کہ آپ سفر کا یہ ارادہ ترک فرمائیں۔ بلاذری

نقل کرتے ہیں کہ ابن زبیر کی یہ بات دو رخ رکھتی تھی۔ اس نے کہا: "یابن رسول اللہ! اگر عراق میں میرے بھی آپ جیسے شیعہ ہوتے تو میں اس جگہ کو ہر دوسری جگہ پر ترجیح دیتا"۔ ابن زبیر تہمت سے بچنے کے لئے اپنا کلام جاری رکھتا ہے۔ "لیکن اس کے باوجود اگر آپ مکہ میں قیام پذیر ہوں اور مسلمانوں کی امامت اور رہبری کا منصب سنبھالیں تو ہم بھی آپ کی بیعت کریں گے اور جہاں تک ممکنوا آپ کی خیرخواہی اور نصرت سے دریغ نہیں کریں گے"۔

امام نے اس کے جواب میں فرمایا: ﴿اِنَّ اَبی حَدَّثَنی اَنِّ بِمَکَّةٍ کَبْشاً۔۔۔﴾ "میرے پدر بزرگوار نے مجھے خبر دی ہے کہ ایک دنبے کے سبب مکہ کا احترام درہم برہم کر دیا جائے گا اور میں نہیں چاہتا کہ وہ دنبہ میں بنوں (اور میری وجہ سے کعبہ کی حرمت پامال ہو)۔ "خدا کی قسم مکہ کی حدود میں قتل کئے جانے پر مکہ کی حدود سے ایک بالشت باہر قتل ہونے کو ترجیح دوں گا۔ اسی طرح حدود حرم سے ایک بالشت دور قتل کئے جانے سے بہتر یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے دو بالشت دور تر قتل کیا جاوٴں"۔ آپ نے فرمایا: ﴿وَ اَیْمُ اللہِ لَوْ کُنْتُ فی جُحْرِ ھٰامَّةٍ۔۔۔﴾ (خدا کی قسم اگر میں کسی پرندے کے گھونسلے میں بھی چھپ جاؤں تو یہ لوگ مجھے باہر نکال کر قتل کر دیں گے تاکہ اپنے مقاصد حاصل کر سکیں۔ اور خدا کی قسم جس طرح یہودیوں نے ہفتے کے دن کی حرمت درہم برہم کر دی تھی اسی طرح یہ لوگ میری حرمت بھی پامال کریں گے"۔ (ہفتے کے دن قوم یہود کے لئے اتحاد اور خدا سے قربت حاصل کرنے کی علامت سمجھا جاتا تھا"۔ پھر فرمایا: "اے ابن زبیر کعبہ کی حدود میں دفن کئے جانے سے میں فرات کے کنارے دفن ہونا بہتر سمجھتا ہوں"۔ ابن قولویہ نقل کرتے ہیں کہ ابن زبیر کے چلے جانے کے بعد امام نے فرمایا: ﴿اِنَّ ھٰذٰا یَقُوْلُ لی کُنْ حَمٰاماً﴾ "یہ شخص مجھے تجویز پیش کر رہا تھا کہ میں حرم خدا کا کبوتر بن جاؤں۔ خدا کی قسم! میں کعبہ کے اندر یا اس سے ایک بالشت کے فاصلے پر بھی قتل ہونا پسند نہیں کرتا، میں سمجھتا ہوں کہ اس سے جتنا دور قتل کیا جاؤں بہتر ہے"۔ طبری اور ابن اثیر نقل کرتے ہیں کہ ابن زبیر کے چلے جانے کے بعد امام نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا: ﴿اِنَّ ھٰذٰا لَیْسَ شَیْءٍ مِنَ الدُّنْیا ۔۔۔﴾ یہ شخص اگرچہ ظاہری طور پر ریاکاری سے کام لیتے ہوئے مکہ میں میری اقامت کا خواہاں ہے لیکن درحقیقت اس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ میں مکہ سے چلا جاؤں۔ کیوں کہ یہ جانتا ہے مکہ میں میرے قیام کی وجہ سے کوئی شخص اس کی طرف توجہ نہیں دے گا۔

عبداللہ ابن زبیر کا جائزہ

ابن زبیر کا سابقہ کردار کیسا تھا؟ اور حضرت علیؑ کی شخصیت کو ختم کرنے کے لئے چھیڑی جانے والی "جنگ جمل" کو وجود میں لانے کے لئے اس کا بنیادی کردار کیا تھا؟ ابن زبیر اس گذشتہ زندگی کے بارے میں امام نے کوئی بات نہیں کہی لیکن چند جملوں میں اپنا اور ابن زبیر کا مستقبل واضح کر دیا۔ جہاں تک امام کے اپنے موٴقف کا تعلق ہے آپ نے فرمایا: "میں مکہ میں رہوں یا کسی اور جگہ چلا جاؤں، حتیٰ کہ اگر میں کسی پرندے کے آشیانے میں بھی پناہ لے لوں، تب بھی یہ طاغوتی حکمران میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا کیوں کہ یہ لوگ جس چیز کے خواہشمند ہیں وہ میں کبھی قبول نہیں کر سکتا اور میں ان لوگوں سے جس چیز کا خواہشمند ہوں یہ لوگ اسے قبول کرنے پر کبھی آمادہ نہیں ہوں گے"۔ امام نے اپنی اس گفتگو میں نہر فرات کے کنارے اور سرزمین طف کا ذکر بھی کیا اور یہ بات بڑی توجہ اور اہمیت کی حامل ہے۔ آخر میں امام نے ابن زبیر کو بھی خبردار کیا کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سنا ہے کہ کعبہ کی حرمت ایک دنبے کی وجہ سے درہم برہم کر دی جائے گی اور میں نہیں چاہتا کہ وہ دنبہ میں قرار پاؤں اور میری وجہ سے مکہ کی ذرا سی بھی اہانت ہو۔ اسی لئے میں اس شہر سے باہر جا رہا ہوں اور اسی کعبہ کی حرمت کے پیش نظر میں چاہتا ہوں کہ حرم خدا کی حدود میں یا اس کے قریب قتل ہونے کی بجائے اس سے دور کسی اور مقام پر قتل کیا جاؤں اور تمہیں بھی نہیں چاہیئے کہ جاہ طلبی کی خاطر ایک کبوتر کی طرح خانہٴ خدا کو اپنی ڈھال بناؤ اور اس مقدس مقام کی بربادی اور اس کی اہانت کا سبب بنو۔ امام کی پیشگوئی درست ثابت ہوئی لیکن ابن زبیر نے امام کی اس تنبیہ کو بالکل اہمیت نہ دی۔ نتیجتاً اسی ابن زبیر کی سرکوبی کی خاطر اور اسی کے پیدا کردہ حالات کی وجہ سے مستقبل قریب میں ہی بلکہ ۱۳ سال کی درمیانی مدت میں خانہ کعبہ پر دو مرتبہ سنگ باراں ہوا، اسے آگ لگائی گئی اور اسے تباہ و برباد کیا گیا۔ اس طرح امام حسین اور امیر المؤمنین علیؑ کی پیشگوئی درست ثابت ہوئی۔

امام کی شہادت کے ۳ سال بعد ربیع الاول کے تیسرے دن سنہ ۶۴ ہجری میں یزید کی فوج حرہ کی جنگ اور مدینہ میں قتل و غارت کے بعد ابن زبیر کی سرکوبی کے لئے مکہ میں وارد ہوئی۔ شہر کو محاصرے میں لے لیا گیا۔ ابن زبیر اپنی جان بچانے کے لئے کعبہ میں پناہ گزیں ہو چکا تھا لہٰذا فوج نے اپنا محاصرہ تنگ کیا اور ابو قبیس نامی پہاڑ کی چوٹی سے مسجد الحرام میں داخل ہوگئی اور خود خانہ کعبہ پر منجنیقوں سے پتھر برسانے شروع کیے اور جلتے ہوئے کپڑے پتھروں کے ساتھ باندھ کر کعبہ میں پھینکے جن کی وجہ سے خانہ خدا کے بعض حصے تباہ ہوگئے، اس کی چھت اور پردے جل گئے اور حضرت اسماعیل کی جگہ قربانی کے لئے بہشت سے لائے گئے دنبے کے سینگ بھی آگ میں جل کر ختم ہوگئے۔ اسی حملے کے دوران یزید بن معاویہ کی ہلاکت کی خبر مکہ پہنچی تو یہ لشکر منتشر ہوگیا اور ابن زبیر نے (اپنی حکومت مستحکم کرنے کی خاطر) کعبہ کی حرمت کی ذرہ برپرواہ نہیں کی۔

یزید بن معاویہ کی موت کے بعد ابن زبیر نے لوگوں کو اپنی بیعت کے لئے دعوت دی اور تدریجاً کچھ لوگوں نے اس کی بیعت کرلی۔ سنہ ۷۳ ہجری میں عبد الملک بن مروان کی خلافت کے دور میں حجاج بن یوسف کو ابن زبیر کی سرکوبی پر مامور کیا گیا۔ اس نے چند ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ چند ماہ جاری رہا۔ اس دوران بھی ابن زبیر نے کعبہ ہی میں پانہ لی اور بالآخر حجاج کے حکم پر پانچ جگہوں سے حرم کعبہ پر منجنیقوں سے پتھر برسائے گئے۔ کعبہ کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔ بعض موٴرخین نقل کرتے ہیں کہ اس دفعہ خانہ خدا مجموعی طور پر برباد ہوگیا تھا۔ ابن زبیر کو اس جنگ میں قتل کر دیا گیا۔ جنگ کے بعد حجاج بن یوسف نے دوبارہ خانہ کعبہ کو تعمیر کرایا۔ امام اور ابن زبیر کی گفتگو اور بعد میں پیش آنے والے حالات و واقعات سے یہ قابل توجہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ طول تاریخ میں جو انقلابات رونما ہوئے ان کا آپس میں کیا فرق رہا اور ان کی نمایاں خصوصیات کیا تھیں؟ ممکن ہے دو شخصیتیں ایک زمانے میں بلکہ ایک ہی جیسے معاشرے، ماحول اور ایک جیسی فضا میں ظلم و فساد کے خلاف انقلاب برپا کرنے کی دعویدار ہوں اور دونوں کا دعویٰ ظاہری صورت میں بھی ایک جیسا ہو اور اسی طرح دونوں کا دعویٰ کی طرفدار ہوں۔ دونوں شخصیتیں مدینہ سے اپنی جدوجہد کا آغاز کریں، مکہ پہنچیں لیکن زمانے کے گزرنے اور حالات و واقعات کے بدلنے سے ایک تو شخصیت کی حفاظت اور جب ریاست طلبی کی خاطر کعبہ کو اپنے لئے ڈھال بنا لے اور دوسری عظیم شخصیت خود کو بھی اور اپنے اہل و عیال کو بھی اسلام اور کعبہ کے لئے ڈھال بنائے۔ کعبہ سے بلائیں اور مصیبتیں ٹالنے والے بنیں۔ ایک شخص اسلام کو اپنی شخصیت پر قربان کر دے اور دوسرا خود اسلام پر قربان ہو جائے۔ مختصر یہ کہ ایک لوگوں کو اپنی طرف اور دوسرا لوگوں کو خدا کی طرف بلا رہا ہو۔ یہی وہ دقیق ترین اور لطیف ترین نکتہ ہے جس کی طرف امام اپنے قول و فعل سے ہمیں متوجہ کرتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہر زمانے میں سادہ لوح اور کوتاہ فکر افراد غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں اور یہ تشخیص نہیں کر سکتے کہ وہ مخالفت جو ابن زبیر نما افراد یزیدلع جیسوں کی (کبھی

ترتیب و تدوین: سید قمر علی عباس بخاری qbukhari@yahoo.com

کبھار (کرتے ہیں اس کے پس پردہ کیا عوامل کار فرما ہوتے ہیں؟ اور حسین جیسے یزیدلع جیسوں کے خلاف جب سینہ سپر ہوتے ہیں تو وہ کن اہداف اور کن مقاصد کے علمبردار ہوتے ہیں؟ جبکہ ظاہری طور پر دونوں قوتیں یزید اور یزیدیوں کے خلاف ہیں اور دونوں اسلام کی راہ میں اور اسلام ہی کی خاطر جدوجہد میں مصروف سمجھی جاتی ہیں۔ اگر ابن زبیر جیسے اپنے دعوے میں سچے ہوں اور اپنے ذاتی مفاد کی بجائے فقط اسلام کے لئے یہ جدوجہد کر رہے ہوں۔ تو وہ حسین جیسوں کی طرح یزید جیسے دشمن کے مقابلے میں آ کر تو دیکھیں۔ وہ امام حسین کے اس فرمان کی رو سے کعبہ کے کبوتر کی طرح حرم میں پانہ گزین کیوں ہو جاتے ہیں۔ یہ تو چاہتے ہیں اور چاہتے تھے کہ حسین اور حسینی کعبہ سے دور رہیں کیونکہ ان کی موجودگی میں سرزمین حجاز کے سیاسی میدان میں کوئی بھی (جی ہاں کوئی بھی) ان کی طرف توجہ کرنے والا نہیں ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ ابن زبیر کا یہ نصب العین جاہ طلبی کی خاطر تھا اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور انہیں بیوقوف بنا کر ان پر حکومت کرنے کی خاطر تھا۔

ابن زبیر جیسوں کی گذشتہ اور آئندہ زندگی کا مطالعہ کرنے سے یزیدیت کے خلاف ان کی نام نہاد نبرد آزمائی کی قلعی کھل جاتی ہے کہ اس وقت تو وہ یزیدی حکومت کی مخالفت پہ کمر بستہ ہوکر مدینہ سے فرار کرتے ہوئے مکہ میں پانہ گزین ہو گیا۔ لیکن چند سال پہلے یہی شخص امیر المو ٔمنین حضرت علی ں کی برحق حکومت کے خلاف اعلان جنگ کر رہا تھا اور اسلام کا نقاب چہرے پر اوڑھ کر غریب مسلمانوں سے چھینی گئی دولت کے بل بوتے پر اسلامی معاشرے کی فضا پُر آشوب کر رہا تھا۔ علی کے خلاف اس کا نام نہاد جہاد صرف اس وجہ سے تھا کہ علی غارت گروں اور مفت خوروں کو بیت المال کے نزدیک نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔ اپنے شخصی مفادات کو خطرے میں دیکھ کر اس شخص نے تمام منافقین، ناکثین اور مارقین ١ کا ملجا و ماویٰ (پناہ گاہ) بن کر اپنا الگ گروپ تشکیل دیا اور اسی شہر مکہ میں بیٹھ کر اسلامی حکومت کے خلاف سازشیں کرنے لگا۔ اس نے اپنی ان مکروہ سازشوں کا جال بصرہ جیسے دور دراز (احمقوں اور باغیوں کے) شہر تک پھیلا دیا اور وہاں پر مقیم مخالفین علی ، آپ کے معزول کردہ گورنروں ٢ اور دیگر سادہ لوح٣ افراد کو ساتھ ملا کر علی کے خلاف ایک بڑا لشکر فراہم کر لیا۔ لیکن چونکہ اسلام کی حفاظت کے لئے حضرت علی ں کی جانفشانیاں کسی بھی جعلی نقاب کی رسوائی کے لئے کافی تھیں اور اسے معلوم تھا کہ علی جیسی شخصیت کی مخالفت آسان نہیں لہٰذا اس نے دو باتوں کو اپنی نام نہاد جدوجہد کا عنوان قرار دیا۔ حضرت عثمان کا قصاص یہ لوگ کہتے تھے کہ حضرت عثمان کو علی ں کے حواریوں نے قتل کیا ہے لہٰذا علی کو چاہیئے کہ وہ مالک اشتر اور عمار یاسر جیسے وفادار ساتھیوں کو باغیوں کی تحویل میں دے دیں۔ آمریت کے خلاف جدوجہد ان لوگوں نے عوام کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت علی ں کی حکومت پر آمریت کا الزام لگایا اور آزادی کا پرفریب نعرہ لگا کر اپنی سازشوں کا آغاز کیا۔ ان کا کہنا تھا: "ہمیں علی ں کی ذات سے کوئی عداوت نہیں بلکہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ علی حکومت سے دستبردار ہو جائیں تاکہ مسلمان اپنی مرضی سے حاکم کا انتخاب کر سکیں۔ اگرچہ ابن زبیر کی یہ سازش ٣٠ ہزار مسلمانوں کا خون بہانے کے بعد بظاہر شکست سے دوچار ہوئی اور خود ابن زبیر بھی سمجھدار مسلمانوں کی نظروں سے گر گیا۔ اور ایک مدت تک ذلیل و خوار، لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ اس کی یہی سازش جنگ صفین اور جنگ نہروان کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور امیر المؤمنین کی شہادت بھی اسی غیر اسلامی سازش کے نتیجے میں واقع ہوئی ہے۔١

ابن زبیر اگر اپنے شخصی مفادات، جاہ طلبی اور عوام فریبی کی خاطر یزیدیت کے زیر سایہ نہیں آتے تو حق و حقیقت کی حاکمیت (حکومت علی) کی سرکوبی کے لئے بھی اپنے شخصی مفادات کی خطر ہر ممکن ذریعہ استعمال کرتے ہیں۔ یزیدیت کی مخالفت کرکے اگرچہ ابن زبیر ایک قابل احترام مذہبی اور سیاسی شخصیت بن گیا تھا اور امام حسین کی شہادت کے بعد امام زین العابدین کی بجائے بعض عاقبت نا اندیش افراد نے اس کی بیعت بھی کر لی تھی لیکن مکہ کو بلکہ میدان سیاست کو حسین و یزید بن معاویہ سے خالی دیکھ کر انی دیرینی آرزوئیں پوری کرنے کے باوجود یہ شخص مکر و فریب اور سازشوں سے باز نہ آیا اور اپنی کنیز نواز خصلت سے مجبور ہوکر خاندان پیغمبر کی توہین کرتا رہا۔ مکہ میں اپنی حکومت) یزیدلع اور عبد الملک بن مروان کے درمیانی دور) کے دوران نماز جمعہ کے خطبوں میں پیغمبر خدا کا نام نہیں لیتا تھا اور جب مسلمان اس کے اس شرم ناک عمل پر اعتراض کرتے تو جواب دیتا کہ چونکہ پیغمبر نے اپنے بعد ناخلف اور غیر صالح قبیلہ چھوڑا ہے اور یہ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینے پر فخر و مباہات کرتے ہیں لہٰذا میں ان کا غرور توڑنے کی خاطر خطبوں سے پیغمبر خدا کا نام نہیں لیتا ١۔

عبداللہ ابن جعفر سے ملاقات

امام حسین کو سفر عراق سے روکنے کے لئے چوتھی تجویز پیش کرنے والے عبد اللہ بن جعفر تھے جنھوں نے مکہ سے امام کی روانگی کی خبر سن کر اپنے دو فرزندوں عون و محمد کو ایک خط دے کر امام حسین کی خدمت میں بھیجا۔ خط میں لکھا : "اما بعد میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اس خط کے پہنچتے ہی آپ اس سفر سے اجتناب کریں اور شہر مکہ میں واپس آجائیں۔ اس لئے کہ مجھے ڈر ہے آپ اس سفر میں شہید کر دیئے جائیں گے اور آپ کی نسل ختم کر دی جائے گی۔ آپ چونکہ پرچم ہدایت اور مومنین کی امید ہیں لہٰذا آپ کی شہادت سے خدا کا نور خاموش ہو جائے گا۔ آپ اپنے سفر میں عجلت سے کام نہ لیں۔ میں خود بہت جلد آپ تک پہنچنے کی کوشش کروں گا"۔ عبد اللہ یہ خط روانہ کرکے فوراً عمرو بن سعید سے ملے جو مدینہ کے معزول گورنر ولید کی جگہ یزید بن معاویہ کی طرف سے نیا گورنر منصوب ہوا تھا اور ظاہراً امیر حجاج کے عنوان سے مکہ آیا ہوا تھا لیکن درحقیقت اس کا کام امام کو شہید کرنا تھا۔ جناب عبد اللہ نے عمرو ابن سعید سے درخواست کی کہ امام کے لئے ایک امان نامہ لکھے جو شاید آپ کی واپسی میں مو ٔثر ثابت ہو۔ مزید اطمینان کے لئے عبد اللہ نے عمرو بن سعید کو اس بات پر بھی راضی کر لیا کہ وہ اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کو بھی ساتھ بھیجے۔ اس کے بعد عبد اللہ امام کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ سے باہر قافلہ ٔ امام تک جب یہ لوگ پہنچے تو عبد اللہ بن جعفر یحییٰ بن سعید کے ہمراہ امام کے سامنے پیش ہوئے اور درخواست کی کہ عراق کے سفر کو ترک کر دیں۔

آپ نے عبد اللہ اور یحییٰ کے جواب میں فرمایا: ﴿اِنّی رَاَیۡتُ رُؤۡیاً﴾ "میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور آپ نے مجھے ایک بہت اہم فریضہ سونپا ہے اور مجھے چاہیئے کہ میں یہ فریضہ انجام دوں۔ خواہ میرا یہ کام میرے نقصان کا پیش خیمہ ہی کیوں نہ ثابت ہو"۔ عبد اللہ ابن جعفر نے اس جواب اور فریضے کے بارے میں مزید وضاحت چاہی تو امام نے جواب میں فرمایا: ﴿مٰا حَدَّثۡتُ اَحَداً بِھٰا۔۔۔﴾ "میں نے یہ خواب کسی سے بھی بیان نہیں کیا اور جب تک زندہ رہوں گا کسی سے بیان نہیں کروں گا"۔ اس کے بعد امام عمرو بن سعید کے امان نامہ کے جواب میں لکھتے ہیں۔ اما بعد۔ جو شخص خدا اور اس کے رسول کی طرف دعوت دیتا ہو اور نیک عمل انجام دے، خدا کے احکام تسلیم کرے۔ اس نے خدا کے پیغمبر کی مخالفت کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ تم نے جو امان نامہ بھیجا ہے اور اس کے ضمن میں میرے ساتھ پر خلوص اور صمیمانہ روابط اور تعاون کا عہد کیا ہے۔ جان لو کہ بہترین

امان اور بہترین پناہ خداوند عالم کی ہے جو شخص بھی امور دین میں خدا سے نہ ڈرتا ہو وہ آخرت میں خدا کی امان سے بہرہ مند نہیں ہوگا۔ ہم خدا سے یہ امید رکھتے ہیں اور اس سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس دنیا میں ہمیں اپنے خوف و خشیت کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم آخرت میں اس کی امان حاصل کرسکیں۔ اور اگر یہ امان نامہ بھیجنے سے واقعاً خیر و صلاح اور صمیمیت قلب درکار ہے تو خداوند عالم تجھے دنیا و آخرت میں اجر دے گا۔ والسلام۔ بلاذری، طبری اور ابن اثیر نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید مایوس ہوکر مکہ واپس چلے گئے۱۔

مکہ سے مسلح گروہ کا بھیجنا

جب عمرو بن سعید نے دیکھا کہ صلح نامے کے ذریعے اس کی سازش کامیاب نہیں ہوئی تو اس نے دوبارہ اپنے بھائی کو ایک مسلح گروہ کے ساتھ بھیجا کہ امام کو واپسی پر مجبور کریں۔ یہ لوگ اما م کے قافلے تک پہنچے۔ امام کے ساتھ ان کی تلخ کلامی ہوئی اور تازیانے لے کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ یحییٰ اور اس کے ساتھی مقابلے کی جرأت نہ کرسکے اور مکہ واپس آگئے۔

فرزدق شاعر سے ملاقات

امام جب مکہ سے عراق کی طرف عازم سفر تھے تو فرزدق حج کا فریضہ انجام دینے کے لئے مکہ کی طرف آرہا تھا، شہر سے باہر وہ امام کی خدمت میں پہنچا۔ ہم اس ملاقات کی تفصیل، مرحوم شیخ مفید □ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ وہ خود "فرزدق" سے یہ حکایت نقل کرتے ہیں۔۲ فرزدق کہتے ہیں : "میں سنہ ۶۰ ہجری میں اپنی ماں کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہوا۔ ہم حرم کی حدود میں داخل ہوئے، میں اپنی ماں کے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھا اور ہم خانہ کعبہ کی طرف جا رہے تھے کہ ہم نے امام حسین کا قافلہ دیکھا جو مکہ سے عراق کی طرف عازم سفر تھا، میں جلدی سے امام کی خدمت میں پہنچا۔ آپ کو سلام کیا اور عرض کی: "یابن رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ ﴿مٰا اَعۡجَلَکَ عَنِ الۡحَجِّ؟﴾ مناسک حج کو چھوڑ کر، اتنی جلدی مکہ سے روانہ ہونے کا سبب کیا ہے؟" امام نے فرمایا: ﴿لَوۡلَمۡ اَعۡجَلۡ لَاُخِذۡتُ﴾ اگر میں مناسک حج چھوڑ کر مکہ سے روانہ نہ ہوتا تو مجھے گرفتار کر لیا جاتا"۔

فرزدق کہتا ہے کہ امام نے مجھ سے پوچھا کہ "تم کون؟" میں نے عرض کی: "میں ملتِ عرب کا ایک فرد ہوں"۔ فرزدق کہتا ہے: "خدا کی قسم! امام نے میرے تعارف کے بارے میں صرف اسی سوال پر اکتفا کی اور مجھ سے مزید کوئی سوال نہ کیا۔ اس کے بعد امام نے پوچھا: "ان حالات کے بارے میں عراق کے لوگوں کی رائے کیا ہے؟" میں نے عرض کی: "لوگوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں آپ کے خلاف ہیں، بہرحال مقدّارت (جو واقعات مستقبل میں پیش آنا ہیں) خدا کے ہاتھ میں ہیں اور وہ جس طرح چاہے گا، انہیں انجام دے گا"۔ امام نے جواب میں فرمایا: ﴿صَدَقۡتَ، اِللّٰہِ الۡاَمۡرُ﴾ "فرزدق تم ٹھیک کہتے ہو، تقدیر خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر روز ایک نیا حکم رکھتا ہے کہ واقعات اگر خدا کی مردا، اس کے ارادہ و مشیت کے مطابق پیش آئیں تو خدا کی ان بزرگ نعمتوں کے مقابلے میں ہم اس کے شکر گزار ہیں اور شکر کا یہ موقع بخشنے میں وہی مددگار ہے۔ اگر ہماری خواہشات ان حوادث اور واقعات کے درمیان حائل ہو جائیں تو وہی شخص جس کی نیت صاف اور تقویٰ جس کے دل پر حکمران ہو، حق کے صحیح راستے سے باہر نہیں ہوگا"۔ فرزدق کہتا ہے کہ "جب امام کا کلام یہاں تک پہنچا تو میں نے کہا: "جی ہاں! آپ کا فرمان بالکل درست ہے، بہرکیف، آپ روانہ ہو جائیے"۔ اس کے بعد میں نے حج وغیرہ سے متعلقہ چند مسائل پوچھے، امام نے جوابات دیئے اور مجھے خدا حافظ کہتے ہوئے اپنی سواری آگے بڑھا لے گئے۔

مقام تنعیم پر آمد

مام حسین جب مکہ کے باہر "تنعیم" نامی جگہ پر پہنچے تو آپ کا سامنا ایک ایسے قافلے سے ہوا جس کے افراد یمن کے گورنر "بجیر بن یسار" کی طرف سے اونٹوں پر یمنی حلّے اور قیمتی اجناس لاد کر یزیدلع ابن معاویہ کے پاس لے جا رہے تھے۔ آپ نے ان شتربانوں سے وہ اجناس لے لیں اور انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مَنۡ اَحَبَّ مِنۡکُمۡ۔۔۔﴾ "تم میں سے جو شخص ہمارے ساتھ عراق جانا چاہے اسے ہم عراق تک کے کرائے اور اچھی صحبت سے نوازیں گے اور جو واپس جانا چاہتا ہے، اسے ہم یمن تک کا سفر خرچ دیں گے"۔ آپ کی اس تجویز سے چند آدمیوں نے کرایہ لیا اور یمن کی طرف پلٹ گئے اور چند دوسرے آدمیوں نے آپ کے ساتھ عراق تک کے سفر کی ہمراہی اختیار کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔

مقام حاجر

جب منزل "حاجر" تک پہنچے تو مسلم بن عقیل کے خط کا جواب لکھ کر قیس بن مسہر صیداوی کے ذریعے روانہ فرمایا: "امّا بعد۔ مسلم بن عقیل کا خط ملا، جس سے ہمارے خاندان کی نصرت اور ہمار برحق مطالبہ میں ہماری مدد کرنے کے بارے میں تم لوگوں کی آمادگی کا اظہار ہوتا ہے۔ خداوند عالم سے استدعا ہے کہ وہ ہمارا انجام بخیر فرمائے اور تمہیں اس اتحاد و اتفاق پر ثواب و اجر عظیم عطا فرمائے۔ میں بھی مکہ سے پیر کے روز ۸ ذی الحجہ کو تمہاری طرف روانہ ہوا ہوں اور میرا یہ قاصد پہنچنے پر تم اپنے کام جلدی سے نمٹاؤ، میں خود انہی دنوں میں پہنچنے والا ہوں"۔

کوفہ کا جائزہ

سے آگاہ ہوئے اور انہوں نے آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی، لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ اہل کوفہ کی دعوت، امام کی عملی جدوجہد کا اصل سبب نہیں بنی، بلکہ یہ ایک فرعی مسئلہ تھا، جو ایک عظیم اور منظم مشن اور اعلیٰ ترین ہدف اور نصب العین کے ضمن میں پیدا ہوا۔ یزیدلع کے خلاف اپنی اس جدوجہد کو جاری رکھنے کے لئے اگر اب امام مکہ میں ٹھہریں تو خفیہ یزیدی منصوبے کے تحت آپ کو شہید کر دیا جتا اور کعبہ کی حرمت پامال کر دی جاتی اور نتیجتاً یزیدلع کو سیاسی فائدہ پہنچتا۔ چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ یزیدلع کے ہرکارے عمرو بن سعید نے جب سازشی امان نامہ بھیجنے سے کوئی فائدہ حاصل ہوتے نہ دیکھا تو جبری طریقے سے امام کو واپس لانے کا راستہ اختیار کیا تاکہ مکہ میں بغیر کسی شور و غل کے اس جدوجہد کو آغاز ہی ختم کر دے۔ اس جدوجہد کو آغاز ہی میں ختم کر دے۔ اس جدوجہد کے لئے امام آخر کس جگہ اپنا مرکز بنائیں۔ آیا عراق و کوفہ؟ کیونکہ یہ صوبہ لشکر اسلامی کی بزرگ ترین چھاؤنیوں میں شمار ہوتا تھا۔ شام کا رقیب اس کے مدمقابل اور فوجی نقل و حرکت کے لحاظ سے بہت اہمیت کا حامل تھا، پھر مکہ و مدینہ کی نسبت ان لوگوں میں علم و آگاہی اور سیاسی بصیرت بہت زیادہ تھی۔ اس بات کا اندازہ ان خطوط سے لگایا جا سکتا ہے جو کوفہ کے لوگوں نے امام کی نصرت پر آمادگی

کے اظہار کے طور پر لکھے تھے، یہ الگ بات ہے کہ

ایک خاص زمانے میں اس علم و آگاہی اور آمادگی کو جبراً دبا دیا، لیکن بالآخر امام کو معلوم تھا کہ یہی افکار، انقلاب کا نقطہ ٔ آغاز ثابت ہوں گی۔ ان سب باتوں سے قطع نظر امت ِسلمه کا رہبر و امام ہونے کے ناطے حسین اگر کوفہ کے سفر کا ارادہ ترک فرما دیتے تو کوفہ کے لوگ یہ اعتراض کرنے میں حق بجانب ہوتے کہ "ہم تو امام کے راستے پر جان و مال قربان کرنے پر تلے بیٹھے تھے، لیکن امام نے ہماری درخواستوں پر کوئی اعتناء نہ فرمائی اور ہمارا رہبر بننا قبول نہ فرمایا۔ "تو کیا امام حسین علیہ السلام کا یہ جواب تسلی بخش ہوتا کہ "چونکہ میں جانتا تھا کہ تم لوگ بے وفائی کروگے لہٰذا میں نے تمہاری درخواستوں کا کوئی مثبت جواب نہ دیا؟ "آیا کوفہ کے لوگ اپنی درخواستوں اور دعوتوں میں مخلص ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے؟ امام حسین یہاں تاریخ کے ایک فیصلہ کن دوراہے پر کھڑے تھے اگر کوفہ کے لوگوں کی دعوت قبول نہیں کرتے تو تاریخ انہیں مورد الزام ٹھہرائے گی۔ آئندہ ادوار میں تاریخ نے یہ فیصلہ دینا تھا کہ حالات بہت سازگار تھے، کوفہ اور عراق کے لوگ آمادہ ٔ جہاد و شہادت تھے لیکن امام حسین علیہ السلام نے یہ زریں موقع گنوا دیا، یا ڈر کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ لہٰذا امام حسین علیہ السلام نے ان درخواست گزروں پر اتمامِ حجت کرتے ہوئے ان کے تقاضوں کا مثبت جواب دیا۔

امام اپنے شرعی فریضہ سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ ظلم و بربریت کی علمبردار، حکومت یزیدلع کے خلاف مبارزہ اور جدوجہد کرنا اور کلمہ ٔ حق کی سربلندی کے لئے خون کے آخری قطرہ تک لڑنا، میری اولین ذمہ داری ہے۔ ظاہری حکم کے لحاظ سے بھی ہر شخص پر یہ بات واضح تھی کہ کوفیوں کی خواہشات اور دعوتوں کا مخصوص حالات کے پیش نظر مثبت جواب دینا ضروری تھا اور اس مقصد کے لئے عملی جدوجہد کو اسی نکتہ (مقام) سے شروع کرنا ضروری تھا چنانچہ انہیں عمومی اور متعارف اصولوں کی روشنی میں یہ بھی ضروری تھا کہ کوفہ کے لوگوں کو مثبت جواب دیتے ہوئے امام انہیں آگاہ کر دیتے کہ "میں آرہا ہوں، تم ظلم و بربریت کے خلاف عملی جدوجہد کی تیاریاں مکمل کرلو"۔ تکلیف (فرائض) کی ان دو قسموں میں فرق کرنا، لوگوں کے لئے قدرے مشکل تھا، چنانچہ مرحوم شیخ جعفر شوشتری اپنی کتاب "خصائص" میں فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے کوفہ کی طرف سفر کے دوران تکلیف ظاہری و باطنی دونوں کو جمع کیا اور اس سفر میں آپ نے دونوں فریضے انجام دیے۔ بہترین نکتہ یہ ہے کہ امام نے بارہا اپنے وظائف کے ان دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ فرمایا۔ پہلی ماموریت (تکلیف باطنی) کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے خواب میں حکم دینے اور ارادہ و مشیت خداوندی سے عبیر کیا اور دوسری ماموریت (تکلیف ظاہری) کو اس طرح اجاگر کیا کہ اہل کوفہ کی بے وفائی سے علم و آگاہی کے باوجود وہاں جانے کا پختہ ارادہ فرمایا۔ اس ماموریت کے دیگر موارد ہم آئندہ صفحات میں بحث کریں گے۔

ایک کوفی سے ملاقات

ابن کثیر دمشقی اور ابن نما کوفہ کے ایک آدمی سے نقل کرے ہیں: "میں اعمال حج انجام دینے کے بعد جلدی سے کوفہ کی طرف واپس لوٹا، راستے میں چند خیمے لگے ہوئے دیکھے، معلوم ہوا کہ یہ خیمے امام حسین علیہ السلام سے متعلق ہیں۔ میں فرزند پیغمبر کی زیارت کے شوق میں آپ کے مخصوص خیمے میں حاضر ہوا۔ رخ انور کی زیارت سے کھلا کہ آپ کی پیری کا آغاز ہو چکا ہے۔ آپ تلاوت قرآن میں مصروف تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے"۔ عرض کی: "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ اے فرزند دختر پیغمبر! کون سی مجبوری آپ کو اس بے آب و گیاہ صحرا میں کھینچ لائی ہے؟ "امام نے جواب میں فرمایا: ﴿اِنَّ هٰؤُلاءِ اَخافُوْنی ـــ﴾ ایک طرف سے تو بنی امیہ مجھے ڈرا رہے ہیں اور دوسری طرف سے یہ کوفہ کے لوگوں کے دعوت نامے اور درخواستیں ہیں جو انہوں نے میری طرف بھیجی ہیں اور یہی کوفہ کے لوگ مجھے قتل کر دیں گے اور اگر خداوند عالم کے احکام اور اس کے قوانین کو انہوں (اہل کوفہ) نے توڑا تو خدا ان پر ایسے شخص کو مسلط کر دے گا جو انہیں قتل کرے گا اور انہیں اس قدر ذلیل و خوار کرے گا کہ وہ لوگ عورتوں (کے حیض و نفاس) کے پھینکے ہوئے (غلیظ اور خون آلود (کپڑوں سے بھی زیادہ حقیر اور نفرت انگیز ہو جائیں گے"۔

کوفیوں کے بارے میں پیشینگوئی

امام حسین علیہ السلام کی پیشگوئی امام کی اس گفتگو میں قابل توجہ بات وہ پیشگوئی ہے جو آپ نے اہل کوفہ کے بارے میں بیان فرمائی کہ: "یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے اور اس عظیم ترین جنایت کے ارتکاب کے بعد خدا ایسے شخص کو اُن پر مسلط کرے گا جو اُن کا قتل عام کرے گا اور انہیں اس طرح ذلیل و خوار کرے گا کہ وہ دنیا کے ذلیل ترین اور نہایت بے قیمت لوگ شمار ہوں گے"۔ آپ کی یہ پیشگوئی متعدد فرمودات میں موجود ہے۔ "بطن عقبیٰ" کے مقام پر اور مکہ سے روانہ وہتے وقت ابن عباس ا کی تجویز کے جواب میں بھی آپ نے یہی پیشگوئی بیان فرمائی اور اسی طرح اہل کوفہ کے سامنے روز عاشور، میدان کربلا میں آپ نے اپنی دوسری تقریر میں بھی یہی پیش گوئی ذکر فرمائی۔ اس مقام پر آپ نے ارشاد فرمایا: "اے اہل کوفہ! خدا کی قسم! اس جنگ کے بعد تمہیں آرام و خوشی نصیب نہ ہوگی مگر بہت کم اور صرف اتنی مقدار میں جتنا وقت سوار کو اپنے گھوڑے پر سوار ہونے میں لگتا ہے۔ اس کے بعد چرخ آفتاب تمہارے حالات کو اس قدر شہرت سے گھمائے گا کہ تمہیں چکی کے محور کی طرح تنزل و اضطراب میں لے آئے گا۔١

حجاج بن یوسف

اب دیکھنا چاہیئے کہ اہل کوفہ کے بارے میں امام کی پیشگوئی کسب، کس طرح اور کس کے ہاتھوں تحقق پذیر ہوئی۔ وہ کون تھا جو ان لوگوں پر مسلط ہوا وار انہیں اس طرح ذلیل و خوار کیا کہ وہ دنیا کی تمام اقوام سے زیادہ ذلیل تر قرار دیئے گئے۔ واقعہ کربلا کے بعد کوفہ کے لوگ ایک مختصر مدت تک خوشی و آرام دیکھ سکے۔ اس کے بعد وہ آرام ان سے چھن گیا، کیونکہ بلا فاصلہ انہی میں سے کچھ لوگ "توّابین" کے عنوان سے اٹھ کھڑے ہوئے، پھر تھوڑی مدت کے بعد "مختار ثقفی" کا واقعہ پیش آیا۔ یہ سب واقعات قتل و خونریزی کے ساتھ ساتھ اہل کوفہ کیلئے اضطراب اور مصیبت کا باعث بھی بنے اور بالآخر ان لوگوں کو سزا مل کے رہی جو کربلا میں موجود تھے۔ خاندان بنو امیہ اور اس کے بعد بنی عباس کی حکومت کے دور میں اور اسی طرح دیگر ادوار میں بھی عراق اور اس کے مرکز کوفہ پر ساڑھ ستی ہی کے اثرات طاری رہے۔ امام نے یہی تو فرمایا تھا: ﴿لا تُرْضِ الْوُلاةُ عَنهُمْ اَبَداً ـــــ﴾۔ "حکمران ان سے کبھی خوش نہیں رہیں گے"۔٢ لیکن ان سب ادوار سے بدترین اور سیاہ ترین دور کوفہ کے لوگوں پر تب گزرا جب حجاج بن یوسف ثقفی مطلق العنان فرمانروا کی حیثیت سے عراق پر حکم فرما ہوا اور سنہ ۷۵ ھ سے سنہ ۹۵ ھ تک، عراق کے لوگوں اور بالخصوص اہل کوفہ پر اس شخص نے بے انتہا ظلم و ستم روا رکھا اور ان کے دلوں میں رعب و وحشت پیدا کی اور بیشمار آدمی قتل کر ڈالے۔ مختصر یہ کہ اس نے لوگوں کو اس طرح ذلت و خواری اور تباہی سے ہمکنار کیا کہ امام کے فرمان ﴿اَذَلَّ مِنْ فِرامِ

الْمَرْئَۃ) کی اس سے بڑھ کر صحیح ترین اور منہ بولتی و تعبیر کہیں اور مل ہی نہیں سکتی۔

مروج الذھب اور کامل ابن اثیر میں مذکور ہے کہ جب حجاج بن یوسف عراق کا حکمران بنا اور اس نے کوفہ کو اپنا دار الخلافہ قرار دیا تو وہاں اپنی پہلی تقریر میں لوگوں پر رعب ڈالنے کے لئے اس نے خونخوار لہجے میں تقریر شروع کی۔ بسم اللہ کے ذکر کے بغیر اس نے اپنی تقریر کا آغاز ان جملوں سے کیا: "اے عراق کے لوگو! اے شقی و منافق اور بدترین صفات کے حامل لوگو! خدا کی قسم میں تمہارے درمیان وہ گردنیں اور وہ سر زیادہ دیکھ رہا ہوں جنہیں جدا کرنے کا وقت آن پہنچا ہے اور یہ کام میں ہی انجام دوں گا۔ اے عراق کے لوگو! جان لو کہ خدا کی قسم! میں نہ تمہاری کسی لغزش سے درگزر کروں گا اور نہ تمہارا عذر قبول کروں گا"۔١ اس کے بعد حکم دیا کہ سب لوگ شہر کے باہر جمع ہو جائیں اور مہلب نامی اس سردار کی مدد کو پہنچیں جو بصرہ میں حکومت کے مخالفین سے مصروف جنگ ہے اور لوگوں میں جو بھی یہ حکم نہیں مانے گا اس کی گردن اڑا دی جائے گی اور اس کا گھر ویران کر دیا جائے گا۔ اس حکم کے تیسرے دن جب حجاج بذات خود کوفہ کے لوگوں کو بصرہ کی طرف روانہ ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا،

کوفہ کے قبائلی سرداروں میں سے ایک بوڑھا سردار عمیر بن ضابی اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: امیر! میں بہت ضعیف ہوں میرے چند نوجوان فرزند اس جنگ میں شرکت کر رہے ہیں۔ تم ان میں سے ایک کو میری جگہ شمار کر لو اور مجھے اس جنگ میں شرکت سے معاف رکھو۔ ابھی بوڑھے سردار کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ حجاج نے حکم دیا: "اس کا سر تن سے جدا کر دیا جائے اور اس کا مال لوٹ لیا جائے"۔ کوفہ کے لوگ یہ حالت دیکھ کر جنگ بصرہ میں شرکت کے لئے اس طرح بدحواس ہو کر اور اس کثرت سے شہر سے نکلے کہ بے شمار اسی دھکم پیل میں پل پر سے گر کر دریائے فرات میں غرق ہو گئے۔١ مورٔخین نقل کرتے ہیں کہ حجاج بن یوسف (جو ٩٥ ھ میں بیس سال حکومت کرنے کے بعد واصل جہنم ہوا) کہتا تھا کہ اس کے ہاتھوں اس بیس سالہ دور میں ایک لاکھ بیس ہزار لوگ قتل ہوئے۔ (یہ تعداد ان مقتولین کے علاوہ ہے جو جنگوں میں قتل کروائے گئے) حجاج کی موت کے وقت ٥٠ ہزار مرد اور ٣٠ ہزار عورتیں اس کے زندانوں میں مقید تھیں جن میں سے ١٦ ہزار عورتیں عریاں حالت میں تھیں۔ مسعودی یہ واقعات نقل کرنے کے بعد کہتا ہے کہ حجاج عورتوں اور مردوں کو ایک جگہ اکٹھا قید کرتا تھا۔ اور ان قید خانوں میں چھت نہیں ہوتی تھی چنانچہ سورج کی گرمی، لو کے تھپیڑوں، بارش اور سردی کی شدت سے قیدی ہمیشہ اذیت ناک عذاب سے دوچار رہتے تھے۔٢ ابن جوزی لکھتا ہے کہ حجاج کے زندانیوں کی خوراک آٹے، جو، مٹی اور نمک سے تیار کی جاتی تھی اور جو شخص بھی حجاج کے زندانوں میں چند دن رہتا تھا اس قسم کی غذا، سورج کی گرمی اور لو کے تھپیڑوں کے سبب ایک سیاہ فام افریقی نظر آتا تھا۔٣ ابن قتیبہ دینوری نقل کرتا ہے کہ حجاج اہل بصرہ کی مخالفت کی وجہ سے رمضان کے مہینے میں بروز جمعہ شہر بصرہ میں وارد ہوا اور ایک سازش کے تحت لوگوں کو شہر کی جامع مسجد میں جمع کیا اور ستر ہزار؟ جی ہاں ستر ہزار افراد کو ایک ہی جگہ پر تہہ تیغ کر دیا۔ ایسی جنایت، ایسا جرم پوری تاریخ میں دیکھنے میں نہیں آیا۔

١ مشہور لبنانی دانشمند شیخ محمد جواد مغنیہ لکھتے ہیں کہ میں نے تاریخ کا جتنا مطالعہ کیا ہے قساوت قلبی اور خونخواری میں کسی کو حجاج جیسا نہیں دیکھا البتہ (نرون) کے بارے میں ہم ایسے واقعات سنتے ہیں جن کی روشنی میں حجاج کی شقاوت قلبی واضح تر ہو جاتی ہے۔ جب اس (نرون) کے حکم پر روم جل رہا تھا اور عورتوں اور بچوں کے نالہ و فریاد کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں تو یہ ملعون کھڑا تماشہ دیکھ رہا تھا اور ہنس رہا تھا۔٢ عمر بن عبد العزیز حجاج بن یوسف کے بارے میں کہتا تھا کہ اگر تمام ملتیں اپنے خبیث ترین اور خونخوار ترین افراد کو سامنے لائیں اور ہم اس خباثت اور دنایت کے مقابلے میں حجاج کو پیش کریں تو یقینا پست فطری کے اس مقابلے میں ہم اقوام عالم کو شکست سے دوچار کر دیں گے۔٣ یہ وہ مقام ہے جہاں امام کی وہ پیش گوئی صد در صد درست قرار پاتی ہے کہ (فَیُسَلِّطُ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ مَنۡ یُذِلُّھُمۡ حَتّٰی یَکُوۡنُوۡا اَذَلَّ مِنۡ فِرَامِ الْمَرْئَۃ)۔

مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر

"اہل کوفہ سے ایک شخص "ابن سلیم" کہتا ہے: "میں نے اپنے ساھی "مذری" کے ساتھ مراسم حج سے فراغت کے بعد مضمم ارادہ کیا کہ جتنا جلد ہو سکے کاروان حسین تک پہنچیں اور امام کی غرض و غایت سے آگاہی حاصل کریں۔ منزل "زرود" میں ہم قافلے سے آملے اور اسی مقام پر کوفہ سے آنے والا "بکیر" نامی ایک مسافر ہمیں ملا، اپنے شہر کے حالات اس سے پوچھے تو اس نے کہا: "خدا کی قسم! مسلم ابن عقیل اور ہانی ابن عروہ کو قتل کیا جا چکا ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان کی لاشیں کوفہ کے بازاروں میں روندتی جا رہی ہیں"۔ عبد اللہ کہتا ہے: "اس کے بعد ہم قافلۂ حسین ابن علی سے ملحق ہو گئے اور غروب آفتاب کے وقت منزل ثعلبیہ میں وارد ہوئے اور اس منزل پر ہم امام کے نزدیک آئے۔ ان سے ملاقات کی اور مسلم اور ہانی □ کی شہادت سے انہیں مطلع کیا"۔ ابن سلیم کہتا ہے

" :امام نے یہ خبر سن کر فرمایا: (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ) پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ امام کے ساتھیوں اور بنو ہاشم نے بھی گریہ کیا۔ عورتوں کے نالہ و فریاد کی صدائیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ گریہ و نالہ قدرے تھم جانے کے بعد عبد اللہ اور اس کے ساتھی نے امام سے عرض کی: "یابن رسول اللہ! مسلم اور ہانی کی شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ اہل کوفہ آپ کے طرفدار نہیں رہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آپ اسی جگہ سے مراجعت فرمائیں"۔ لیکن فرزندانِ عقیل نے کہا: "نہیں خدا کی قسم! ہم مسلم کے خون کا بدلہ لیں گے"۔ عبد اللہ، اس کے ساتھی اور فرزندان عقیل کے درمیان یہ گفتگو قدرے طویل ہو گئی، ہر ایک اپنے نقطۂ نظر کے حق میں دلائل پیش کر رہا تھا لیکن اس کے باوجود سبھی منتظر تھے کہ امام اس ضمن میں اپنے حتمی فیصلے سے آگاہ فرمائیں۔ چنانچہ کچھ دیر بعد امام نے فرمایا: (لَاخَیۡرَ فِی الْعَیۡشِ بَعۡدَ ھٰوٴُلَاءِ) "مسلم ابن عقیل اور ہانی بن مروہ جیسے جوانمردوں کے کے بعد زندگی کا کوئی فائدہ نہیں رہا"۔

مقام ثعلبیہ

منزل ثعلبیہ میں ایک شخص امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی (یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِھِمۡ) "ہم قیامت کے دن ہر قوم و ملت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے"۔٢ امام نے جواب میں فرمایا: ہاں ایک امام و پیشوا تو وہ ہے جو لوگوں کو راہ راست و سعادت و خوش بختی کی طرف بلاتا ہے اور ایک گروہ اس کا مثبت جواب دیتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے لیکن ایک امام ایسا ہے جو لوگوں کو انحراف و بدبختی کی دعوت دیتا ہے اور ایک گروہ اس کا مثبت جواب دیتا ہے۔ پہلا گروہ بہشت اور دوسرا جہنم میں جائے گا"۔ پھر امام نے فرمایا": یہی ایک دوسری آیت کا معنی ہے کہ (فَرِیۡقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَفَرِیۡقٌ فِی السَّعِیۡرِ)۔

جب ایک شخص امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوران گفتگو امام نے سوال کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو تو اس نے جواب دیا: کوفہ سے۔ تو امام نے فرمایا: (اَمَا وَ

اللهِ لَوْ لَقِيتُکَ بِالْمَدينَةِ۔۔۔۔) "خدا کی قسم اگر تجھ سے مدینہ میں ملاقات ہوتی تو میں تجھے اپنے گھر میں جبرائیل امین کی آمد و رفت کے نشانات دکھاتا ٢ اور وہ جگہ بھی جہاں جبرئیل میرے جد امجد پر وحی لے کر نازل ہوتے تھے۔ اے میرے کوفی بھائی! علم کا حقیقی گھوارہ تو ہمارا خاندان ہی ہے پس کیا یہ لوگ) دشمنان اہل بیت) عالم اور دانا ہیں اور ہم (نعوذ باللہ) جاہل اور نادان ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بصائر الدرجات اور اصول کافی سے منقول یہ سخنِ امام اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ امام درحقیقت اس کوفی کے کسی سوال کا جواب دے رہے ہیں۔ ہم نے حتی المقدور کتب تواریخ سے یہ سوال تلاش کرنے کی جستجو کی تاکہ کلام امام کی بہتر وضاحت ہو سکے لیکن اصل سوال کا پتہ نہ چل سکا۔ لیکن امام کی ساری گفتگو اور خصوصاً یہ جملہ(اَفَعَلِمُوا وَجَهِلْنٰا؟) جو استفہام انکاری کی صورت میں استعمال ہوا ہے، اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ یہ سوال کرنے والا کوئی شخص جاہل و ظاہر بین ہے جو دوسرے معترضین کی طرح بنو امیہ کے مقابلے میں امام کے اس سفر کو درست نہیں سمجھتا تھا۔

منزل شقوق

امام جوں جوں عراق کی سرحد کے نزدیک ہوتے جاتے ہیں۔ کوفہ اور اطراف کے مختلف لوگوں سے ان کی ملاقاتیں ہوتی ہیں چنانچہ منزل ثعلبیہ سے گزرنے کے بعد ایک ار منزل "شقوق" میں پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ کوفہ کی طرف سے ایک آدمی آرہا ہے۔ وہ شخص جب قریب آتا ہے تو امام اس سے کوفہ کے حالات اور وہاں کے لوگوں کے نظریات و افکار کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ وہ شخص کہتا ہے کہ "یابن رسول اللہ! عراق کے لوگ آپ کی مخالفت میں متحد اور ہم آہنگ ہو چکے ہیں اور آپ کے خلاف جنگ کے وعدے دے چکے ہیں۔ امام نے جواب میں فرمایا: (اِنَّ الْاَمْرَ لِلّٰهِ يَفْعَلُ مٰا يَشٰاءُ ۔۔۔۔) کہ پیش آنے والے حالات خدا کی طرف سے ہیں اور وہ جیسا بہتر سمجھتا ہے انجام دیتا ہے اور خدائے بزرگ و برتر ہر روز زمانے کے تقاضوں کے مطابق (ایک خاص ارادہ رکھتا ہے)۔ اس کے بعد امام نے یہ اشعار پڑھے: (فَاِنْ تَكُنِ الدُّنْيٰا تُعَدُّ نَفيسَةً۔۔۔۔) اس جہان کی زندگی اگرچہ ایک گروہ کی نظر میں بڑی نفیس اور قیمتی ہے لیکن یوم جزا یعنی روز قیامت اس سے بالاتر اور زیادہ قیمتی ہے۔ اور اگر مال و دولت جمع کرنا اس لئے ہے کہ ایک روز اس سے ہاتھ اٹھا لیا جائے تو آدمی کو ایسی دولت میں بخل نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر رزق اور روزیاں تقسیم ہو چکی ہیں، مقدر میں لکھی جا چکی ہیں تو بس مرد اپنی دولت کمانے میں جتنا کم حاصل کرے اتنا ہی بہتر ہے۔ اور اگر یہ بدن موت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں تو راہِ خدا میں مرد کا مارا جانا زیادہ بہتر ہے۔ اسے خاندان پیغمبر تم پر درود و سلام ہو کہ میں بہت جلد تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا۔ آہنی ارادہ کسی بھی انقلابی جدوجہد کی کامیابی اور موفقیت اور کسی بھی رہبری اور قیادت کی بنیادی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ ہر تلخ اور جانگداز اور ناگوار حادثے کے وقت اپنی تصمیم اور ارادے سے منحرف نہ ہو۔ ایسے حالات میں اسے دل نہیں ہارنا چاہیئے۔

منزل زبالہ

امام کا قافلہ منزل شقوق کے بعد منزل زبالہ میں وارد ہوتا ہے اور یہ وہ منزل ہے جہاں پر مسلم، ہانی اور عبد اللہ بن یقطر٢ کے شہید ہونے کی خبر رسمی طور پر امام کے حامیوں کی طرف سے امام کو پہنچی۔ امام نے اپنے یار و انصار کے درمیان یہ خط ہاتھ میں تھامے، کھڑے ہوکر فرماتے ہیں: (اما بعد فقد اتا فی خبر فظیع۔۔۔) "ایک نالہ انگیز اور درد ناک خبر ہم تک پہنچی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہانی بن عروہ، مسلم بن عقیل اور عبد اللہ بن یقطر شہید کر دیئے گئے ہیں اور ہمارے شیعہ ہماری مدد سے ہاتھ اٹھا چکے ہیں اب تم میں سے جو شخص پلٹنا چاہتا ہے وہ آزاد ہے ہماری طرف سے اس کی گردن پر کوئی حق نہیں ہے"۔ کہ اے میرے ساتھیوں ابھی ابھی ایک خطرناک خبر میرے کانوں تک پہنچی ہے کہ میرے تین باوفا ساتھی جام شہادت نوش فرما چکے ہیں۔ کوفہ کے وہ شیعہ جنہوں نے مییر مدد و نصرت کے وعدہ کئے تھے وہ اب ابن زیاد کے وعدہ وعید سے مرعوب ہوکر یا فریفتہ ہوکر میری نصرت و مدد سے ہاتھ اٹھا چکے ہیں لہٰذا تم بھی اپنا راستہ اختیار کرنے میں آزاد ہو۔ میں اپنا حق بیعت تم سے اٹھا لیا ہے وہ چاہے اگر میرا ساتھ دو چاہے اپنے وطن واپس لوٹ جاؤ۔

طبری کہتے ہیں کہ امام جانتے تھے کہ جو لوگ اس سفر کے دوران میرے قافلے میں شامل ہوئے تھے۔ اس امید پر کہ امام ایک ایسے شہر میں جا رہے ہیں جہاں کے لوگ ان کے مطیع و فرمانبردار ہیں (اسی طرح کچھ مالی فوائد حاصل ہوں گے) لیکن امام اس خیال سے پریشان تھے کہ یہ لوگ بے خبری ہیں ان کے ساتھ ہمسفر ہیں۔ اگر ان لوگوں پر حقیقت واضح ہو جائے تو یہ لوگ اس سفر کو ترک کر دیں گے اور صرف وہی افراد باقی رہ جائیں گے جو صمیم قلب سے روح دل سے تا دم مرگ آپ کی مدد و نصرت کا عہد کر چکے ہیں۔ لہٰذا جب آپ نے یہ تجویز پیش کی اور خط کا مضمون بھی شریک اہل قافلہ کے سامنے رکھا۔ طبری اس تجویز کا نتیجہ اس طرح نقل کرتے ہیں کہ امام کے کلام کے بعد کچھ لوگ گروہ در گروہ ادھر اُدھر ہٹنے لگے اور متفرق ہوگئے۔ حتیٰ کہ امام کے چند خاص صحابہ اور یار رہ گئے جو مدینہ سے آپ کے ہمراہ آئے تھے اور یہ جملے طبقات ابن سعد میں بھی مذکور ہیں۔ یہ تھا امام کی تجویز کا اصل سبب، اس کا نتیجہ جو آپ نے مشہور مورخ طبری اور طبقات ابن سعد سے سنا لیکن جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ یہ تجویز امام نے ایک جگہ اور ایک منزل پر ہی نہیں بلکہ مختلف مواقع پر پیش کی۔ چنانچہ منزل زبالہ کے بعد اگلی منزل بطن میں پہنچتے ہیں تو وہاں بھی عمداً صراحت سے یہ موضوع ایک اور بیان سے، ایک اور انداز سے اس طرح پیش کرتے ہیں۔

بطن عقبہ

اامام حسین علیہ السلام کا قافلہ منزل زبالہ سے روانہ ہونے کے بعد بطن عقبہ میں اپنی منزل میں وارد ہوا۔ ابن کلولے امام صادق سے اور اسی طرح دوسرے محدثنین اور مؤرخین سے نقل کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے اس منزل میں ایک خواب دیکھا اور اسی کی مناسبت سے انصار و اصحاب سے فرمایا: (ما ارانی الا مقتولا۔۔۔) میں اپنے بارے میں صرف یہی جانتا ہوں کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا کیونکہ میں خواب میں دیکھا ہے کہ بہت سے کتے مجھ پر حملہ آور ہوئے ہیں اور ان میں سے بدترین اور شدید ترین کتا سیاہ اور سفید رنگ کا تھا۔ مرحوم شیخ مفید اپنی کتاب ارشاد میں نقل کرتے ہیں کہ یہاں پر قبیلہ "عکرمہ" کے ایک شخص عمرو بن لوان کا امام کے قافلے سے آمنا سامنا ہوا۔ اس نے آپ سے عرض کی کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ امام نے فرمایا: "کوفہ کی طرف"۔ عمرو بن لوذان کہتا ہے کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ یہیں سے واپس پلٹ جائیں کیونکہ میرے خیال میں اس سفر کے دوران آپ کا سامنا صرف نیزے اور شمشیر سے ہوگا۔ جن لوگوں نے آپ کو دعوت دی ہے اگر تو یہ جنگ اور آشوب کو روک سکتے ہیں اور ہر لحاظ سے آپ کی نصرت کے لئے تیار ہیں تب تو ان کی طرف جانے میں کوئی حرج نہیں لیکن آپ جن حالات کی پیشگوئی فرما رہے ہیں ان کی روشنی میں آپ کا عراق کی طرف جانا میری نظر میں کسی طرح بھی درست نہیں۔

امام نے اس کے جواب میں فرمایا: (یا عبد اللّفه لا یخفی علی الرای۔۔۔) اے بندہٗ خدا جو کچھ تم سمجھ رہے ہو میرے نزدیک بھی واضح اور روشن ہے لیکن خدا کا فیصلہ ناقابل تبدیل ہوتا ہے۔ پھر امام نے فرمایا: (انهم لا یدعونی۔۔۔۔) "یہ لوگ مجھے نہیں چھوڑیں گے، میرا خون بہائیں گے لیکن ان کے اس شرمناک اور ذلت آمیز عمل کے بعد خداوند عالم ان پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو انہیں ذلت و رسوائی کی اتھاہ گھرائیوں میں ڈال دے گا اور انہیں تمام ملل و اقوام سے ذلیل تر کر دے گا"۔

منزل اشراف اور حُر کی آمد

: یہ نورانی قافلہ، یہ حسینی کاروان بطن عقبہ سے روانہ ہوتا ہے اور منزل شراف میں وارد ہوتا ہے۔ اس منزل پر حر بن یزید الریاحی بھی ہزار جنگجو سپاہیوں کے ساتھ امام حسین سے ملتا ہے اور کوفہ سے اس کے آنے کا مقصد ہی حسین کا راستہ روکنا تھا۔ اسی منزل میں امام حسین علیہ السلام نے دو مختصر تقریروں کے ذریعے اپنے موقف اور خاندان بنی امیہ کے موقف کی طرف اشارہ کیا اور حر کے لشکر کو اپنے مشن کے اسباب سے آگاہ کیا۔

امام نے منزل شراف میں وارد ہونے کے بعد حکم دیا کہ نوجوان طلوع فجر سے پہلے فرات کی طرف جائیں اور احتیاج اور ضرورت سے زیادہ پانی خیموں میں لائیں۔ اسی دن شدید گرمی کی حالت میں حر بن یزید ریاحی ہزار مسلح افراد کو ساتھ لیے اس سرزمین میں وارد ہوتا ہے۔ امام نے جب لشکر کی یہ حالت دیکھی کہ دور دراز کے سفر کے تھکے ہوئے اور ساتھ ساتھ بے حد تشنہ یہ سپاہی مدد کے محتاج ہیں۔ تو اپنے سپاہ کو حکم دیا کہ ان سپاہیوں اور ان کے گھوڑوں کو سیراب کر دو اور معمول کے مطابق سفر کے تھکے ہوئے ان گھوڑوں کو نہلائیں۔ آپ کے انصار نے بھی آپ کے حکم کے مطابق عمل کیا اور سپاہیوں کو پانی پلانے کے ساتھ ساتھ برتنوں میں پانی لا کر گھوڑوں کو بھی پلا رہے تھے اور انہیں گھوڑوں کے او پر پانی بھی ڈال رہے تھے۔ حر کے لشکر کا ایک سپاہی علی بن طعان محاربی کہتا ہے کہ میں شدید تھکاوٹ اور پیاس کے باعث سب سے پیچھے رہ گیا تھا اور سب سے آخر میں منزل شراف میں پہنچا، دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھی لشکر کو پانی پلا رہے ہیں۔ میری طرف کسی نے توجہ نہ کی۔

اسی موقع پر ایک نہایت پروقار اور خوش طینت انسان تھا جو خیموں کے کنارے کھڑے میری طرف دیکھ رہا تھا اور وہ خود حسین بن علی تھے۔ میری مدد کو پہنچا۔ پانی کا مشک ساتھ لائے اور مجھ سے کہا (أنخ الرّوآیت) "اپنے اونٹ کو بٹھاؤ"۔ ابن طعان کہتا ہے کہ میں حجاز کی زبان سے مکمل آشنائی نہیں رکھتا تھا لہٰذا میں آپ کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔ دو بار آپ نے فرمایا: (أنخ الجمل) تو میں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور پانی پینا شروع کیا۔ شدید پیاس کی وجہ سے میرے ہاتھ کانپ رہے تھے اور میں صحیح طرح سے پانی نہیں پی سکتا تھا۔ پانی میرے سر اور چہرے پر گر رہا تھا۔ یہ صورتحال دیکھ کر امام نے فرمایا: (اخنث السعاء) "مشک کو دباؤ"۔ میں پھر آپ کا جملہ نہ سمجھ سکا تو امام نے مشک اپنے ہاتھوں میں پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے مشک کا منہ سنبھال کر مجھے آرام سے پانی پلایا۔

اس محبت و مہربانی اور تھوڑے سے آرام کے بعد ظہر کا وقت ہوا۔ امام نے اپنے خصوصی موٴذن حجاج بن مسروق سے فرمایا (أذن یرحمک اللہ و أقم للصلٰوۃ نصلی) "خدا تم پر رحم کرے، اذان و اقامت کہو تاکہ ہم نماز پڑھیں"۔ حجاج نے اذان دینی شروع کی امام نے حر سے فرمایا کہ تم بھی ہمارے ساتھ نماز پڑھو گے یا اپنے سپاہیوں کے ساتھ الگ؟ اس نے کہا: ہم آپ کے ساتھ ایک صف میں کھڑے ہوکر نماز پڑھیں گے"۔ امام اور ان کے اصحاب آگے تھے اور حر اور اس کے سپاہی پچھلی صفوں میں کھڑے ہوکر نماز ظہر امام کی اقتداء میں بجا لائے۔ امام علیہ السلام کا خطاب نماز ختم ہونے کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اپنی تلوار پر ٹیک لگا کر یہ خطاب ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! میری طرف سے تم پر اتمام حجت ہے اور میں اپنا فریضہ ادا کر رہا ہوں اور خدا کے نزدیک اپنی ذمہ داری انجام دے رہا ہوں۔ میں نے تمہاری طرف سفر کا ارادہ اس وقت کیا کہ جب تمہاری طرف سے بے شمار خطوط میرے پاس پہنچے، جن میں تم نے لکھا تھا کہ ہم امام اور پیشوا سے محروم ہیں۔ آپ ہماری رہنمائی کے لئے تشریف لائیں تاکہ خدا آپ کے ذریعے سے ہمیں ہدایت سے نوازے۔ اگر تم لوگ اپنی اس دعوت میں وفادار اور اپنے عہد کے پابند ہو تو تمہیں چاہیئے کہ اس عہد کی تجدید کرو اور میرا ساتھ دو اور اپنی طرف سے مجھے مطمئن کرو اور اگر میرے آنے سے تم ناراضی ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس جانے کو تیار ہوں۔

حر کے سپاہیوں نے امام کی اس تقریر کے جواب میں خاموشی اختیار کی اور کسی بھی مثبت یا منفی جواب سے گریز کیا۔ اس طرح ظہر کی نماز امام کی اس تقریر کے ساتھ ختم ہوئی۔ نماز عصر کا وقت آیا۔ یہ نماز بھی امام حسین کی امامت میں ادا کی گئی۔ حر کے سپاہی اس نماز میں بھی شریک ہوئے۔ امام نے عصر کی نماز کے بعد دوبارہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

امام نے فرمایا: لوگو! خدا سے ڈرو اور یہ بات قبول کر لو کہ حق اگر حق والوں کے پاس ہو تو خدا کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ ہم اہل بیتِ پیغمبر لوگوں کی رہبری اور ان پر حکومت کرنے کے زیادہ سزاوار اور زیادہ لائق ہیں۔ بہ نسبت بنو امیہ کے جو ناحق اس کے دعوے دار ہیں اور جنہوں نے ہمیشہ ظلم و فساد اور خدا کے ساتھ دشمنی کا راستہ اختیار کیا ہے اور تم لوگ جس راستے پر چل پڑے ہو اگر اسی پر ہی اصرار کرتے ہو اور ہمارا ساتھ چھوڑنے پر تلے بیٹھے ہو اور ہمارا حق نہیں پہچانتے ہو اور اس وقت تمہاری ذہنیتیں بدل چکی ہیں تو میں یہیں سے پلٹ جاتا ہوں۔

جب امام حسین علیہ السلام کا کلام ختم ہوا تو لوگوں نے کہا کہ ہمیں تو ان دعوتوں کی کوئی خبر نہیں۔ امام نے عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ جاؤ اور وہ دو تھیلے اٹھا لاؤ جن میں اہل کوفہ کے خطوط رکھے ہیں لیکن حر نے ان خطوط سے لا علمی کا اظہار کیا۔ اس موقع پر امام اور حر کے درمیان گفتگو ہوئی جسے ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے

منزل شراف میں امام حسین علیہ السلام کی دوسری تقریر جب ختم ہوئی اور امام حسین علیہ السلام نے کوفہ کے لوگوں کے دعوت نامے اور اس کے سپاہیوں کے آگے رکھے تو اس سارے واقعہ کے بعد امام اور حر کے درمیان آئندہ سفر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کیونکہ امام چاہتے تھے کہ کوفہ کی طرف روانہ ہوں اور حر اپنی معموریت اور ذمہ داری کے باعث یہ چاہتا تھا کہ آپ کو کوفہ کی طرف آنے سے روکے لیکن جب حر نے دیکھا کہ امام اپنے عزم میں پختہ ہیں اور کسی قسم کی نرمی کے قائل نہیں تو اس نے کہا کہ اگر آپ کوفہ کی طرف ہی سفر کا عزم کیے بیٹھے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ ایک ایسا راستہ اختیار کریں کہ نہ تو آپ کوفہ میں وارد ہوں اور نہ ہی مدینہ کی طرف واپس جائیں تاکہ میں اس فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے ابن زیاد کی طرف صلح آمیز خط لکھوں۔ شاید اس طرح خداوند عالم مجھے آپ کے ساتھ جنگ کرنے سے نجات بخشے۔

حر نے اس جملے کا اضافہ بھی کیا (انی اذکرک اللہ فی نفسک فانی اشھد لئن قاتلت لتقتلن) میں یہ بات آپ کو ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ جنگ

کریں گے تو شہید کر دیئے جائیں گے۔ جب امام نے حر کی یہ دھمکی آمیز گفتگو سنی تو فرمایا: (افبالموت تخوفنی وهل یعد و بکم الخطب ان تقلونی؟۔۔) کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو اور کیا مجھے قتل کرنے کے سوا کوئی اور کام بھی تم سے ہو سکتا ہے۔ میں تمہارے جواب میں وہی چند اشعار پڑھتا ہوں کہ جو قبیلہ اوس کے مومن بھائی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کے لئے جنگ میں شرکت کے لئے جاتے وقت اپنے اس چچا زاد بھائی کیل ئے پڑھے تھے کہ جو اسے جنگ پر جانے سے روک رہا تھا۔ وہ مومن کہتا ہے: میں موت کی طرف جاؤں گا اس لئے کہ موت جوانمرد اور دلبر آدمی کے لئے ننگ و عار نہیں ہوتی جبکہ وہ شخص جو موت کی طرف جا رہا ہے (وہ اسلام کا معتقد ہو اور اس کا ہدف اور نصب العین حق پر ہو)۔ وہ چاہتا ہو کہ وہ اپنی جان نثار کرے ان لوگوں کی حمایت میں جو نیک ہیں اور جنایت کا واحد ظالم افراد کی مخالفت کرتا ہے اور خدا کی دشمنی سے دور رہتا ہے۔ میں اپنی جان کو خلوص کی بنا پر نذر کر رہا ہوں اور زندگی سے ہاتھ دھو رہا ہوں یہاں تک کہ ایک بہت بڑے دشمن کے خلاف سخت ترین جنگ میں وارد ہو جاؤں۔ میں اگر زندہ رہا تو پشیمان نہیں رہوں گا اور اگر مر گیا تو کسی قسم کی ناآرامی اور ناراحتی نہیں دیکھوں گا۔ تیرے لئے بس اے چچازاد اتنا ہی کافی ہے کہ تو ایسی ہی ذلت آمیز زندگی گزارے۔ یہ مصمم جواب سن کر حر بڑی ناراحتی اور غصے کے ساتھ ایک طرف ہو جاتا ہے اور امام سے جدا ہو جاتا ہے۔

دونوں قافلے ایک ساتھ جا رہے تھے اور منزلوں پر منزلیں طے ہو رہی تھیں یہاں تک کہ منزل بیضہ میں امام کو ایک موقعہ ملا تو وہاں پر آپ نے حر کے سپاہیوں کے ساتھ پھر خطاب فرمایا۔۱ ترجمہ کلام: اے لوگو! پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان بھی کسی ایسے حاکم یا سلطان کو دیکھے جو حرام خدا کو حلال کر رہاہو اور خدا کے ساتھ کئے گئے پیمان کو توڑ رہا ہو اور سنت اور قانون پیغمبر کی مخالفت کر رہا ہو اور بنگان خدا میں گناہ، عداوت اور دشمنی کا راستہ اختیار کیے بیٹھا ہو لیکن وہ مسلمان ایسے ظالم و جابر حکمران سے عملاًیا زبانی طور پر مخالفت کا اظہار نہ کرے تو خداوند عالم اس خاموش رہنے والے مسلمان کو اسی تابع حکمران کے ساتھ آتش جہنم میں داخل کرے گا۔ اے لوگو! اگر ہو کہ یہ (بنی امیہ) اطاعت خدا کو ترک کر چکے ہیں تو اور شیطان کی پیروی کو اپنا نصب العین بنا چکے ہیں یہ لوگ ظلم و فساد کو اسلامی معاشرہ میں رواج دے رہے ہیں۔ خدا تو انہیں کو معطل کر رہے ہیں اور فے (جوکہ خاندان پیغمبر کے ساتھ مختص ہے) کو انہوں نے اپنے ساتھ مختص کر لیا ہے۔ خدا کے حلال و حرام اور اوامر و نواہی تو بدل چکے ہیں ان حالات میں اسلامی معاشرہ کی ہدایت اور رہبری اور اس ظلم و فساد اور ان ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے دوسروں کی نسبت زیادہ ذمہ دار ہوں یا سزاوار ہوں۔ ان سب حقائق سے قطع نظر میری طرف جو تم لوگوں نے دعوت نامے بھیجے، جو پیغام رساں میری طرف بھیجے، ان سب کا ماحصل یہ تھا کہ تم لوگوں نے میری بیعت کرلی ہے اور تم لوگوں نے میرے ساتھ عہد کر لیا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں تم مجھے تنہا نہیں چھوڑو گے اور میری نصرت سے ہاتھ نہیں اٹھاؤگے۔ اب اگر تم لوگ اس وعدہ پر قائم رہ وتو تم انسانی قدر قیمت اور سعادتمندی کے منازل آسانی سے حاصل کر سکوگے اس لئے کہ میں پیغمبر کی بیٹی اور ان کے وصی کا فرزند ہوں۔ میرا وجود تم تمام مسلمانوں سے مل چکا ہے۔ تمہارے خاندان اور تمہارے بیٹے میرے بیٹے ہوئے اور میرا خاندان اور میرے بیٹے کی طرح ہیں (میرے اور مسلمانوں کے درمیان کوئی جدائی نہیں) لہٰذا تمہیں میری پیروی کرنی چاہیئے اور مجھے اپنا رہبر و رہنما تسلیم کرنا چاہیئے۔ اور اگر تم لوگوں نے میرے ساتھ غداری کی تو خدا کی قسم تمہارا یہ عمل کوئی نیا نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس شہر میں میرے باپ اور میرے بھائی اور میرے چچازاد بھائی مسلم کے ساتھ بھی تم نے یہی سلوک کیا ہے اور ان کے ساتھ بھی تم نے غداری کی۔ بس وہ شخص دھوکہ میں آگیا جس نے تمہاری باتوں پر اعتماد کیا اور تمہارے وعدوں سے مطمئن ہوگیا۔ تم ایسے لوگ ہو کہ جنھوں نے اسلامی سعادت کے حصول کیلئے غلط راستہ اختیار کیا ہے اور اپنا حصہ ضائع کر دیا۔۔ عہد و پیمان کو توڑے گا، اس سے خود بھی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ مجھے امید ہے کہ خداوند عالم مجھے تم لوگوں سے بے نیاز کر دے گا۔

اس حقیقت کی طرف حضرت امیر نے جنگ صفین میں اشارہ فرمایا تھا تو لشکر شام سے ایک بوڑھا آدمی سامنے آیا اور اس نے آواز دی: یا ابوالحسن یا علی مجھے صرف آپ سے کام ہے اور صرف آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ اپنی لشکر کی صفوں سے باہر آئے اور جب سامنے پہنچے تو اس شامی مرد نے کہا کہ یا علی اسلام میں آپ کی بے پناہ خدمات موجود ہیں۔ کیا آپ میری ایک تجویز مانیں گے تاکہ آپ کے مسلمانوں کے درمیان کے یہ خونریزی بند ہو جائے۔ امیر نے فرمایا: اپنی تجویز پیش کرو۔ اس نے عرض کیا کہ آپ عراق کی طرف پلٹ جائیں اور صرف عراق اور اس کے لوگوں سے سروکار رکھیں وار ہم شام کی طرف پلٹ جاتے ہیں اور شام کے لوگوں سے ہی سروکار رکھیں گے۔ نہ آپ ہمارے امور میں دخل دیں اور نہ ہم آپ کے امور میں دخل دیتے ہیں۔ ایک دوسرے کی عزاہمت ترک کر دیتے ہیں۔ امیر نے اس کے جواب میں فرمایا: "میں نے تیری یہ تجویذ سمجھ لی ہے جو تو نے خیر خواہی اور محبت کی بنا پر پیش کی ہے۔ اس جنگ کے بارے میں بھی میں نے بہت فکر کی اور راتوں کو جاگ جاگ کر اس بارے میں ہم نے سوچا۔ بالآخر آپ نے اپنے آپ کو ایک دوراہے پر کھڑا دیکھا۔ جنگ یا کفر کے دوراہے پر۔ فرمایا: جنگ کو کفر پر ترجیح دی۔ کیونکہ خداوند عالم اپنے ان اولیاء سے ہرگز راضی اور خوش نہیں ہوگا جو لوگ ایسے موقع پر خاموش ہو جائیں یا اپنے لبوں پر مہر سکوت لگا دیں کہ جب زمین پر خدا کی معیت ہی وہی ہو اور وہ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ سے پہلے ہوتے ہی کر رہے ہوں۔ پس ان لوگوں) معاویہ اور اس کے پیروکاروں) سے جنگ کو میں نے جہنم کی زنجیریں پہننے سے زیادہ آسان دیکھا۔

منزل ربیمہ

منزل رہیمہ میں کوفہ کا ایک شخص ابو ہرم نامی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور عرض کی: (یابن رسول اللہ ما الذی اخرجک عن حرم جدک؟) "کس چیز نے آپ کو اپنے جد کے حرم (مدینہ) سے باہر آنے پر مجبور کیا؟" امام نے اس کے جواب میں فرمایا" :اے ابو ہرم! بنو امیہ نے فحاشی اور بدزبانی کے ذریعے میرے احترام کو ختم کر دیا۔ میں نے صبر اور شکیبائی کا راستہ اختیار کیا پھر ان لوگوں نے میری ثروت مجھ سے چھین لی، پھر میں نے صبر کیا لیکن جب انھوں نے میرا خون بہانا چاہا تو میں اپنے شہر سے خارج ہوگیا ہوں اور خدا کی قسم یہ لوگ مجھے قتل کر ڈالیں گے اور خداوند عالم ان کو ذلت و خواری میں مبتلا کرے گا اور ایسا شُص ان پر مسلط کر دے گا جو انہیں قتل کر دے گا اور تمام قوموں سے زیادہ اور قوم سبا سے بھی زیادہ ذلیل تر کر دے گا۔ قوم سبا کی سب سے بڑی ذلت یہی تھی کہ ایک عورت ان پر ان کی مرضی سے ان کے جان و مال پر حکومت کر رہی تھی۔

مقام عذیب الهجانات

عمرو ابن خالد، سعد، مجمع اور نافع بن ہلال، طرماح بن عدی کے ساتھ کوفہ سے روانہ ہوئے اور "عذیب الهجانات" نامی جگہ پر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور گفتگو کے ضمن میں انہوں نے عرض کی کہ یابن رسول اللہ! طرماح نے تمام راستے میں ان اشعار کا زیادہ تکرار کیا۔ اے میرے اونٹ میرے سختی اور اذیتوں سے ناراض نہ ہو اور صبح سے پہلے اور بہت جلد مجھے حرکت دے۔ مجھے بہترین سوار کی طرف لے چل اور بہترین مسافرت کو طے کریہاں تک کہ مجھے ایک ایسی شخصیت تک پہنچا دے کہ بزرگی اور شرافت اس کی سرشت، اس کی فطرت میں پائی جاتی ہے۔ وہ آتا ہے اور آزاد مرد ہے اور اسی سپنے کا مالک خداوند عالم نے اسے بہترین امور کی انجام دہی کے لئے یہاں تک پہنچایا ہے۔ خداوند عالم اسے آخری دنیا تک اپنی حفظ و امان میں رکھے۔۱ امام کی زیارت کے شدید اشتیاق میں پڑھے گئے طرماح کے یہ شعر سن کر امام نے جواب میں فرمایا (اما واللہ لارجوا ان یکون خیرا۔۔) اللہ کی قسم

مجھے امید ہے کہ خدا کی خواہشیں اور اس کا ارادہ ہمارے بارے میں خیر و صلاح پر مبنی ہوگا چاہے ہم شہید کر دیئے جائیں، چاہے ہم کامیاب یعنی فتح ظاہری سے ہمکنار ہوں۔ اس کے بعد امام نے ان مسافروں سے اہل کوفہ کے طرز تفکر کے بارے میں سوال کیا۔

انہوں نے عرض کی: یابن رسول اللہ کوفے کے قبائلی سرداروں نے تو بڑی بڑی رشوتیں لے رکھی ہیں لیکن دوسرے افراد کے دل آپ کے ساتھ اور ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں۔ پھر انہوں نے قیس بن مسہر صیداوی) سفیر امام حسین) کے قتل ہونے کی روداد امام کی خدمت میں پیش کی۔ امام نے یہ افسوس ناک خبر سن کر یہ آیت تلاوت فرمائی (فمنھم من قضی نحبہ۔۔۔) "مومنین کے ایک گروہ نے اپنے وعدے (راہ خدا میں شہادت) کو پورا کر دیا اور ان کا دوسرا گروہ انتظار میں ہیں جبکہ انہوں نے اپنے عہد و پیمان میں کوئی تبدیلی نہیں کی"۔ اس کے بعد امام نے یہ دعا فرمایا: (اللھم اجعل لنا و لھم الجنۃ۔۔۔) "اے خدا ان کے لئے اور ہمارے لئے جنت قرار دے اور انہیں اور ہمیں آئین احمد سے نواز اور بہترین ثواب عطا فرما۔ اس کے بعد طرماح نے اپنی بات شروع کی اور کہا: یابن رسول اللہ! میں نے کوفہ سے خارج ہوتے وقت اس شہر کے ایک طرف میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا جب میں نے اس اجتماع کے بارے میں سوال کیا تو لوگوں نے کہا کہ حسین ابن علی سے مقابلہ کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ یابن رسول اللہ آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اس سفر سے بے غیض واپس پلٹ جائیں میں مطمئن نہیں ہوں کہ کوہف کا ایک شخص یا مرد بھی آپ کی مدد کے لئے پہنچے۔ فقط جس گروہ کو میں نے جنگ کی تیاری کرتے دیکھا یہی گروہ آکر آپ سے جنگ کرے تو آپ کی شکست کے لئے کافی ہے جبکہ حالت یہ ہے کہ ہر روز ہر گھڑی آپ کے خلاف جنگی قوت میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ طرماح نے یہ تجویز پیش کی کہ یابن رسول اللہ میرے خیال میں آپ میرے ساتھ" احبا" کی طرف تشریف لے چلیں یا پھر آپ "طے" رہنے کی جگہ ہے اور سر بفلک پہاڑوں کا علاقہ ہے کیونکہ وہ علاقہ دشمن کے تصرف سے دور ہے اور طویل تاریخ میں ہمارا قبیلہ حسان کے حکمرانوں بلکہ ہر قسم کے دشمنوں سے مقابلہ کے لئے جغرافیائی اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے۔

کوئی دشمن بھی اس علاقہ میں نہیں پہنچ سکتا پھر اس جغرافیائی محل وقوع سے قطع نظر اگر آپ دس دن اس جگہ پر اس علاقہ میں قیام کریں تو طے کا تمام قبیلہ (طرماح بھی قبیلے کا ایک فرد تھا) اپنے تمام تر جنگی سامان کے ساتھ آپ کی دعوت پر لبیک کہے گا اور میں خود آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے قبیلہ کی بیس ہزار مسلح افراد کو مدد پر آمادہ کروں گا جو آپ کے آگے آگے مقدمہ لشکر بن کر دشمن کے ساتھ جنگ کریں تاکہ آپ کا ہدف، آپ کا پروگرام اور آپ کا نصب العین زیادہ واضح ہو جائے۔ امام نے طرماح کی اس تجویز کے جواب میں فرمایا: "خدا تجھے اور تیرے قبیلے کے افراد کو جزائے خیر دے۔ اس بارے میں فرمایا: (ان بیننا و بین القوم عھدا و میثاقا۔۔۔) "ہمارے اور اہل کوفہ کے درمیان ایک عہد و پیمان باندھا گیا تھا اور اس پیمان کی وجہ سے میرا پلٹنا ممکن نہیں جہاں تک کہ میں دیکھوں آخر کا کیا ہوتا ہے؟ طرماح نے امام کا یہ اہم اور پختہ عزم دیکھ کر آپ سے اجازت چاہی کہ وہ بہت جلد گھر والوں کو ضروری سامان کھانے پینے کا مہیا کرکے واپس آپ کی نصرت کے لئے پہنچ جائے گا اور امام نے اسے اجازت دے دی۔ طرماح تیزی سے اپنے گھر کی طرف پلٹا لیکن گھر والوں کو خیل و خرچ کا سامان فراہم کرنے کے بعد جب واپس آیا تو کربلا پہنچنے سے پہلے پہلے امام کی شہادت اور ان کے یار و انصار کی شہادت کی خبر مل گئی۔

منزل بنی مقاتل

منزل بنی مقاتل میں امام کو اطلاع دی گئی کہ عبید اپ بن حر جعفی بھی اس منزل میں ٹھہرا ہوا ہے۔ امام نے سب سے پہلے حجاج بن مسروق کو اس کے پاس بھیجا۔ حجاج نے کہا کہ اے فرزند حر میں تمہارے لئے ایک بہت قیمتی ہدیہ لے کر آیا ہوں۔ اگر اے قبول کر لو تو بڑے سعادتمند ہو جاؤگے۔ اس وقت حسین ابن علی یہاں تشریف رکھتے ہیں جو اپنی مدد کے لئے پکار رہے ہیں اگر تم بھی ان کے ساتھ مل جاؤ تو بہت بڑا ثواب اور اعلیٰ ترین منازل پر فائز ہو جاؤگے۔ اور اگر تم ان کے ساتھ مل کر جنگ کروگے تو بے حد و حساب ثواب حاصل کروگے اور اگر مار دیئے جاؤ تو شہادت کا درجہ پر فائز ہوگے۔ عبید اللہ بن حر نے کہا: خدا کی قسم میں جب کوفہ کے شہر سے باہر آیا ہوں تو میں نے دیکھا کہ اس شہر کے اکثر لوگ امام اور ان کے شیعوں کی سرکوبی کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ امام اس جنگ میں شہید کر دیئے جائیں گے اور چنانچہ میں ان کی مدد نہیں کر سکتا بلکہ میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری اور ان کی ملاقات ہو۔

حجاج امام کے پاس واپس پلٹا اور ابن حر کا جواب امام کی خدمت میں عرض کیا۔ چنانچہ امام اپنے چند اصحاب کو لے کر خود ابن حر کے پاس آئے۔ امام کو اپنی طرف آئے دیکھا تو استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ خوش آمدید کہا۔ خود عبید اللہ اس ملاقات کا حال یوں بیان کرتا ہے: جب مجھے امام نظر آئے، میں نے دیکھا کہ اتنے باوقار اور بزرگ تر شخصیت میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ فرزند امام آپ کو دیکھ کر حزن و ملال کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ میں کبھی بھی یہ منظر فراموش نہیں کر سکتا کہ جب آپ بیٹھے تھے اور جب آپ تشریف لا رہے تھے اور چند جوان بچے آپ کے گرد حلقہ کئے لئے ہوئے تھے۔ ابن حر کہتا ہے کہ جب میں نے امام کی زیارت کی، تو میں نے دیکھا آپ کی ریش مبارک کا رنگ گاڑھا سیاہ ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ رنگ طبیعی ہے، قدرتی ہے یا آپ نے خضاب استعمال فرمایا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: "اے ابن حر! میرا بڑھاپا بہت جلد آیا ہے"۔ چنانچہ میں نے امام کی اس گفتگو سے سمجھ لیا کہ آپ نے خضاب سے استفادہ فرمایا ہے۔ بہرکیف ان تعارفات کے بعد امام نے عبید اللہ کو خطاب کرکے فرمایا (یابن الحر ان اھل مصرکم) اے حر کے بیٹے میری طرف تمہارے شہر کوفہ کے لوگوں کے خط آئے ہیں جن میں تم لوگوں نے میری مدد کرنے پر عہد و پیمان کیے ہیں اور مجھ سے انہوں نے درخواست کی ہے کہ میں اس شہر میں آؤں لیکن درحقیقت حالات بالکل برعکس ہیں۔ تو نے بھی اپنی زندگی میں بہت گناہ کیے ہیں۔ بہت سی خطائیں تم سے سرزد ہوئی ہیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تم توبہ کرلو اور ان خطاؤں اور ان گناہوں سے پاک ہو جاؤ۔ عبید اللہ نے کہا: میں کس طرح توبہ کروں۔

امام نے فرمایا: (تنصر ابن بنت نبیک و تقاتل معہ) اپنے پیغمبر کی بیٹی کے فرزند کی مدد کرو اور ان کے ہمرکاب ہو کر ان کے دشمن کے ساتھ جنگ کرو۔ عبد اللہ نے کہا: خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ جو شخص اس فرمان کی پیروی کرے گا وہ ابدی سعادت پر فائز ہوگا لیکن مجھے ذرا سا بھی احتمال نہیں ہے کہ آپ کی مدد کا کہ اگر میں آپ کی مدد کروں اور آپ کو اس کا فائدہ پہنچے گا، اس لئے کہ کوفہ میں انہوں نے کسی ایک شخص کو بھی نہیں دیکھا کہ جو آپ کی نصرت کا مصمم ارادہ کیے بیٹھا ہو۔ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ مجھے اس کام سے معاف رکھیئے اس لئے کہ میں موت سے سخت ڈرتا ہوں البتہ میں اپنا مشہور گھوڑا (ملحقہ) آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں یہ وہ گھوڑا ہے کہ جس کے ذریعے میں نے جس دشمن کا بھی تعاقب کیا ہے اس تک پہنچا ہوں اور اسی گھوڑے کی بدولت جب بھی میں نے کسی جنگ سے بھاگنا چاہا تو کوئی شخص مجھ تک نہیں پہنچ سکا۔ امام نے فرمایا: (اما اذا رغبت بنفسک عنا۔۔۔) "اب جبکہ تم اپنی جان ہمارے راستہ میں فدا کرنے سے گریز کر رہے ہو، ہمیں نہ تمہاری ضرورت ہے اور نہ تمہارے گھوڑے کی۔ اس لئے کہ میں گمراہ لوگوں سے اپنے لئے مدد نہیں لیتا"۔ اس کے بعد امام نے یہ جملہ بھی اضافہ فرمایا کہ جس طرح تو نے مجھے نصیحت کی ہے میں

بھی تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو اتنا دور پہنچا کہ میرے استغاثے کی آواز نہ سن سکو اور میری جنگ نہ دیکھ سکو۔ اس لئے خدا کی قسم اگر ہمارا مدد طلب کرنا کسی کان تک پہنچے اور وہ ہماری مدد کے لئے نہ آئے تو خدا اسے آتش جہنم میں پھینکے گا۔

ا عبید اللہ نے امام حسین علیہ السلام کے ان نصیحت آموز ارشادات کا کوئی اثر نہ لیا اور آپ کے ساتھ پیوست نہ ہوا۔ لیکن آخر عمر تک اس بات پر پشیمانی اور ندامت کا اظہار کرتا رہا اور اتنی بزرگ سعادت کی حد سے نکل جانے پر کفِ افسوس ملتا رہا۔ اس کے ان تاثرات کا نمونہ ان اشعار کے ذریعے پیش کرتے ہیں جو اس نے اپنے آپ کو مورد خطاب اور مورد سرزنش قرار دیتے ہوئے ارشاد کیے تھے۔ ترجمہ : ہاں کتنے حسرت اور کتنا زیادہ افسوس تھا کہ جب تک زندہ ہوں میرے سینے اور میرے گلے کے درمیان یہ تاثر حرکت میں ہے اور مجھے بے قرار کر رہا ہے۔ تو وہ وقت جب میں امام حسین علیہ السلام اہل نفاق اور ظالموں کے ساتھ جنگ کے لئے متحد تھے، مدد کے لئے بلا رہے تھے، اس وقت جب امام حسین علیہ السلام چاہتے تھے کہ میں گمراہوں اور منافقوں کی سرکوبی کے لئے ان کی مدد کروں آپ اگر اس روز جان فدا کرکے آپ کی نصرت و مدد کرتا تو قیامت کے دن بہت بڑی سعادت حاصل کر سکتا

امام حسین علیہ السلام کا ایک مجرم اور معصیت کار کے پاس جانا بالک لاسی طرح ہے جس طرح حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریمں ایک گمرستی (کسٹم والے) کے پاس یا ایک بدکار عورت کے پاس گئے تھے۔ ہر دونوں کے جانے کا مقصد ایک ہی ہے کہ عیسیٰؑ سے جب پوچھا گیا کہ آپ حواریوں کے ہمراہ ایک بدکار عورت کے پاس کیوں گئے؟ تو آپ نے جواب دیا تھا کہ (ڈاکٹر کو کبھی مریض کے گھر جانا پڑھتا ہے)۔ امام کے بھی عبید اللہ سے ملاقات والے مسئلہ کو اسی ڈاکٹری والے مسئلے سے تشبیہ دی جانی چاہیئے کہ آپ عبید اللہ کو گناہوں اور جرموں سے نجات دلانا چاہتے تھے اور اسے ہدایت اور سعادت کا راستہ بتا رہے تھے جب آپ نے اس سے فرمایا تھا (وان علیک ذنوبا کثیرۃ فھل لک من توبۃ تمحو بھا ذنوبک؟) ترجمہ: کہ "تو تو گناہوں کا بڑا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے۔ کیا آمادہ ہو کہ اپنے گذشتہ گناہوں کو دور کر دو اور انہیں آپ توبہ سے دھو لو"۔ لیکن جب امام دیکھتے ہیں کہ عبید اللہ نے ان کی بات نہیں سمجھی بلکہ وہ آپ کو ایک گھوڑا پیش کرنا چاہتا ہے جو کسی سختی اور مصیبت کے وقت میدان جنگ کے تیروں اور شمشیروں سے آپ کو نجات دلا سکے۔ اس لئے کہ وہ تمام مسائل کو مادی نظر میں اور ظاہری شکست و فتح سے دیکھ رہا ہے تو امام نے فرمایا کہ مجھے نہ تیری ضرورت ہے اور نہ تیرے گھوڑے کی۔ (وما کنت متخذ المضلین عضدا)۔

منزل بنی مقاتل میں ہی عمر بن قیس سے مشرفی اپنے چچازاد کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں شرف یاب ہوا۔ امام نے پوچھا کہ کیا میری مدد کے لئے آئے ہو۔ عرض کی: "نہیں۔ اس لئے کہ ایک طرف تو ہمارے بہت سے نوجوان فرزند ہیں اور دوسری طرف بہت سا تجارت کا مال ہے اور ہمیں نہیں معلوم کہ آپ کی اس کام کا انجام کیا ہوگا، لہٰذا یہ درست نہیں ہے کہ لوگوں کا مال ہمارے ہاتھ میں تلف ہو جائے، ضائع ہو جائے"۔ اس جگہ امام نے دونوں سے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا: (انطلقا فلا تسمعالی واعیۃ۔۔۔) ترجمہ: "اس جگہ سے جتنا جلدی ہو سکے دور ہو جاؤ تاکہ میرے استغاثے کی صدا تمہارے کانوں تک نہ پہنچ سکے اور نہ ہی یہ منظر تم دیکھ سکو۔ اس لئے کہ جو شخص بھی ہماری اس استغاثنہ کی صدا سن لے گا پھر اس نے ہماری مدد نہ کی تو خداوند عالم اس کو بدترین ذلت کے ساتھ آتش جہنم میں ڈالے گا۔

منزل قصر بنی مقاتل میں رات کے آخری پہر امام نے حکم دیا کہ نوجوان اپنی مشکیں پانی سے پر کریں اور حرکت پر آمادہ ہوں۔ جب یہ قافلہ چلا تو قافلہ والوں کے کان میں امام کی یہ آواز پہنچی (انا للہ و انا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین)۔ امام بار بار یہ جملہ فرما رہے تھے۔ حضرت علی اکبرں امام حسین کے دلیر فرزند اس کلمہ استرجاع (انا للہ۔۔۔) کے بارے میں آپ سے سوال کرتے ہیں۔ امام نے جواب میں فرمایا: (انی خفقت برأسی) "میں نے اپنا سر گھوڑے کی زین پر رکھا ہوا تھا کہ ہلکی سی نیند میری آنکھوں پر مسلط ہوئی۔ اس موقع پر میں نے ہاتف کی آواز سنی کہ کہہ رہا تھا (القوم یسرون۔۔۔) یہ لوگ رات کے اس اندھیرے میں جا رہے ہیں اور موت بھی ان کے تعاقب میں ہے۔ پس مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ میری موت کی خبر ہے۔ حضرت علی اکبرں نے عرض کیا (لا اراک اللہ بسوء السنا علی الحق؟) "خدا کوئی برا حادثہ نہ لائے۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟" امام نے فرمایا: "ہاں خدا کی قسم ہم ارہ حق کے بغیر قدم ہی نہیں اٹھاتے"۔ حضرت علی اکبرں نے عرض کی: (اذا لانبالی ان نموت محقین) اگر راہِ حق میں ہی مرنا ہے تو ہمیں موت سے کوئی ڈر نہیں۔ امام نے اس موقع پر اپنے لخت جگر کو دعا دی اور فرمایا: (جزاک اللہ من ولد۔۔۔) "اے بیٹے خدا تجھے بہترین بیٹا ہونے کی جزا عنایت فرمائے۔۔۔"

سرزمین کربلا

جناب آدم کربلامیں:

جلاءالعیون میں جناب علامہ باقر مجلسی اور ریاض الشہادت میں حاجی محمد حسن قزوینی نے فرمایا کہ معتبر حدیث میں ہے کہ جس وقت حضرت آدم زمین پر تشریف فرما ہوئے تو جناب حوا کو نہ پایا ۔ لہذا مختلف خطہ ہائے ارض پر تلاش حوا میں سرگردان و حیران و پریشان رہے کہ ایک مرتبہ زمین کربلا پر قدم رکھا اور غم والم کا احساس ہوناشروع ہوا ، دل مغموم چشم پر نم سینہ میں اظہار تاسف مشہد امام حسین علیہ السلام کے نزدیک پہونچے کہ ایک بارگی ٹھوکر لگی زمین پر گرپڑے ، پنڈلی میں زخم آیا خون جاری ہوا ۔ بارگاہ باری میں الحاح و زاری کی ۔ معبود بے مثال مختلف جگہ میں پھرا لیکن کسی جگہ ایسا نہ ہوا۔ کیا وجہ ہے کے مجھے یہ صدمہ جانکاہ پہونچا ۔ وحی الٰہی ہوئی اے آدم ! آپ کی اولاد میں ایک عظیم انسان حسین علیہ السلام پیداہوگا ۔ جو اس جگہ پر بصد ظلم و جفا شہید کیا جائے گا۔ جس پر وحوش و ملک طیور وفلک سب ہی گریہ و زاری کریں گے ۔ ہم نے چاہا کہ آپ کو بھی اس حادثہ عظمیٰ سے خبر داد کیا جائے ۔ اور ان کے مصائب وشدائد میں شریک کریں تمہارا خون جو اس جگہ ٹپکا تو یہ اس خون سے مل جائے گا ۔

جناب آدم علیہ السلام نے عرض کی اے قدوس منان حسین علیہ السلام کیا کوئی نبی ہوگا ؟ ارشاد باری ہوا کہ نہیں بلکہ نبی آخر الزمان کا نواسہ ہواگا ۔ جناب آدم نے عرض کیا اس پر ظلم و ستم کون کرے گا ؟ بتایا گیا کہ وہ یزید پلید مردود و شقی ہوگا ۔ زمین وآسمان کی اس پر لعنت ہوگی ۔ جناب جبرئیل سے جب حضرت آدم علیہ السلام نے معلوم کیا کہ مجھے اس سلسلہ میں کیا امر کیا گیا ہے ، بتایا کہ آپ بھی اس شقی پر لعنت کیجئے ، تاکہ اجر عظیم کے مستحق ہوں پس روایت میں ہے کہ آپ نے چار مرتبہ اس پر لعنت کہی اور اس کے بعد میدان عرفات کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں جناب حوا سے ملاقات ہوئی اور آدم علیہ السلام کے غم و الم میں کمی ہوئی ۔

حضرت نوح علیہ السلام ارض نینو امیں:

جناب نوح علیہ السلام کی قوم پر جب بارش کی صورت میں عذاب نازل ہوا اور آپ کشتی پر سوار ہو کر گردش کرنے لگے تو زمین کربلاپر بھی سفینہ نوح

علیه السلام پهونچا لیکن وہاں ایک قسم کا اضطراب و طلاطم نظر آیا ، کشتی بهنور میں پهنسی گرداب نے ایک مرتبه جهٹکا دیا که نوح پر غرق کا خطره لاحق ہوا غم و الم کی کیفیات سینه میں موجزن ہوئیں ۔ بارگاه الٰہی میں روکر ارشاد کیا معبود برحق خطه ارض پر چہار طرف گردش کی لیکن یه بے چینی و پریشانی کہیں طاری نه ہوئی ۔ مالک سبب حیرانی وپریشانی کیا ہے ۔ معلوم نہیں ہوتا تو رب ودود ہے ظاہر فرماتا که اس اندوه سے نجات پاو ں جبرئیل خدائے جلیل کی طرف سے نازل ہوئے اور عرض کی اے نوح اس سرزمین پر امام حسین علیه السلام شہید کئے جائےں گے جو خاتم النبیین کی صاحبزادی کافرزند اورخاتم الاوصیاءکا لال ہوگا ۔ جناب نوح نے جبرئیل جیسے ذاکر سے مصائب حسین علیه السلام سنے که دفعتاً گریه طاری ہوا۔ حال گریه میں معلوم کیا اے جبرئیل یه ظلم کا بانی اور ستم و الم کا خوگر کون شقی ہوگا ؟ آپ نے فرمایا کے وه یزید نابکار ہوگا جس پر ساتوں زمین و آسمان کے ساکن لعنت کریں گے ۔ آپ بهی اسی ملعون ومطرود پر لعنت کیجئے تا که کشتی کو نجات اور دل کو مراد ملے ۔ آپ نے اس پر لعنت کی تو آپ کی کشتی نے قرار لیا ۔ اور آپ کو نجات حاصل ہوئی ۔ کشتی دریائے جودی پر جاکے ٹهری ۔ نوح علیه السلام شکر خالق بجا لائے ۔

حضرت ابراہیم علیه السلام غاضریه میں :

جناب ابراہیم علیه السلام گهڑے پر سوار اس طرف سے گزر رہے تهے که دفعتاً آپ کے گهوڑے کو ٹهوکر لگی آپ گهوڑے سے زمین پر گرے سر زخمی ہوا خون جاری ہوا آپ استغفار باری میں مشغول ہوئے اور پروردگار سے نہایت فروتنی سے گزارش کی ، مالک ظاہر فرما که مجهه سے ایسی کون سی کوتاہی سرزد ہوئی جس کا سبب یه ہے ۔ جناب جبرئیل خدائے جلیل کی طرف سے حاضر ہوئے که اے خلیل خدا تم سے کوئی قصور و کوتاہی نہیں ہوئی بلکه یه زمین مشہد حسین علیه السلام ہے یہاں محمد مصطفیٰ (ص) کا لخت جگر ، علی علیه السلام کا نور نظر تین روز کا بهوکا پیاسا جورو جفا کے ساتهه ظلم کیا گیا میں نے چاہا کے آپ بهی اس مصیبت حسین میں شریک ہوں اور حصه لیں جناب ابراہیم علیه السلام نے پهر عرض کی اے جبرئیل اس سعادتمند کا قاتل کون ہوگا ۔ آپ نے جواب دیا که یزید بے دین ہوگا جس پر اہل زمین و آسمان لعنت کریں گے ۔ اے براہیم علیه السلام سب سے پہلے قلم لے اس مردود پر لعنت لوح پر لکهی تو ارشاد باری ہوا که اس لعنت لکهنے کے سبب ، اے قلم تو مستحق ثناءاور سزاوار مدح ہوا ہے ۔ یه سن کر جناب ابراہیم علیه السلام نے جانب آسمان اپنے ہاتهوں کو بلند کیا اور یزید پلید پر لعنت کی ۔ جناب ابراہیم علیه السلام کے گهوڑے نے آمین کہی ، آپ نے اس سے کہا که اے اسب تونے کیا سمجهه کر آمین کہی تو اس نے جواب دیا که مجهے اس پر فخر ہے که آپ جیسا نبی مجهه پر سوار ہوتا ہے اور میں اس کی نحوست و پلیدگی کو سمجهه گیا اسی سبب میں لعنت کی ہے اسی کی وجه سے آپ کو یه رنج وتعب ہوا ہے ۔

جناب اسماعیل شط فرات میں:

جناب اسماعیل علیه السلام کی بهیڑ اور بکریاں فرات کے کنارے چرا کرتی تهےں ، ایک دن آپ کا چرواہا آپ کی خدمت میں پهونچا اور عرض کیا که یاحضرت کئی دن سے بهیڑ بکریاں نه گهاس چر رہی ہیں اور نه پانی ہی پیتی ہیں ۔ آپ بهی متحیر ہوئے ۔ بارگاه الٰہی میں عرض کی که معبود اس کا کیا سبب ہے جناب جبرئیل فرستاده خدائے جلیل خدمت اسماعیل میں آئے اور عرض کیا که اس کا سبب آپ ان جانوروں سے خود ہی معلوم فرمالیں ۔ جب جناب اسماعیل علیه السلام نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے بے زبان فصیح اس طرح جواب دیا که اے ذبیح الله ہم کو خدا کی طرف سے وحی ملی ہے که پیغمبر آخر الزمان کا نواسه تین دن کا بهوکا پیاسا اس جنگل بے آب و گیاه میں شہید کیا جائے گا اور بہت مصیبتیں اور اذیتیں ان پر ان کے با وفا اصحاب پر ڈالی جائیں گی ۔ اس سبب سے ہم ان کے ماتم میں مشغول ہیں اور اسی کا ہم کو غم واندوه ہے جس کے سبب ہم گهاس اور پانی سے گریز کئے ہیں پهر آپ نے معلوم کیا که ان کا قاتل کون ہے ان حیوانوں نے جواب دیا که یزید پلید ، اس پر آسمان و زمین کے رہنے والے لعنت کریں گے یه سن کر جناب اسماعیل علیه السلام نے اس پر لعنت کی اور اپنی دنبیاں وہاں لے گئے ۔

جناب سلیمان علیه السلام حائر حسینی میں:

ایک روز جناب سلیمان علیه السلام اپنی بساط پر سوار دوش ہوا پر تشریف لے جا رہے تهے که یکا یک زمین کربلا کے مقابل آپ کا بساط پهونچا تو ہوا نے اس کو تین بار اس کو جهٹکا دیا۔ جناب سلیمان علیه السلام کو خوف ہوا که کہیں بساط الٹ نه جائے اس کے بعد ہوا بند ہوگئی بساط چلنے سے رک گئی اور کربلا کی زمین پر اتر آئے جناب سلیمان علیه السلام نے غصه سے ہواسے فرمایا که تم کیوں تهم گئی تو اس نے جواب دیا که اس کا سبب یه ہے که حسین مظلوم اس زمین پر قتل کیا جائے گا ۔ معلوم کیا کون حسین ؟ کہا احمد مختار کا نواسه ، حیدر کرار کا لخت جگر ۔ معلوم کیا اس کا قاتل کون ہوگا ؟ کہا که یزید ملعون ۔ اور اہل ارض وسماءاس پر لعنت کریں گے پس فوراً جناب سلیمان علیه السلام نے آسمان کی طرف ہاتهه بلند کر کے نفرین کی ، اس لعنت کو سن کر اور آدمیوں اور جنوں نے آمین کہی ۔ اسی وقت ہوا چلنا شروع ہوئی ۔ اور بساط زمین سے بلند ہونا شروع ہوئی ۔ جناب سلیمان علیه السلام پهر وہاں سے تشریف لے گئے ۔

جناب موسیٰ و یوشع بن نون علیہماالسلام مشہد حسین علیه السلام میں :

ایک روز جناب موسیٰ علیه السلام اپنے وصی جناب یوشع کے ہمراه اس سر زمین پر وارد ہوئے اور ادهر چل پهر رہے تهے که جوتی کا تسمه ٹوٹ گیا اور پیر کانٹوں پر پڑا اور ایسا کانٹا چبها که خون جاری ہو گیا ۔ بارگاه معبود میں عرض کی خدا وندا مجهه سے کوئی قصور سرزد ہوا ہے جس کا یه پهل میسر ہوا ہے ۔ جواب ملا نہیں بلکه اس کا سبب یه ہے که یه زمین مشہد حسین علیه السلام ہے ۔ آپ کے خون نے ان کے خون سے موافقت کی ۔ عرض کیا یه حسین کون بزرگوارہیں؟ وحی ہوئی نواسه رسول ، جناب احمد مختار، فرزند عالی وقار جناب حیدر کرار علیه السلام ۔ سنتے ہی عرض کیا که ان کاقاتل کون ہے ۔ جواب ملا وه بدبخت و بد شعار یزید ناہنجار ہے ، جس پر جن وانس ہی نہیں بلکه دریائی مچهلیاں اور صحرا کے وحشی جانور تک لعنت کریں گے یه سن کر جناب موسیٰ و یوشع علیہماالسلام دونوں نے اپنے ہاتهه آسمان کی طرف بلند کئے اور یزید نجس ونحس پر لعنت کرکے وہاں سے روانه ہوئے ۔

جناب عیسیٰ علیه السلام ماریه میں :

بحار میں بهی جناب عیسیٰ علیه السلام کا نزول ماریه میں اس طرح مرقوم ہے که آپ مع اپنے حواریوں کے سیر کرتے ہوئے زمین کربلا پر تشریف لائے که ناگاه ایک شیر پر وقار نے آکر سامنے سے راسته روک لیا اور سر راه بیٹهه گیا ۔ جناب عیسیٰ علیه السلام نے شیر سے معلوم کیا که تمهارے راسته روکنے کا مقصد کیا ہے اور تم ہمارے آگے جانے سے کیوں مانع ہو ؟ شیر گویا ہوا که جس وقت تک آپ یزید پر لعنت نه کریں گے میںراسته نه چهوڑوں گا۔ آپ نے فرمایا یزید کون ہے؟ تو اس نے بتایا قاتل حسین علیه السلام ۔ آپ نے فرمایا حسین علیه السلام کون ہیں ؟عرض کیا پیغمبر آخر الزمان محمد مصطفی (ص) کا نواسه اور علی مرتضیٰ ولی الٰہی کا فرزند نامدار۔ پهر شیر نے بتایا که قاتل حسین علیه السلام پر سب وحشی جمله چوپائے تمام درندے ہمیشه اس پر لعنت کرتے ہیں اور خاص کر روز عاشوره ۔ جناب عیسیٰ علیه السلام نے آسمان کی طرف اپنے ہاتهه بڑهائے اور یزید کے حق

بددعا اور لعنت کی ۔ شیر راستہ سے ہٹ گیا اور عیسیٰ علیہ السلام روانہ ہوگئے ۔

گریہ سرور کائناتﷺ

بیہقی نے روایت کی ہے کہ ام الفضل نے بیان کیا کہ میں امام حسین علیہ السلام کو گود میں لئے ہوئے ایک روز جناب رسول خدا (ص) کے حضور گئی اور میں نے ان کو حضور کے گود میں رکھ دیا ۔ پھر مجھے ایک کام پیش آیا اور جب میں اس سے فارغ ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ حضور(ص) کی چشم مبارک اشکبار ہیں پس آنحضرت (ص) نے فرمایا میرے پاس جبرئیل تشریف لائے ہیں اور خبر دی ہے کہ میرے اس بیٹے کو میری امت قتل کردے گی ۔ اور مجھ کو سرخ مٹی لاکر دکھائی ہے ۔

گریہ مولائے کائنات علیہ السلام : شعبی کہتے ہیں کہ صفین کی طرف جاتے ہوئے جناب امیر المو ٔمنین علیہ السلام قریہ نینوا کے مقابل فرات کے کنارے گزرے اور کھڑے ہوکر پوچھا اس زمین کا نام کیا ہے ؟ لوگوں نے عرض کیا کربلا ۔ آپ رونے لگے یہاں تک کہ آپ کے اشکوں سے زمین تر ہوگئی ۔ پھر فرمایا کہ ایک دن میں جناب رسول خدا (ص) کی خدمت میں گیا ۔ حضور رورہے تھے میں نے عرض کیا کہ جناب کے گریہ کا سبب کیا ہے ۔ تو حضرت نے فرمایا : ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے مجھ سے کہنے لگے کہ میرا بیٹاحسین علیہ السلام فرات کے کنارے شہید کیا جائے گا جس مقام کا نام کربلا ہے ۔ پھر جبرئیل نے مجھے ایک مٹھی بھر خاک سنگھائی ۔

گریہ بعد وفات : ترمذی اور دیلمی تحریر کرتے ہیں کہ ام سلمیٰ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا (ص) کو خواب میں دیکھا کہ رورہے ہیں اور سر اقدس اور پیشانی مبارک غبار آلود ہے میں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا ہم ابھی قتل حسین کے بعد کربلا سے آرہے ہیں ۔

کربلا میں ورود

امام عالی مقامؑ پاک کا قافلہ چلتے چلتے نینوا کے مقام پر پہنچا۔ امام نے وہاں قیام کرنے کا ارادہ کیا اور گھوڑے سے اُتر آئے۔ اسی وقت ایک قاصد وہاں پہنچا اور عبید اللہ ابن زیاد کا خط حُر کے حوالے کیا۔ قاصد نے امام عالی مقامؑ کو سلام نہیں کیا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے لکھا تھا کہ حُسین کو ایک کھُلی اور پانی سے دور جگہ پر رکنے پر مجبور کرو۔ جب تک میرے اگلے احکامات تُم تک نہیں پہنچتے وہیں قیام کرو۔ میرا یہ قاصد تمہارے ساتھ رہے گا جب تک تم میرے ان احکامات کی تکمیل نہیں کر دیتے۔ امام عالی مقامؑ کے اصحاب کی اور قاصد کی آپس میں تکرار ہوئی۔ اور دونوں نے ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہا۔ امام عالی مقامؑ نے حُر کو کہا کہ ہمیں یا تو نینوا کی بستی میں یا غاضریہ میں یا شافعیہ میں قیام کرنے دو۔ لیکن حُر نے انکار کر دیا اور امام کو ایک کھلی جگہ خیمہ زن ہونے پر مجبور کیا۔ امام عالی مقامؑ نے استفسار کیا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے۔ مقامی لوگوں نے کہا کہ اے فرزند رسول اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں۔ یہ سُن کر امام گھوڑے سے نیچے اترے اور بولے انااللہ وانا الہ راجعون بے شک یہ کرب و بلا کا مقام ہے۔ زوجہ رسول بی بی اُم سلمہ نے بے شک اسی جگہ کا نام مجھے بتایا تھا۔ وہ کہتیں ہیں کہ تم جب بچے تھے تو ایک مرتبہ رونے لگے۔ رسول اللہ نے بے چین ہو کر تمہیں گود میں لے لیا اور چومنے لگے۔ کہ جبرائیل حاضر ہوئے اور بولے پیغمبرؐ اکرم آپ اس بچے سے بہت محبت کرتے ہیں لیکن آپ کی امت کے کچھ لوگ حسین کو قتل کریں گے۔ اگر آپ چاہیں تو میں اس جگہ کی مٹی آپ کو دیکھاوں۔ اجازت ملنے پر جبرائیل کربلا کے خاک لے آئے۔ امام عالی مقامؑ نے خاک کربلا کو سونگھا تو بولے بےشک یہ وہ زمین ہے جہاں ہمارے لاشے گریں گے۔

حُر بن یزید ریاحی نے امام عالی مقامؑ کو بتایا کہ میں آپ کو ان بستیوں میں ٹھہرنے کی اجازت نہیں دے سکتا کیوں کہ عبید اللہ ابن زیاد نے میرے ساتھ ایک جاسوس لگا دیا ہے۔ زہیر ابن قین اس موقع پر آگے بڑھے اور بولے فرزند رسول اس موقعہ پر اگر ہم ان پر حملہ کر دیں تو آسانی سے ان پر قابو پا لیں گے۔ اس سے پہلے کہ اور فوجیں پہنچیں۔ پھر ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔ امام عالی مقامؑ نے جواب دیا نہیں یہ ممکن نہیں۔ میں کسی قیمت پر لڑائی پر پہل نہیں کر سکتا۔ زہیر بولے پھر فرزند رسول اس بستی تک چلیں کہ جس کا نام عقر ہے۔ وہ فرات کے کنارے پر ہے اور محفوظ مقام ہے۔ امام عالی مقامؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے عقر سے محفوظ رکھے۔ بس یہیں اترو یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں ہماری شہادت طے ہے۔ یہ کہہ کر امام عالی مقام نے ایک خُطبہ ارشاد کیا۔

اللہ تعالیٰ کی حمدوثنا کے بعد یوں فرمایا: تحقیق جو کچھ ہم پر نازل ہوا ہے، اُسے دیکھ رہے ہو(یا جو مصیبت ہم پر آئی ہے، اُس کو دیکھ تو رہے ہو)۔ہاں!روزمرہ حالات ایک جیسے نہیں رہتے۔ دنیا نے بُرے انداز میں کروٹ بدلی ہے۔ دنیا کی اچھائیاں پس پشت کر دی گئی ہیں۔ اخلاقِ حسنہ اور فضائل انسانی برتن میں لگے پانی سے بھی کم رہ گئے ہیں۔معاشرہ انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں کیاجارہا جبکہ باطل پر عمل کرنے سے روکا نہیں جارہا۔ایسی صورتحال میں مو ٔمن سزاوار ہے کہ اپنے رب سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کرے۔ ہاں! ایسی صورتحال میں موت کو بہت بڑی سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنے کو بہت بڑی بدبختی اور ذلت سمجھتا ہوں۔ ایک اور روایت میں یوں ہے:

بے شک یہ دنیا انتہائی منفی انداز میں بدلی ہے جس میں اچھائیاں رخصت ہو گئی ہیں۔ دنیا میں اچھائیاں برتن میں لگے پانی کی مقدار کے برابر ہیں اور معاشرہ انتہائی ذلت و رسوائی کی زندگی گزار رہا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں کیا جارہا اور باطل پر عمل کرنے سے روکا نہیں جارہا۔ ایسی صورتحال میں مو ٔمن کو حق ہے کہ اپنے رب سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کرے۔ البتہ ایسی صورتحال میں موت کو سعادت سمجھتا ہوں جبکہ ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنے کو بہت بڑی ذلت سمجھتا ہوں۔

ہاں! لوگ دنیا کے غلام ہیں۔ دین کی حیثیت ان کے نزدیک لقلقہ زبان سے زیادہ نہیں ہے۔ وہاں وہاں وہ دین کے محافظ ہیں جہاں جہاں سے ان کو دنیا حاصل ہوتی ہے اور جب امتحان کی گھڑی آتی ہے تو بہت کم دین دار نظر آتے ہیں

عُمر ابن سعد کی آمد

یہ ۲ محرم ۶۱سنہ جمعرات کا دن تھا۔ کہ کربلا کی زرد خاک پر امام عالی مقامؑ کے خیمے نصب ہو گئے۔ اگلے دن ۳ محرم الحرام کو عُمر ابن سعد چار ہزار کا لشکر لے کر آن پہنچا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے اس لشکر کے ذمے ذیلم کے مقام کی حفاظت کی ذمہ داری دی تھی۔ لیکن بعد میں رے کی حکومت کا پروانہ اس شرط پر ابن سعد کو دیا کہ اگر وہ پیغمبرؐ اکرم کے نواسے کے خلاف لڑائی کرے اور ان کو کوفہ آنے سے روکے۔ پہلے تو عُمر ابن سعد نے کوشش کی کہ عبید اللہ ابن زیاد اس کو اس کام سے معاف رکھے۔ لیکن مال و زر اور حکومت رے کی پرکشش پیشکش کو ٹھکرانا اس کے بس سے باہر ہو گیا۔ اور اُس نے حامی بھر لی۔ اگرچہ اس کے خاندان والوں نے اور دوستوں نے اس کو بہت سمجھایا اور اس ذلت سے دور رکھنے کی کوشش کی لیکن سب بےسود رہا۔

اگلے روز عُمر ابن سعد نے عزرہ بن قیس کو امام عالی مقامؑ کی طرف روانہ کیا جس میں ان سے یہ پوچھا گیا کہ ان کا یہاں تک آنے کا کیا مقصد ہے۔ عزرہ بن

قیس ان لوگوں میں تھا جنہوں نے کوفہ سے امام عالی مقامؑ کو خط لکھے تھے۔ اس لئے وہ شرمندہ تھا اور جانے سے گھبرا رہا تھا۔ عُمر ابن سعد نے کچھ اور سرداروں کو بھیجنے کی کوشش کی تو نتیجہ ویسا ہی رہا۔ آخر کثیر بن عبداللہ شعبی بولا کہ میں جاتا ہوں اور اگر آپ کا حکم ہو تو میں حُسین کو قتل بھی کردوں گا۔ ابن سعد نے کہا کہ میں نے کب تم سے قتل کی بات کی ہے۔ صرف جاو اور پوچھ کر آو۔ امام عالی مقامؑ کی طرف سے ابو تمامہ سعیدی نے کثیر کو آتے دیکھا تو امام کو خبر دی کہ کوفہ کا سب سے شقی القلب انسان اس طرف آرہا ہے۔ ابو تمامہ نے بڑھ کر اس کو روکا۔ اور تلوار زمین پر رکھنے کو کہا۔ کثیر نے کہا اس کی ضرورت نہیں میں تو صرف قاصد ہوں۔ لیکن ابو تمامہ نے اس کو آگے نہیں جانے دیا۔ دونوں میں سخت تکرار ہوئی اور کثیر واپس پلٹ گیا۔ ابن زیاد نے قرہ بن قیس کو بھیجا۔ لوگوں نے امام عالی مقامؑ کو بتایا کہ اس مرتبہ قرہ آ رہا ہے۔ یہ اچھا آدمی ہوا کرتا تھا۔ امام عالی مقامؑ نے کہا اس کو آنے دو۔ امام نے اس کو خطوط کے بارے میں بتایا کہ میں خود نہیں آیا بلکہ ان لوگوں نے مجھے بلایا ہے۔ اب اگر یہ لوگ اپنے قول سے پھر گئے ہیں تو میں کوفہ جا کر کیا کروں گا۔ میں کہیں اور چلا جاوں گا۔

عُمر ابن سعد یہ جواب سن کر بہت خوش ہوا کہ امام عالی مقامؑ کا ارادہ جنگ کا تو ہے ہی نہیں ۔ اس نے فوراً عبید اللہ ابن زیاد کو خط لکھا اور ساری بات تفصیل سے لکھی۔ لیکن عبید اللہ ابن زیاد کا اگلے دن سخت جواب موصول ہوا۔ کہ حسین بن علی کی پانی تک رسائی ناممکن کردو۔ بالکل ویسے ہی جیسا کہ ایک شریف اور نیک خلیفہ عثمان پر پانی بند کیا گیا تھا۔ اس خط کے ملتے ہی فُرات پر عمر بن حجاج پانچ سو سواروں کے ساتھ تعینات کر دیا گیا۔ یہ ۷ محرم الحرام کا دن تھا۔

عُمر ابن سعد سے امام عالی مقام کی ملاقات

اسی اثنا میں ۷ محرم کی رات کو عُمر ابن سعد اور امام عالی مقامؑ حُسینؑ بن علیؑ کی ملاقات طے ہوگئی۔ دونوں بیس بیس افراد کے ساتھ ایک طرف نکلے اور ایک خیمے میں دونوں اکٹھے ہوئے۔ باقی افراد خیمے سے باہر رہ گئے اور دونوں نے اکیلے ملاقات کی۔ یہ ایک طویل مُلاقات ثابت ہوئی۔ امام عالی مقامؑ نے عُمر ابن سعد کو کہا کہ میں واپس چلا جاتا ہوں یا کسی اور طرف چلا جاتا ہوں مجھ سے جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ۔ ابن سعد نے کہا کہ میرا گھر کوفہ میں تباہ کر دیا جائے گا۔ امام نے کہا میں نیا بنوا دوں گا۔ ابن سعد نے کہا کہ میری جائیداد ضبط کر لی جائے گی۔ امام نے کہا وہ بھی میں نئی دلوا دوں گا۔ ابن سعد نے عبید اللہ ابن زیاد کو پھر خط لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دشمنی کو ختم کر دیا ہے اور امام واپس جانے پر رضا مند ہیں۔ یا پھر ہم انہیں کسی اور ملک بھی بھیج سکتے ہیں ۔ یا میں ان کو یزید کے پاس لے جاتا ہوں۔ تاکہ بیعت کا مسئلہ وہ آپس میں طے کر لیں اور ہم اس مصیبت سے نکلیں۔ عبید اللہ ابن زیاد اس خط کو پڑھ کر سوچ میں پڑ گیا۔ اور کسی حد تک راضی بھی ہوگیا۔ اس کے ساتھ شمر بن ذولاجوشن بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بولا کہ جب دشمن تمہارے اتنے قریب موجود ہو کیا تم اس کو نکل جانے دو گے ؟ بےشک یہ تمہاری بہت بڑی کمزوری ہو گی۔ یہی موقعہ ہے کہ پوری طاقت کے ساتھ وار کرو اس کامیاب ہو جاو۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ ابن سعد اور حُسینؑ بن علیؑ راتوں کو ملاقاتیں کرتے ہیں۔

عبید اللہ ابن زیاد کا یہ سن کر ارادہ تبدیل ہو گیا اور اس نے عُمر ابن سعد کو خط لکھا کہ میں نے تمہیں اس لئے نہیں بھیجا کہ تم وہاں بیٹھ کر حُسینؑ بن علیؑ سے مزاکرات کرو۔ اور امن و امان کی باتیں کرو۔ فوراً امیرالمومنین یزید بن معاویہ کی بیعت طلب کرو حسین سے۔ اگر وہ نہیں مانتے تو ان سے جنگ کرو اور ان کے جسموں کو گھوڑوں سے روند ڈالو کہ ہر باغی کا یہی انجام ہوتا ہے۔ ان کے سینوں کو گھوڑوں سے پامال کردو کہ وہ اسی قابل ہیں۔ میں شمر بن ذولجوشن کو بھیج رہا ہوں۔ اگر تم میرے احکامات کی تعمیل نہیں کر سکتے تو فوج کی کمان شمر کے حوالے کر دو۔ والسلام" یہ لکھ کر عبید اللہ ابن زیاد نے شمر سے کہا اگر ابن سعد میرے احکامات کی تعمیل نہ کرے تو اس کا سر کاٹ کر مجھے بھیج دینا۔ یہ سن کر عبداللہ بن ابی مہل بولا کہ میرے رشتے دار بھی حُسینؑ بن علیؑ کے ساتھ ہیں۔ اگر آپ ان کیلئے امان نامہ لکھ دیں تو میرا قبیلہ شُکر گزار ہوگا۔ عبید اللہ ابن زیاد مان گیا اور امان نامہ لکھ کر دیا گیا۔

شِمر بن ذولجوشن کی کربلا آمد

شمر یہ حکم نامہ لے کر کربلا کی زمین پر وارد ہوا اور عُمر ابن سعد کے حوالے کیا۔ عُمر ابن سعد نے اسے سخت لفظوں سے مخاطب کیا اور بولا کہ لعنت ہو تم پر کس قدر شقی القلب آدمی ہو۔ میرے خیال میں عبید اللہ ابن زیاد کی رائے تم نے تبدیل کی۔ تم جانتے ہو کہ حُسینؑ بن علیؑ کبھی یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ اور نہ ان کے بڑوں نے کبھی کسی کی بیعت کی۔ تم چاہتے ہو کہ وہ اس جنگ میں ختم ہو جائیں۔ تم نے میرے تمام منصوبے خاک میں ملا دیے۔ شمر بولا ایک طرف تو تم ان سے ہمدردی دیکھا رہے ہو اور دوسری طرف بنو امیہ کے انعام کے بھی خوائش مند ہو۔ تم دنیا کے منافق ترین آدمی ہو۔ یا ہمارا ساتھ دو یا حُسینؑ بن علیؑ کا۔ بتاو تمہارا اب کیا ارادہ ہے۔ ابن سعد نے کہا واللہ میں تمہیں اس موقعہ سے فائدہ نہیں اٹھانے دوں گا۔ میں خود حُسینؑ بن علیؑ سے جنگ کروں گا اور تم میرے حکم میں کام کرو گے۔ شِمر امام عالی مقامؑ کے خیموں کے نزدیک آیا اور بلند آواز سے بولا، بنی کلاب کے جوانوں کو امیر ابن زیاد کی طرف سے امان نامہ ہے۔ عباس بن علیؑ اور ان کے بھائیوں کو امان ہے۔ وہ حُسینؑ بن علیؑ کا ساتھ چھوڑ دیں اور واپس چلے جائیں۔ یہ سن کر مولا علی (علیہ السلام) کے فرزند ارجمند قمرِ بنی ہاشم جناب عباس بن علیؑ کو جلال آیا اور وہ باہر نکل کر شمر کی وہ بےعزتی کی کہ اس نے امان نامہ پھاڑ کر پھینک دیا۔ اور غصے سے چلاتا ہوا واپس ہو گیا۔ یہ واقعہ ۹ محرم الحرام کو پیش آیا۔

مغرب کی نماز کے بعد عُمر ابن سعد نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ گھوڑوں پر سوار ہو جائیں اور حسینی خیموں کی طرف بڑھیں۔ جناب امام عالی مقامؑ اس وقت تلوار کی ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ اسی اثنا میں ان کی آنکھ لگ گئی۔ فوجوں کا شور سُن کر امام عالی مقامؑ کی ہمشیرہ محترمہ جناب زینب بنت علیؑ مرتضیٰ گھبرا گئیں اور بھائی کے پاس تشریف لائیں اور ان کو جگایا۔ امام عالی مقامؑ نے فرمایا کہ ابھی میں نے خواب میں اپنے نانا خاتم النبین، حبیب خُدا ، محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو دیکھا۔ وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ حسین مت گھبراو تم عنقریب میرے پاس آ رہے ہو۔ یہ سننا تھا کہ خیمہ مطہرات میں کہرام مچ گیا۔ بی بی زینب نے نوحہ کی صدا بلند کی۔ امام عالی مقامؑ نے کہا میری بہن ایک دن تو سب نے چلے جانا ہے۔ آپ صبر سے کام لیں۔ جناب عباس بن علیؑ اپنے بھائی کے پاس آئے اور بولے مولا فوجیں آرہی ہیں۔ امام عالی مقامؑ نے فرمایا عباس تم میری قوت و بازو ہو۔ جاو اور معلوم کرو کہ ان کا کیا ارادہ ہے۔ عباس بن علی بیس گھڑسواروں کے ساتھ نکلے اور یزیدی دستے کے سامنے جا ٹھرے۔ کس ارادے سے آرہے ہو کیا ہوا ہے ؟ عباس نے پوچھا۔ ابن سعد بولا کہ عبید اللہ ابن زیاد نے حکم نامہ جاری کیا ہے یا تو بیعت کرو یا جنگ کرو۔ عباس بولے تو پہلے ابو عبداللہ کو بتانے تو دو۔ تم یہاں انتظار کرو۔ دستہ وہاں رک گیا اور عباس بن علی واپس پلٹے اور امام کو ان کے ارادوں سے مطلع کیا۔ اسی اثنا میں اصحاب امام حسینؑ نے کوفیوں سے خطاب کیا۔ زہیر ابن قین اور حبیب ابن مظاہر امام عالی مقامؑ کی طرف سے بول رہے تھے۔ کوفیوں نے ان سے کافی تکرار کی جس کا ان دونوں اصحاب نے خوب خوب جواب دیا۔ اور ایک دوسرے پر تعن و نشنیع کی بارشیں کرتے رہے۔

اسی اثنا میں امام عالی مقامؑ نے حضرت عباس بن علی کو فرمایا کہ بھائی جاو اور ایک رات کی مہلت لے لو۔ ہم آج کی رات عبادت و تقدیس خدا میں گزارنا چاہ رہے ہیں۔ بخدا مجھے عبادت سے بہت رغبت ہے۔ ان سے کہنا کہ کل صبح تک اس حملے کو ٹال دو اور ہمیں عبادت کرنے دو۔ حضرت عباس علمدار نے امام عالی مقامؑ کی بات کوفیوں تک پہنچا دی۔ یہ سن کر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور اس بات پر مان گئے۔ اور واپس پلٹ گئے۔

شب عاشور کی آمد

اب وہ رات آئی کہ جس کو تاریخ میں شب عاشور کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جنگ ہونا طے ہو گیا تھا۔ اہلبیت رسول کے لئے یہ قیامت کی رات تھی۔ سب کے پیارے آنکھوں کے سامنے موجود تھے اور ایک رات کے مہمان تھے۔ بچے تین دن کے پیاسے ایک ایک خیمے میں پانی کی تلاش میں جا رہے تھے۔ امام عالی مقامؑ کی پانچ سالہ بیٹی سکینہ بنت حُسینؑ کی نظریں اپنے چچا عباس بن علی پر جمی تھی۔ اور العطش کی صدائیں کربلا کے وحشتناک ویرانے میں گونج رہی تھی۔ علیؑ بن حُسینؑ زین العابدین کہتے ہیں کہ اگرچہ میں بیمار تھا لیکن میں نے سُنا کہ میرے والد اپنے اصحاب سے خطاب کر رہے تھے۔

امام حسین علیہ السلام نے نو محرم کو دشمن کی طرف سے مہلت مل جانے کے بعد بنی ہاشم اور اپنے اصحاب باوفا کے درمیان یہ خطبہ ارشاد فرمایا" :خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں مصیبتوں اور آسائشوں میں۔ اے خدا میں تیری حمد بجا لاتا ہوں کہ تو نے ہمارے خاندان کو نبوت سے بزرگی بخشی اور ہمیں قرآن کی تعلیم دی، ہمیں ہمارے دین اور آئین سے آشنا و آگاہ کیا اور تو نے ہمیں (سماعت و بصارت اور قلوب سے نوازا اور ہمیں مشرکوں میں سے قرار نہیں دیا۔ امام بعد میں نہیں جانتا کہ میرے اصحاب سے زیادہ باوفا اور بہتر کسی کے اصحاب، میرے اہل بیت سے بہتر اور نیک کسی اور کا خاندان ہوگا۔ خداوند عالم تم سب کو جزائے خیر دے۔ میرے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے کہ میں عراق کی طرف لایا جاؤں گا اور عمورا یا کربلا کے مقام پر پڑاؤ ڈالوں گا اور اسی جگہ پر شہید کر دیا جائے گا اور اب شہادت کا وقت پہنچ چکا ہے، میرے خیال میں اسی صبح کو دشمن ہمارے ساتھ جنگ کا آغاز کرے گا۔ اب میں تمہیں اپنی طرف سے آزاد کرتا ہوں اور بیعت تم سے اٹھائے لیتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں کہ رات کی اس تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تم میں سے ہر ایک میرے گھر والوں میں سے ایک کا ہاتھ پکڑے اور اپنے شہر یا آبادی کی طرف چلا جائے۔ اور اپنی جان کو موت سے نجات دلائے۔ اس لئے کہ یہ لوگ صرف میری تعاقب میں ہیں اور اگر میں انہیں مل جاؤں تو دوسروں سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔ خداوند تم سب کو جزائے خیر اور اجر عظیم عنایت فرمائے۔

امام کی تقریر کے بعد سب سے پہلے آپ کے بھائی عباس ابن علی نے فرمایا کہ (لا ارانا اللہ ذلک ابدا) خدا ایسا دن نہ لائے کہ جب ہم آپ کو چھوڑ کر اپنے شہر کی طرف پلٹ جائیں۔ نمبر ۲: اس کے بعد تمام افراد بنی ہاشم نے جناب عباس کی گفتگو کے ضمن میں اپنی وفا کا یقین دلایا۔ چنانچہ امام نے حضرت عقیل کے فرزندوں سے مخاطب ہوکر فرمایا: (حسبکم من القتل بمسلم اذھبوا قد اذنت لکم) تمہارے لئے مسلم کا شہید ہو جانا ہی کافی ہے۔ میں تمہیں جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا: "اس صورت میں اگر ہم سے سوال ہو کہ تم نے اپنے مولا اور اپنے پیشوا کی نصرت سے ہاتھ کیوں اٹھا لیا تو ہم کیا جواب دیں گے۔ نہ خدا کی قسم ایسا کام ہرگز نہیں کریں گے بلکہ اپنی جان، اپنے مال اور اپنے فرزندوں تک کو آپ کی راہ میں قربان کر دیں گے اور آخری مرحلہ تک آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ نمبر ۳ :اس کے بعد اصحاب و انصار میں سے مسلم بن عوسجہ کہنے لگے کہ ہم کس طرح آپ کی نصرت و مدد سے ہاتھ اٹھا سکتے ہیں۔ اس صورت میں خدا کے حضور کیا عذر پیش کریں گے۔ خدا کی قسم میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا بلکہ اپنے نیزہ سے آپ کے دشمنوں کا سینہ چاک کروں گا اور جب تک تلوار میرے ہاتھ میں ہے جنگ کروں گا اور اگر کوئی ہتھیار نہ رہا تو پتھروں کے ذریعے ان سے آخری دم تک لڑوں گا۔ نمبر ۴: سعد بن عبد اللہ نے کہا: خدا کی قسم آپ کی نصرت سے ہاتھ نہیں اٹھائیں گے تاکہ خدا کی بارگاہ میں یہ ثابت کریں کہ ہم نے آپ کے بارے میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کی اعانت کی ہے۔ خدا کی قسم اگر میں جانتا کہ ستر مربہ مجھے قتل کرکے جلا دیا جائے اور اس راکھ سے پھر زندہ کیا جائے تب بھی ہر بار زندہ ہوکر آپ کی مدد کے لئے حاضر ہونگا، حالانکہ میں تو جانتا ہوں کہ یہ موت صرف ایک ہی بار ہے اور اس کے بعد خدا کی ابدی نعمتیں ہیں۔ نمبر ۵: زہیر ابن قین نے کہا کہ یابن رسول اللہ خدا کی قسم میری خواہش ہے کہ آپ کی حمایت میں ہزار بار مارا جاؤں اور پھر زندہ ہوں اور پھر مارا جاؤں تب بھی یہ آرزو رکھوں کہ میرے قتل ہونے سے آپ یا ان جوانان بنی ہاشم میں سے کوئی ایک بھی موت سے نجات حاصل کرلے۔ نمبر ۶:
اسی اثناء میں محرر بن بشیر حضرمی (آپ کے ایک صحابی) کے فرزند قید ہونے کی خبر پہنچی۔ امام نے فرمایا: تم آزاد ہو، جاؤ اور اپنے بیٹے کی آزادی کے لئے کوشش کرو۔ محمد ابن بشیر نے کہا: خدا کی قسم میں ہرگز آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا اور اس نے یہ جملہ بھی کہا کہ اگر میں آپ کی مدد سے ہاتھ اٹھا لوں تو صحرا کے درندے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اپنی خوراک بنا لیں۔ امام نے چند قیمتی ملبوسات اسے دیئے تاکہ وہ کسی ایسے شخص کو دے جو اس کے بیٹے کی رہائی کے لئے کوشش کر سکے۔ حاشیہ نمبر ۱ : طبری ۷/۳۲۲، کامل بن اثیر جلد ۳ صفحہ ۳۸۱، لہوف صفحہ ۸۱، اور مقتل خوارزمی جلد ۱، صفحہ ۱۴۷ میں آئے ہیں۔

اصحاب باوفا اور افراد بنی ہاشم کے جذبات دیکھ کر امام کی آگاہی، احساس مسئولیت اور مقام انسانیت ہے، ان کی وفاداری ملاحظہ فرما کر پہلے امام نے انہیں دعا دی (جزاکم اللہ خیراً) "خدا تمہیں جزائے خیر دے"۔ اس کے بعد آپ نے صراحت کے ساتھ فرمایا: (انی غدا اقتل و کلکم تقتلون۔۔۔) "میں کل صبح قتل کر دیا جاؤنگا اور تم سب قتل کر دیئے جاؤگے۔ حتیٰ کہ قاسم اور عبد اللہ) اصغر) شیرخوار بھی قتل کر دیئے جائیں گے"۔ تمام اصحاب یہ سن کر یک زبان ہوکر کہنے لگے: "ہم خدا کے شکر گزار ہیں جس نے آپ کی نصرت کی توفیق عطا کیا اور آپ کی معیت میں شہادت عطا کرکے ہمیں عزت و شرافت سے نوازا۔ اے فرزند پیغمبر کیا ہمیں اس بات پر خوش نہیں ہونا چاہیئے کہ بہشت میں ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔" خرائج راوندی نقل کرتے ہیں کہ امام نے ان کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا اور ان میں سے ہر ایک نے بہشت میں اپنا مقام اور وہ نعمتیں دیکھیں جو ان کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔

خدا کی قسم میں نے انہیں آزمایا ہے اور انہیں اپنے ارادوں پر استوار دلاور اور جری دیکھا۔ یہ لوگ مصمم عزم کے ساتھ مکمل پائیداری کے ساتھ میری رکاب میں شہید ہونے کے اتنے مشتاق ہیں جتنا ماں کے دودھ سے بچہ کا اشتیاق ہوتا ہے۔

کہ شبِ عاشور امام حسین خیموں سے ذرا دور ہوئے، تاریکی کی طرف چلے گئے، نافع بن ہلال جو آپ کے اصحاب میں سے ایک تھے، نے جب امام کو مخاطب ہوتے دیکھا تو ان کی طرف گئے اور امام سے خیموں کے اس محیط سے باہر آنے کا سبب پوچھا اور کہا: یابن رسول اللہ اس طاغوت کے لشکر کی طرف آپ کے آنے سے میں سخت پریشان ہوا۔ امام نے جواب میں فرمایا: میں آیا ہوں تاکہ خیموں کے اطراف میں پستی و بلندی کا ملاحظہ کروں، کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن کے لئے کوئی مخفی راہ نہ ہو کہ جس سے استفادہ کرتے ہوئے وہ ہم پر حملہ کر سکے یا ہمارے حملہ کا دفاع کر سکے۔۲ اس کے بعد امام نے نافع کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ (ھی واللہ وعد لا خلف فیہ) "آج کی رات شبِ موعود ہے ایسا وعدہ ہے کہ جس سے وفا کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے"۔ جب امام نے چناد کی ٹھنڈی چاندنی میں دور سے نظر آنے والے پہاڑوں کی طرف ہوئے، نافع سے کہا: (الا تسلک بین ھذین الجبلین فی جوف اللیل و تنجو نفسک؟) کیا تم نہیں چاہتے کہ رات کی اس تاریکی میں ان پہاڑوں کی طرف چلی جاؤ، وہاں جا کر پناہ لو اور اپنے آپ کو موت سے بچا لو۔ نافع بن ہلال یہ سن کر امام حسین کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کرتے ہیں: میری ماں میرے سوگ میں بیٹھے، میں نے اس تکرار کو ہزار درہم اور اپنے گھوڑے کو بھی ہزار درہم میں خریدا ہے۔ اس

خدا کی قسم جس میں آپ کی محبت کو پسند کیا میرے اور آپ کے درمیان جدائی نہیں آسکتی مگر اس وقت کہ یہ شمشیر، یہ تلوار، کند اور یہ گھوڑا تھک نہ جائے۔

اصحاب حُسینؑ کی وفا

"مقرم" نافع بن ہلال سے نقل کرتے ہیں کہ امام نے اطراف کے بیابانوں کی تفتیش کرنے کے بعد خیمہ کی طرف پلٹنے کا ارادہ کیا اور جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کے خیمہ میں وارد ہوئی۔ میں خیمہ کے باہر پہرے کے لئے کھڑا ہوگیا۔ زینب کبریٰ (س نے اپنے بھائی سے عرض کی کہ اے بھائی کیا آپ نے اپنے اصحاب کو آزما لیا ہے اور کیا ان کی نیت اور استقامت کا پتہ چلا لیا ہے؟ ایسا نہ ہو کہ کسی سخت موقع پر وہ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں، آپ کی حمایت چھوڑ دیں اور دشمنوں میں ہمیں تنہا چھوڑ کر جائیں۔ امام نے جناب زینب (س کے جواب میں فرمایا: (واللہ لقد بلوتھم۔۔۔) ہاں خدا کی قسم میں نے انہیں آزمایا ہے لیکن وہ تو بہت دلاور اور شیروں کی طرح بہادر اور پائیداری اور اشتیاق میں پہاڑوں کی طرح استوار اور میرے ساتھ مل کر شہید ہونے کے اتنے مشتاق ہیں اتنا بچہ ماں کے اپنے دودھ سے مشتاق ہوتا ہے۔

نافع نے جب یہ سوال و جواب سنا، بے اشتیاق رونے لگا۔ حبیب ابن مظاہر کے پاس یا اور جو کچھ امام اور ان کی بہن سے سنا تھا، اسے بتایا۔ حبیب ابن مظاہر نے کہا: خدا کی قسم اگر امام کے حکم کے منتظر نہ ہوتے اسی وقت دشمنوں پر حملہ کر دیتے۔ نافع نے کہا: حبیب ابھی امام بہن کے خیمہ میں بیٹھے ہیں اور شاید حرم کے دوسرے گوشہ میں بھی تشریف رکھتی ہوں بہتر ہے کہ آپ ایک گروہ کے ساتھ اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ خیموں کی طرف جائیں۔ نئے سرے سے اظہار وفاداری کریں تاکہ خواتین کو، مخدراتِ عصمت کو زیادہ سے زیادہ اطمینان ہو سکے۔ حبیب ابن مظاہر نے بلند آواز سے اصحابِ امام کو جو خیموں کے اندر بیٹھے ہوئے تھے، بلایا۔ سب خیموں سے باہر آئے۔ حبیب نے پہلے تو بنو ہاشم سے عرض کی :میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے خیموں میں واپس چلے جائیں اور اپنی یہ عبادت اور آرام میں مشغول رہیں۔ اس کے بعد حبیب نے نافع کی بات بعد امام صحابہ سے نقل کی۔ ان کا یہ جواب دیا: اس خدا کی قسم جس نے ہم پر احسان کیا اور اس افتخار و بزرگی سے ہمیں سرفراز کیا۔ اگر امام کے حکم کے منتظر نہ ہوتے تو اسی وقت اپنی تلواروں سے دشمن پر حملہ کر دیتے۔ حبیب آپ مطمئن رہیں اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھیں۔ حبیب ابن مظاہر نے دعا دیتے ہوئے ان سے پچھاڑنے کی تجویز پیش کی۔ میں نے ان صحابیوں کے ساتھ مخدرات عصمت کے خیموں کی طرف جائیں اور انہیں بھی مطمئن کریں۔ جب یہ اصحاب باوفا اس خیمہ کے نزدیک پہنچے تو جناب حبیب ابن مظاہر نے بڑی خواہش یوں کی: خواتین کی طرف خطاب کرکے فرمایا: اے دختران پیغمبر! اے حرم رسول خدا! یہ آپ کے فداکار جوان کھڑے ہیں اور یہ ان کی خوفناک تلواریں، ان سب نے قسم اٹھائی ہے کہ تلوار کو نیام میں نہیں ڈالیں گے مگر ان کے تلواروں کے نیام آپ کے دشمنوں کی گردنیں کاٹ دیں۔ یہ بلند و بالا نیزے یہ آپ کے غلاموں کے اختیار میں ہیں کہ ان کے بارے میں بھی یہ قسم اٹھائی جا چکی ہے کہ یہ اب نیچے نہیں آئیں گے مگر یہ اب دشمن کے سینوں میں گھونپیں گے۔ اس دوران مخدراتِ عصمت میں سے ایک مقدس بی بی نے اصحاب باوفا کو یوں خطاب کیا : (ایھا الطیبون حاموا عن بنات رسول اللہ و حرائر امیر المومنین) اے پاک و مقدس لوگو !دختران پیغمبر اور خاندان امیر المومنین کے عورتوں کا دفاع کرو۔ جب اس محترمہ بی بی کے کلام کو اصحاب باوفا نے سنا تو بلند آواز سے تکبیریں کہتے ہوئے سب اپنے اپنے خیموں کی طرف پلٹ گئے۔ یہ تھا وہ جرأت انگیز، جرأت آفرین کارنامہ جو امام حسین کے اصحاب کی زبان سے آپ نے سنا۔ (بابی انتم و امی طبتم و طابت الارض التی فیھا دفنتم و فزتم فوزاً عظیماً)

خیام اہلبیت

حضرت امام زین العابدین سے روایت ہے کہ شب عاشور میرے والد بزرگوار اپنے چند اصحاب کے ساتھ خیمہ میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کا غلام جون، ابوذر کا غلام جون امام کی تلوار صیقل کر رہا تھا، آنحضرت کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے (یا دھر اف لک من خلیل۔۔۔) اے دنیا تف ہے تمہاری دوستی پر کہ صبح و شام تو اپنے کتنے دوستوں اور چاہنے والوں کو موت کی راہ میں دھکیلتی ہے اور سا کے عوض پر قناعت بھی نہیں کرتی۔ بتحقیق سارے کام خداوند متعال کی طرف محول ہے اور ہر زندہ شخص اور ہر زندہ چیز اسی راہ (موت کے راہ پر) چلنے والی ہے۔ امام سجادں فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر امام حسین کا ہدف اور نصب العین، ان اشعار کے پڑھنے سے امام کا مقصد یعنی موت اور اپنی شہادت کی خبر دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ میری آنکھیں آنسوؤں سے پر ہوگئیں لیکن میں نے رونے سے گریز کیا مگر میری پھوپھی زینب جو میرے بستر کے قریب بیٹھی ہوئی تھیں یہ اشعار سن کر اور جناب سجادں فرماتے ہیں کہ میں یہ اشعار امام کے سن کر مقصد یعنی اعلانِ شہادت کو سمجھ گیا میری آنکھیں آنسوؤں سے پر ہوگئیں یعنی رونے سے پرہیز کیا البتہ میری پھوپھی زینب جو میرے بستر کے کنارے بیٹھی ہوئی تھیں یہ اشعار سن کر مضطرب ہوئیں اور امام کے اصحاب کے چلے جانے کے بعد آپ کے خیمے میں پہنچیں اور کہا: وائے ہو مجھ پر، اے کاش میں مر گئی ہوتی اور ایسا دن نہ دیکھتی۔ اے گزرے ہوؤں کی یادگار (باقی ماندہ افراد کی پناہ گاہ) کیا میں یہ سمجھوں کہ آج میں نے سارے عزیز گنوا دیئے ہیں کہ اس پیش آنے والے واقعہ میں میرے باپ کی مصیبت میرے اہل حرم کی اور بھائی حسن کی مصیبت کو زندہ کر دیا ہے۔ امام حسین نے جناب زینب کو تسلی دی اور انہیں صبر و شکیبائی کی وصیت کی اور فرمایا: (یا أختاہ تعزّی بعزاء اللہ۔۔۔) اے میری بہن صبر کا راستہ اختیار کرو۔ جان لو کہ دنیا کے سارے افراد جو کہ آسمانوں میں ہیں زندہ نہیں رہیں گے اور موجودات نے ختم ہو جانا ہے۔ بے شک خداوند متعال جس نے دنیا کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اور تمام لوگوں کو دوبارہ مبعوث کرے گا، زندہ کرے گا، باقی رہے گا۔ اور وہی خدائے یکتا ہے میرے باپ، میرے بھائی حسن جو مجھ سے بتر تھے سب دوسرے جہان کو چلے گئے اور میں اور وہ اور سب مسلمانوں کو خداوند عالم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنی چاہیئے کہ وہ بھی اس جہان سے جہانِ بقا کو تشریف لے جائیں۔

اس کے بعد فرمایا: اے ام کلثوم، اے فاطمہ، اے رباب، میری موت کے بعد اپنے گریبان چاک نہ کرنا اور جو بات تمہارے لئے مناسب نہیں اسے زبان پر نہ لانا۔
شبِ عاشور امام حسین کے خیموں کے درمیان عجیب جوش و جذبہ اور موقوف فطرت نشاط و شادمانی دکھائی دیتی تھی۔ ایک ہی صف میں ایک اپنے ہتھیار کو جنگ کے لئے تیار کر رہا ہے اور دوسرا مشغول عبادت ہے اور ایک تلاوت قرآن میں مشغول ہے (لھم دوی کدوی النخل بین قائم و قاعد و راکع و ساجد) ضحاک بن

عبد اللہ مشرقی سے منقول ہے کہ اس رات ہر چند لحظوں کے بعد عمر سعد کے لشکریوں میں سے کچھ گھڑ سوار امام حسین کی خیمے کی پشت کی طرف سے آتے اور یہ اہم رات گزارنے والوں کی حالات ملاحظہ کرتے۔ ان میں سے ایک شخص نے امام کی آواز سنی کہ آپ یہ تلاوت فرما رہے تھے (ولا تحسبن الذین۔۔۔) وہ لوگ جو کافر ہوگئے ہیں یہ خیال نہ کریں کہ ہم نے تو مہلت دی ہے اور ان کے نفع کی ہے بلکہ ہم انہیں مہلت دیتے ہیں تاکہ وہ اپنا کام مزید بڑھائیں اور ان کے لئے نہایت ذلت آمیز عذاب ہے۔ خداوند عالم نے مومنوں کو اس حالت میں ہی نہیں رکھے گا یہاں تک کہ بد کو نیک سے اور ناپاک کو پاک

سے جدا کر دے۔ وہ شخص یہ سن کر کہنے لگا کہ خدا کی قسم وہ نیک افراد ہم ہیں خدا نے ہمیں تم سے جدا کر دیا ہے۔ بریر آگے بڑھے اور اسے جواب دیا کہ اے فاسق انسان! خدا نے تجھے پاکوں کی صف میں قرار دیا ہے؟ ہماری طرف واپس آؤ اور بڑے گناہ سے توبہ کرو، اس لئے کہ خدا کی قسم پاک افراد تو ہم ہیں۔ اس شخص نے استہزا کرتے ہوئے کہا (وانا ذلک من الشاھدین) ہاں میں بھی اسی بات کی گواہی دیتا ہوں اس کے بعد ابن سد کے لشکر کی طرف پلٹ گیا۔

یوم عاشور اور امام کا خطبہ

حسین ابن علی نے جب صبح کی نماز پڑھی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد نمازیوں کی طرف رخ فرمایا اور حمد و ثنا کے بعد یوں مخاطب ہوئے (ان اللہ تعالیٰ اذن ----) "خداوند عالم نے تمہارے قتل کئے جانے اور میرے قتل ہونے کا اذن دے دیا ہے اس روز اس دن تم پر ضروری ہے کہ صبر و شکیبائی کا ہاتھ دامن سے نہ جانے دیں اور دشمن کے ساتھ جنگ کریں"۔ امام نے اس روز اپنے اصحاب سے یہ خطاب فرمایا: "اے بزرگان! اے عزت و شرف کے پیکرو! صبر و شکیبائی کا مظاہرہ کرو اس لئے کہ موت ایک پل ہے جو تمہیں سختی اور رنج و مصیبت کے اس میدان سے گزار کے بہشت اور جاودان کے نعمتوں تک پہنچاتی ہے۔ کون ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ ایک میدان سے چل کر ایک محل میں منتقل ہو جائے۔ اور یہی موت تمہارے دشمنوں کے لئے اسی طرح ہے کہ جیسے کسی کو محل سے نکال کر زندان میں منتقل کر دیا جائے۔ میرے پدر بزرگو امیر المؤمنین علی نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے لئے نقل کیا کہ فرما رہے تھے کہ دنیا مومنوں کے لئے زندان ہے اور کافر کے لئے بہشت۔ موت ایک پل ہے کہ جو مومن گروہ کو بہشت میں پہنچاتی ہے اور کافر گروہ کو جہنم میں۔ وہاں نہ میں نے جھوٹ سنا ہے اور نہ ہی جھوٹ کہتا ہوں۔

امام حسین نے اس کے بعد اپنے لشکر کو صفیں درست کیں اور مشہور روایت کے کے مطابق بہتر ساتھیوں کو منظم فرمایا۔۲ اپنی فوج کا میمنہ زہیر ابن قین اور میسرہ حبیب ابن مظاہر کے حوالہ کیا اور پرچم اپنے بھائی عباس بن علی کے حوالہ کیا اور خود اور اپنے خاندان کے دیگر افراد کو قلب لشکر میں جگہ دی۔

امام نے صبح کی نماز کے بعد اپنے لشکر کی صفیں درست کیں اور ہر ایک کے لئے اس کی ذمہ داری مقرر کر دی۔ اس دوران عمر ابن سعد بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کر رہا تھا۔ جب امام کی نظر دشمن کے اس جم غفیر پر پڑی تو آپ نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور یہ دعا پڑھی: خداوندا تو غم و دکھ میں بہترین پناہ گاہ، ہر پیش آنے والے برے ناگوار واقعہ میں میری امید کی کرن ہیں۔ ہر حادثہ میں، ہر مصیبت میں تو میرا ہتھیار اور میری پناہ گاہ ہے۔ اس وقت جبکہ کمر توڑ دینے والے غم مجھ پر ڈال دیئے گئے ہیں کہ جن کے مقابلہ ہی دل پانی ہو جاتے ہیں۔ اور ان سے نپٹنے کے لئے ہر راستہ بند کر دیا گیا ہے جیسے جانکاہ غم میں کہ جن کے دیکھنے سے دوست دوری اختیار کر گئے ہیں اور دشمن گستاخی کی زبانیں تولے بیٹھے ہیں ایسے موقعہ پر صرف تیری بارگاہ میں، میں شکایت کرتا ہوں اور دوسری سب سے امید توڑ رہا ہوں اور تو ہی ہے جو میری مدد کو پہنچے اور غم کے ان عظیم پہاڑوں کو مجھ سے ہٹا دے اور اندوہ کے ان افواج سے مجھے نجات بخشے۔ خدایا تو ہر نعمت کا مالک ہے اور میرا آخری مقصد اور مقصود ہے۔

لشکر عُمر ابن سعد سے خطاب

امام اپنے لشکر کی صفیں درست کرن یکے بعد گھوڑے پر سوار ہوئے اور خیموں سے قدرے فاصلہ پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے لشکر عمر ابن سعد کی طرف مخاطب ہوئے۔ فرمانے لگے: (ایھا الناس اسمعوا قولی---) اے لوگو میری بات بھی سنو اور جنگ میں جلدی نہ کرو تاکہ میں اپنا وظیفہ جو تمہاری نصیحت و وعظ پر مشتمل ہے انجام دے سکوں اور میں اس جگہ تک آنے، سفر کرنے کے اصل سبب کی وضاحت کر سکوں اگر تم نے دلیل قبو کر لی اور میرے ساتھ تم نے انصاف کیا تو سعادت کا راستہ پا لوگے اور تمہارے پاس میرے ساتھ جنگ کرنے کی کوئی دلیل نہیں رہے گی اور اگر تم نے میری دلیل قبول نہ کی اور انصاف نہ کیا تو پھر تم سب ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دو اور ہر تصمیم اور ہر باطل وسیلہ اور باطل کام جو میرے بارے میں تم کر سکتے ہو کر لو لیکن بہرحال حقیقت تم سے پوشیدہ نہیں رہنی چاہیئے۔ میرا بہترین مددگار اور ساتھی وہ خدا ہے جس نے قرآن کو نازل کیا اور وہی نیک لوگوں کا مددگار اور ان کا ساتھی ہے۔

جب امام کا کلام اس حصہ کے آخری جملوں تک پہنچا تو آپ کے خیموں سے عورتوں اور بچوں کے رونے کی آواز آپ کے کان تک پہنچی لہٰذا امام نے اپنا خطبہ روکا اور اپنے بھائی عباس اور اپنے فرزند علی اکبر کو حکم دیا کہ وہ عورتوں کو آرام و سکون اور خاموشی کی تلقین کرے اور یہ جملہ بھی آپ نے اضافہ فرمایا کہ ان کے رونے کے ایام آگے بہت ہیں۔ جب عورتیں اور بچے خاموش ہوگئے

"خدا کے بندو خدا سے ڈرو اور دنیا سے بچے رہو کیونکہ اگر یہ طے ہو کہ دنیا ایک آدمی کو دے دی جائے یا ایک آدمی دنیا میں ہمیشہ کے لئے باقی رہے تو خدا کے پیغمبر اور اس کے اوصیاء اس بات کے زیادہ حقدار تھے لیکن ہرگز نہیں کیونکہ خداوند عالم نے دنیا کو فنا ہونے کے لئے خلق کیا کیونکہ تازہ چیزیں پرانی اور اس کی نعمتیں زائل ہونے والی اور اس کی خوشیاں غم و اندوہ سے بدل جانے والی ہیں۔ یہ نہایت حقیر منزل اور عارضی گھر ہیں بس اپنی آخرت کے لئے زادِ راہ مہیا کرو اور آخرت کا بہترین زاد راہ تقویٰ اور خدا کا ڈر اور اس کا خوف ہے۔ لوگو! خدا نے دنیا کو فنا اور زوال کا محل قرار دیا ہے جو اپنے رہنے والوں کو ہمیشہ منفرد رکھتا ہے اور اس کی حالت کو بدلتا رہتا ہے۔ وہ شخص مغروی اور دھوکہ کھانے والا ہے جو دنیا سے دھوکہ کھائے اور بد بخت وہ ہے جو اس دنیا پر فریفتہ ہو جائے۔ لوگو! دنیا تمہیں دھوکا نہ دے اس لئے کہ جو شخص بھی دنیا پر بھروسہ کرتا ہے یہ دنیا اسے ناامید کر دیتی ہے جو شخص بھی دنیا سے لالچ رکھتا ہے یہ دنیا اسے ناامیدی کے بھنور میں پھنسا دیتی ہے۔ تم نے ایک ایسے کام پر عہد و پیمان کر رکھا ہے کہ جس سے خدا کے غیظ و ضب کو بھڑکا دیا گیا ہو اور اسی وجہ سے خدا تم سے پہلوتہی کر کے اپنا غضب ان پر اس نے بھیج دیا ہے۔ نیک ہے کتنا اور بزرگ میرا خدا اور تم کتنے بدترین اور اس کے بندے ہو کہ خدا کے حکم پیروی کرتے ہوئے تم نے اس کے پیغمبر پر ایمان لیا۔ تم اس کے پیغمبر پر ایمان لائے اور پھر اس کے اہل بیت اور اس کے فرزندوں کو قتل کرنے کے لئے یوں لشکر مہیا کرنے لے آئے ہو شیطان تم پر مسلط ہو چکا ہے اور اس نے خدا کی یاد تمہارے دلوں سے مٹا دی ہے۔ ننگ ہو تم پر اور لعنت ہو اور ننگ و عار ہو تمہارے ہدف اور تمہاری فکر و سوچ پر۔ ہم خدا کے لئے ہی پیدا ہوئے ہیں اور ہماری بازگشت اسی کی طرف ہے"۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: "یہ لوگ ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر چکے ہیں اور یہ ستمگر قوم خدا کی رحمت سے دور ہے"۔

"لوگو میرے بارے میں عور و فکر کرو کہ میں کون ہوں پھر اپنے آپ میں آؤ۔ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ دیکھو کہ مجھے قتل کرنا اور میری حرمت کو پائمال کرنا تمہارے لئے جائز ہے۔ کیا میں تمہارے پیغمبر کی دختر کا فرزند نہیں؟ کیا میں تمہارے پیغمبر کے چچازاد اور وصی کا فرزند نہیں؟ کیا میں ایسے ہستی کا فرزند نہیں کہ جس نے سب مسلمانوں سے پہلے خدا پر ایمان، جو سب مسلمانوں سے پہلے خدا پر ایمان لائے تھے اور سب سے پہلے پیغمبر کی رسالت کی تصدیق کی تھی۔ آیا سید الشہداء حضرت حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں تھے؟ کیا تم نے میرے بارے میں اور میرے

بھائی کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث نہیں سنی کہ (الحسن و الحسین سید شباب اہل الجنۃ)۔ اگر تم لوگ میری اس گفتگو کی تصدیق کرو کہ یہ وہ حقائق ہیں کہ جن میں ذرا سا بھی شک و شبہ کا شائبہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ روز اول سے میں نے نہ جھوٹ بولا ہے۔ میں یہ سمجھ چکا ہوں کہ خداوند عالم نے جھوٹ بولنے والوں پر غضب کیا اور جھوٹ بولنے والے کے جھوٹ کا نقصان اسی جھوٹ بولنے والے کی طرف پلٹتا ہے اور اگر تم میری تکذیب کرتے ہو، مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو اس وقت تمہارے درمیان پیغمبر کے صحابی موجود ہیں کہ جن سے تم سوال کر سکتے ہو۔ جابر بن عبد اللہ انصاری، زید بن ارقم، انس بن مالک سے پوچھو کہ ان سب نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنی ہے اور یہی ایک جملہ تمہیں اس بات سے باز رکھ سکتا ہے کہ تم میرا خون بہانے سے ہاتھ اٹھا لو"۔

یہاں پر شمر بن ذی الجوشن لع جو لشکر کوفہ کے سرداروں میں سے ایک تھا، اس بات پر متوجہ ہوتا ہے کہ ممکن ہے امام کا کلام سپاہیوں میں موٴثر واقع ہو اور انہیں جنگ سے باز رکھ دے لہٰذا اس نے چاہا کہ امام کے کلام کو قطع کرے۔ چنانچہ اس نے بلند آواز سے کہا (ھو یعبد اللہ علی حرف ان کان یدری ما یقول) یہ شخص (امام حسین) گمراہی میں ہے نہیں جانتا کہ کیا کہہ رہا ہے۔ (نعوذ باللہ)۔ حبیب ابن مظاہر نے بھی لشکر امام کی طرف سے جواب دیا کہ (و انت تعبد اللہ علی سبعین حرفا) "تو ضلالت اور گمراہی میں سخت تر اور زیادہ ڈوبا ہوا ہے۔ سچ کہتے ہے کہ تم ان کی باتیں نہیں سمجھ سکتے سا لئے کہ خدا نے تمہارے دل پر مہر لگا دی ہے"

اس کے بعد امام نے اپنا خطبہ جاری رکھا۔ "اگر تم اس بات میں شک رکھتے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں ارشاد فرمائی تو کیا تم اس واقعیت اور اس حقیقت میں بھی شک کروگے کہ میں تمہارے پیغمبر کی دختر کا بیٹا ہوں کہ میں تمہارے پیغمبر کا نواسہ ہوں اور ساری دنیا میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میرے سوا کوئی فرزند نہیں۔ افسوس تم پر۔ آیا میں نے تم میں سے کسی کا قتل کیا ہے کہ اس کے خون کا بدلہ لینے کے لئے تم مجھے قتل کرنا چاہو۔ کیا میں نے کسی کا مال غصب کیا ہے، کیا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے کہ تم مجھے سزا کا مستحق سمجھنے لگو"۔

جب امام حسین کی بات یہاں تک پہنچی تو کوفہ کے لشکر پر مکمل سکوت طاری تھا اور کسی قسم کا رد عمل اور جواب ان کی طرف سے نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر امام نے کوفہ کے چیدہ چیدہ سرداروں جنہوں نے امام کو دعوت دی تھی کوفہ کی طرف آنے کی اور لشکر ابن سعد میں بھی موجود تھے، مخاطب کرکے فرمایا: "اے شیث بن ربعی اور اے حجار بن ابجر اور اے قیس بن اشعث اور اے یزید بن حارث، کیا تم لوگوں نے مجھے خط نہیں لکھے کہ ہمارے پھل پک چکے ہیں اور ہمارے درخت سرسبز اور خرم ہیں۔ ہم آپ کے انتظار کی گھڑیاں گن رہے ہیں۔ کوفہ میں آپ کے لئے کئی لشکر آمادہ و مسلح ہو چکے ہیں؟!" ان لوگوں نے امام کے جواب میں کوئی بات نہ کی، سوائے انکار کے اور کہا کہ ہم نے آپ کو کوئی خط نہیں لکھا۔

اس جگہ پر قیس ابن اشعث نے بلند آواز سے کہا کہ اے حسین آپ کیوں اپنے چچازاد کی بیعت نہیں کر لیتے (تاکہ آپ امن میں رہیں) کہ میں اور یہ لوگ آپ کے ساتھ آپ کی خواہش کے مطابق سلوک کریں گے اور کسی قسم کی ناراضی اور بے آرامی اور پریشانی آپ پر عارض نہیں ہوگی۔ امام نے جواب میں فرمایا: (واللہ لا اعطیھم۔۔۔) خدا کی قسم میں ہرگز دست ذلت ان کے ہاتھ میں نہیں دوں گا اور نہ ہی غلاموں کی طرح میدان جنگ سے فرار کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت کی جو فرعونیوں کی ہٹ دھرمی اور دشمنی کے موقع پر حضرت موسیٰ کے ایک قول کی حکایت کرتی ہے کہ (انی عذت بربی۔۔۔) "میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ طلب کرتا ہوں اس بات پر کہ تم میری باتوں کو دور پھینک دو۔ میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ طلب کرتا ہوں ہر اس متکبر آدمی سے جو روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا"۔

روزِ عاشور سرزمین کربلا پر امام کا دوسرا خطبہ یہ تھا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے تھے اور جنگ کے طبل بھی بج رہے تھے۔ دشمن کے سپاہی ہر طرف سے امام کے لشکریوں کے خیموں کو گھیر رکھا تھا۔ امام حسین اپنے لشکر سے باہر آئے اور دشمن کے سروں کے سامنے کھڑے ہوکر ان سے خاموش ہونے کو کہا تاکہ ان کی بات سن سکیں لیکن شور میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ چنانچہ امام حسین نے یہ جملے ارشاد فرما کر ہمیں خاموش ہونے کو کہا: "وائے ہو تم پر میری طرف توجہ کیوں نہیں دیتے ہو تاکہ تم میری بات سن سکو۔ جو شخص بھی میری پیروی کرے گا وہ خوش بخت اور سعادت مند ہے اور جو کوئی گناہ اور مخالفت کا راستہ اختیار کرے گا ہلاک ہونے والوں میں اس کا شمار ہوگا۔ تم سب نے گناہ اور سرکشی کا راستہ اختیار کیا۔ میرے حکم کی، میرے مشن کی مخالفت کر رہے ہو، اسی لئے میری بات نہیں سن رہے۔ ہاں ان ناجائز اور حرام طریقہ سے حاصل شدہ تحفوں کا اثر ہے جو تمہیں اس فاسق گروہ کی طرف سے ملے ہیں۔ یہ ان حرام اور حرام غذاؤں اور غیر شرعی لقموں کا اثر ہے جن سے تمہارے پیٹ بھرے ہوئے ہیں کہ خدا نے تمہارے دلوں پر اس طرح مہریں لگا دی ہیں کہ میری بات نہیں سن رہے۔ تم پر افسوس ہو کیا چپ نہیں ہوتے"۔ جب امام کی بات یہاں تک پہنچی۔

عمر سعد کے لشکریوں نے ایک دوسرے کو لعنت و ملامت کرنا شروع کی اور ایک دوسرے کو آپ کلام، آپ کی باتیں سننے پر آمادہ کیا۔ جب دشمن کے لشکر پر خاموشی چھا گئی تو امام نے اپنا خطبہ اس طرح ارشاد فرمایا: (تبالکم ایتھا الجماعۃ و ترھا۔۔۔) اے لوگو ننگ و ذلت اور افسوس اور حسرت مت پر ہو کہ تم نے بڑے اشتیاق سے ہمیں اپنی نصرت کا وعدہ دے کر بلایا اور جب ہم نے تمہاری فریاد کا مثبت جواب دیا اور جلدی سے تمہاری طرف بڑھے تو تم نے وہ تلواریں جو ہمارے لئے تھیں، ہم سے تھیں، ہمارے خلاف نکال لیں اور اتنے کی اس آپ کو جو مشترکہ دشمن نے بھڑکائی تھی ہمارے خلاف ہی شعلہ وار کرنے لگے۔ اپنے دشمنوں کی پشت پناہ کرتے ہوئے انہیں پیشواؤں پر حملہ آور ہوئے ہو جب کہ یہ دشمن تمہارے ساتھ عدل و انصاف سے کام نہیں لیں گے نہ ہی تمہا فائدہ سوچیں گے اور نہ ہی تمہیں ان سے کوئی نیکی کی امید ہے مگر حرام طریقوں سے جو مال تم تک پہنچا ہے اور وہ مختصر سی عیش و عشرت جو ذلت اور رسوائی کے ساتھ ہے اس کی لالچ میں تم نے ان کی حمایت اختیار کی ہے۔ تھوڑے آرام سے افسوس ہے تم پر کہ تم نے ہم سے منہ موڑ لئے اور ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھائے بغیر اس کے کہ ہم سے کوئی سزا سرزد ہوئی یا تم نے ہم سے ہماری طرف سے کوئی غلط عقیدہ یا غلط رائے کا مشاہدہ کیا ہو۔ اس وقت جبکہ تلواریں نیام میں اور دل آرام و سکون میں اور آراء درست تھیں تب تو تم مکڑی کی طرح ہماری طرف رڑھ کے آتے تھے اور پروانوں کی طرح تم لوگ ہمارے گرد چکر لگاتے تھے۔

تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں تم کتنے بدبخت اور سرکش افراد ہو کہ جنہوں نے قرآن کو پس پشت کر لیا اور شیطان کو دماغ میں تم لوگوں نے بسا لیا۔ تم لوگ بہت بڑے جنایت کار، کتاب خدا میں تحریف کرنے والے اور سنت خدا کو فراموش اور اسے ختم کرنے وال ہو۔ جو پیغمبر کے فرزندوں کو مار ڈالتے ہو اور اپنے اوصیاء اور ان کے اوصیاء کی نسل کو ختم کر چکے ہو۔ تم لوگ زنا زادوں سے ملحق ہو، مومنوں کو اذیت دینے اولے اور تم ایسے پیشواؤں کے فریاد رس ہو جو قرآن

مجید کا تمسخر اڑاتے ہیں۔

اور ب تم نے سا گروہ اور اس کے پیروکاروں پر اعتماد اور بھروسہ کر لیا ہے اور ہماری مدد سے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔ خدا کی قسم غداری تمھاری بازرترین صفات میں سے ہے جو تمھارے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے اور تم نے گویا یہ غداری وراثت میں لی ہے۔ تمھارے دل اس بری عادت سے رست و نمو پا چکے ہیں تمھارے سینے اس سے پُر ہو چکے ہیں۔ تم ایسا نامبارک پھل ہو، میوہ ہو، رنجیدہ باغبان، رنجیدہ خاطر باغبان کے گلے میں تو اٹکتا ہے لیکن ظالم چور کے گلے میں شیرینی و لذت بخشتا ہے۔ خدا کی لعنت ہو وعدہ توڑنے والوں پر جو اپنے وعدے توڑنے والے ہو۔ آگاہ رہو یہ کہ بدترین نسل والا (ابن زیاد) اور بدترین نسل والے کا بیٹا اس نے ہمیں چوراہے پر کھڑا کر دیا ہے تلوار اور ذلت کے دوراہ پے اور ہیحفات کے اہم زیر حاء میم ذلج ہیں اس لئے کہ خدا، اس کا رسول اور مومن ہمارے اس ذلت قبول کرنے سے خوش نہیں، ماؤں کے پاس و صاف اور شرافت، عزت و غیرت سے پر ہمارے پر ہمارے پر والدوں کے دماغ اسے جائز نہیں سمجھتے کہ ھیم اور پست ترین افراد کی اطاعت کو نیکیوں کی قتل گاہ اور بزرگواروں کو قتل گاہ پر مقدم رکھیں۔ آگاہ رہو کہ میں اس تھوڑے سے گروہ اور چند صحابیوں اور دوستوں کی قلت کی وجہ سے قلت کے باوجود اور مدد کرنے والوں کے روگردان بولے جانے کے باوجود جہاں پر آمادہ ہوں اس کے بعد امام نے اشعار پڑھے کہ اگر ہم دشمن پر فتح مند ہو جائیں تو پھر بھی ہم اس سے پہلے بھی تو فتح مند وہتے آئے ہیں اور اگر (ظاہری) شکست کھائیں پھر بھی شکست ہمیشہ ہے لیکن ڈر اور خوف ہمارے صفات میں سے نہیں۔ لیکن اس وقت حالات گردا گرد ہونے کی بنا پر اداس اور مصائب ہماری طرف رخ کئے ہیں اور ظاہراً اس جنگ کا نفع دوسرے اٹھا رہے ہیں۔ ہمیں ملامت کرنے والوں میں سے تہہ دو کر بیدار رہیں کہ وہ لوگ بھی ہماری طرح ملامت کیے جائیں گے کہ موت جب بھی اونٹ کو ایک دروازے سے اٹھاتی ہے دوسرے دروازے پر اسے ضرور بٹھائے گی۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: آگاہ رہو خدا کی قسم اس جنگ کے بعد کہیں ہدایت نہیں دی جائے گی کہ تم اپنے مردا کے گھوڑوں پر سوار ہو سکو۔ مگر صرف اسی میں اندازہ کہ سوار اپنے گھوڑے پر سوار رہو یہاں تک کہ چرخ آفتاب تمہیں چکی کے محور اور مدار کی طرح تمہیں مضطرب کر دے اور یہ وہ عہد ہے، یہ وہ پروگرام ہے جن سے میرے پدر بزرگوار علی نے میرے جد بزرگوار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا اور نقل فرمایا۔ بس تم اپنے ہم فکروں کے ہاتھ ہاتھ دو اور باطل ارادوں کو چھوڑ دو باوجودیکہ حقیقت حال تم پر روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے مجھے مہلت نہ دو میں اس خدا پر جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے توکل کرتا ہوں کہ ہر حرکت کرنے والے کا اختیار اس کے دست قدرت میں ہے اور میرا ارادہ پر صراطِ مستقیم پر ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور عمر سعد کے لشکریوں کو اس طرح نفرین کی۔ اے خدا بارش کے قطرے ان سے روک لے اور حضرت یوسف کے سخت ترین سالوں کی طرح ان پر اذیت ناک سال مقرر کر، غلام ثقفی کو ان پر مسلط کر تاکہ انہیں ذلت کے سخت ترین قاسہ سے سیراب کرے اور کسی کو بھی بغیر سزا کے نہ چھوڑ جو موجود افراد میں سے کسی کو بھی سزا دیئے بغیر نہ چھوڑے۔ قتل کے مقابلے میں انہیں قتل کرے اور ضرب کے مقابلہ میں انہیں ضرب لگائے۔ وہ ان سے میرا، میرے خاندان اور میرے پیروان کا انتقام لے اس لئے کہ ان لوگوں نے ہماری تکذیب کی اور دشمن کے مقابلہ میں ہماری مدد سے ہاتھ اٹھا لیا اور تو ہی ہمارا پروردگار ہے ہم نے تجھ پر توکل کیا، تمہی پر بھروسہ کیا، ہماری بازگست تیری طرف ہی ہے۔

امام کی بدعا

جب امام نے اپنی تقریر کا اور اپنی نصیحتوں کا کوئی نتیجہ نہ دیکھا اور ملاحظہ فرمایا کہ لوگ حملے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور فرمایا: (اللھم ان اھل بیت نبیک۔۔۔) خدایا ہم تیرے پیغمبر کے اہل بیت ہیں اور اس کے فرزند اور اس کا خاندان ہیں۔ خدایا جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہمارے حق کو غصب کیا انہیں ذلیل کر، کیونکہ تو ہی اپنے بندوں کی دعا کو سننے والا اور ان کے زیادہ قریب ہے۔ محمد ابن اشعث جو لشکر کوفہ کی پہلی صف میں تھا اور امام کے یہ جملے سن رہا تھا، اس نے کہا: (ای قرابۃ بینک و بین محمد) "اے حسین تیرے درمیان اور محمد کے درمیان کون سی قرابت اور رشتہ داری پائی جاتی ہے؟" امام نے جب یہ صریح انکار اور اس کی حرکت دیکھی تو آپ نے اس طرح اسے نفرین کہ: (اللھم أرنی فیه هذا الیوم ذلا عاجلا) خدایا! مجھے آج ہی اسے ذلت سے دوچار ہوتا دکھا"۔ امام کے مہربان اور رؤف اور درعین حال غمناک دل سے نکلنے والی دعا فوراً سرچشمہ پکڑتی ہے اور مورد اجابت قرار پاتی ہے۔ وہ چند لحظوں کے بعد قضائے حاجت کے لئے لشکر کی صف سے چند قدم آگے فاصلے پر جاتا ہے اور ایک کونے میں بیٹھتا ہے اور اسی وقت ایک سیاہ بچھو اسے کاٹ لیتا ہے اور وہ اسی عریان حالت میں ہلاک ہو جاتا ہے۔١

جب عمر سعد کا لشکر امام کے خیموں کے نزدیک ہوا تو عبد اللہ بن حوزہ تمیمی نامی ایک شخص آگے آ کر امام حسین کے انصار اور یاران کی طرف مخاطب ہو کر بلند آواز سے کہنے لگا (افیکم حسین؟) کیا حسین تمہارے درمیان موجود ہیں؟ کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ دوسری اور تیسری دفعہ بھی اس نے اسی جملہ کا تکرار کیا (افیکم حسین؟) امام حسین کے ایک ساتھی نے آنحضرت کی طرف اشارہ کرکے اسے کہا (ها الحسین فما ترید فیه) حسین یہ ہیں تو کیا چاہتا ہے؟ عبد اللہ بن جوزہ نے امام کو خطاب کرکے کہا (ابشر بالنار) میں تجھے عذاب کی بشارت دیتا ہوں۔ امام نے اس کے جواب میں فرمایا: (کذبت بل أقدم علی رب غفور کریم مطاع شفیع فمن انت؟) تو حضرت بولتا ہے اس لئے کہ میں اپنے بخشنے والے بزرگوار شفاعت قبول کرنے والے اور قابل اطاعت خدا کی طرف جا رہا ہوں تم کون ہو؟ عبداللہ نے جواب دیا (انا ابن حوزہ) "میں حوزہ کا فرزند ہوں"۔ امام نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور اس کی نام کی مناسبت سے یوں نفرین کی (اللھم حزہ الی النار) "اے خدا اسے آگ کی طرف کھینچ کر لے جا"۔ ابن حوزہ نے امام کی اس نفرین سے مشتعل ہو کر اپنے گھوڑے کو تازیانہ مارا جس کی وجہ سے گھوڑا بدک کر نہایت تیزی سے دوڑا لیکن ابن حوزہ گھوڑے کی پشت پر سنبھل نہ سکا اور زین سے نیچے گرا، اس کا پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ گھوڑا اسے گھسیٹتا ہوا ادھر سے اُدھر لے جا رہا تھا۔ بالآخر گھوڑا اچانک اس خندق کی طرف دوڑ پڑا جس میں آگ جل رہی تھی اور ابن حوزہ کا نیم جان اور چور چور بدن اس آگ میں گر پڑا اور آخرت کی آگ سے پہلے دنیا کی آگ میں مبتلا ہو گیا۔

امام نے دعا کی استجابت دیکھ کر اسی وقت سجدۂ شکر ادا کیا۔١ ابن اثیر یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد مسروق بن وائل حضرمی سے نقل کرتے ہیں کہ میں مال غنیمت کی لالچ میں لشکر کوفہ کی صفِ اول میں کھڑا ہوا تھا لیکن جب میں نے ابن حوزہ کا عبرت ناک انجام دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ یہ خاندان پروردگار کی نظر میں خاص احترام کا حامل ہے، لہٰذا ان کے ساتھ جنگ کرنا خود کو آتش جہنم میں پھینکے کے مترادف ہے۔ چنانچہ میں ایک طرف ہو گیا۔

بلاذری نقل کرتا ہے کہ روزِ عاشور عبد اللہ بن حصین عضدی نے بلند آواز سے کہا: "اے حسین یہ آب فرات دیکھ رہے ہو جو آسمان کی طرح نیلگوں اور شفاف ہے۔ خدا کی قسم اس کا ایک قطرہ بھی تمہارے حلق تک پہنچنے نہیں دیں گے یہاں تک کہ تم پیاسے مر جاؤ"۔ امام نے اس ملعون کے جواب میں فرمایا: (اللھم اقتله عطشا ولا تغفر له ابداً) "خدایا اسے پیاس کی حالت میں موت سے ہمکنار فرما اور اسے بالکل نہ بخش"۔ بلاذری کہتے ہیں کہ امام نے جس طرح نفرین کی تھی اسی کے مطابق عبداللہ بن حصین واقعۂ کربلا کے بعد جب تک زندہ رہا ہر وقت پیاسا رہتا تھا، جتنا پانی پیتا تھا سیراب نہیں ہوتا تھا یہاں

تک که پیاس ہی کی حالت میں واصل جهنم ہوا۔ا

عُمر ابن سعد کو تنبیہہ

امام نے دوسرے خطبه کے بعد عمر ابن سعد کو بلایا اور وہ چاہتا تو نہیں تھا که امام سے اس کا آمنا سامنا ہو۔ بالآخر چارو ناچار وہ امام کے سامنے آیا اور امام حسین نے آخری بار اس کے ساتھ گفتگو فرمائی اور اپنے ساتھ جنگ کو اس کے لئے نہایت بدترین نتائج اور خطرناک ترین واقعے کے نتیجه کا پیش خیمه تیار کیا اور فرمایا: (اتزعم انک تقتلنی۔۔۔) اے عمر کیا تمہارا یه خیال ہے که مجھے قتل کرنے سے ایک بہت بڑا انعام حاصل کرلوگے اور رَے اور گرگان کی گورنری تمہیں حاصل ہو جائے گی۔ نه خدا کی قسم یه رسایت تمہیں ہرگز گوارا نه ہوگی اور یه ایک ایسا عہد ہے جو ایستوار اور پیش گوئی شده ہے۔ اب جس طرح تمہارا جی چاہتا ہے ویسے ہی انجام دو۔ اس لئے که میرے بعد نه دنیا میں تمہیں خوشی نصیب ہوگی اور نه ہی آخرت میں، اور دونوں جہانوں میں تم خدا کے غیظ و غضب کا شکار رہوگے اور خلق خدا کے غیظ و غضب کا بھی۔ وہ دن دور نہیں جب تمہارا کٹا ہوا سر اسی شہر کوفه میں ایک بانس پر آویزاں کرکے شہر کوفه میں پھرایا جائے گا اور اسی شہر کے بچے تمہارے سر کو ایک کھلونا سمجھ کر اس کے ساتھ کھیلیں گے اور اس کے سر پر بتھر برسائیں گے۔ عمر بن سعد امام ا یه جواب سن کر بغیر کوئی جواب دیئے واپس چلا گیا اور ان ہی حالات کے غیظ و غضب کی حالت میں انجام کو پہنچا۔

حُر بن یزید ریاحی کی آمد

حُر یه باتیں سن رہا تھا۔ وہ اپنا گھوڑا آہسته آہسته عُمر ابن سعد کے قریب لے گیا۔ اور بولا الله تعالیٰ آپ کو عزت دے۔ کیا واقعی آپ حُسینؑ بن علیؑ سے لڑیں گے ؟ عمر نے جواب دیا ہاں ایک سخت جنگ ہونے والی ہے که جس میں سر ہوا میں اُڑیں گے اور ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ حُر بن یزید ریاحی نے پوچھا که حُسینؑ بن علیؑ کی تجاویزات ماننے میں کیا حرج ہے۔ عُمر ابن سعد نے جواب دیا که یه میرے بس میں نہیں۔ گورنر عبید الله ابن زیاد نے بہت سختی کی ہے۔ حُر یه سُن کر الگ ہوا اور اپنی جگه واپس آگیا۔ اس کا چہرہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اپنے قبیلے کے ایک فرد قرعه سے بولا آج تم نے اپنے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ؟ اس کے انکار پر بولا جاو اس کو پانی پلا دو۔ حُر نے اپنا گھوڑا آہسته آہسته امام عالی مقامؑ کے خیموں کی طرف چلانا شروع کیا۔ اس کے قبیلے کا ایک اور فرد مہاجر بن عوس حُر کے قریب آیا اور اس کا ارادہ پوچھا۔ کیا تم حُسین پر حمله شروع کر رہے ہو۔ حُر خاموش رہا۔ مہاجر بن عوس بولا که حُر میں نے تمہیں آج تک اتنا پریشان نہیں دیکھا۔ والله تم ایک جری اور بہادر انسان ہو۔ مگر آج تمہارے چہرے کا رنگ کچھ اور بتا رہا ہے۔ حُر بن یزید ریاحی نے اس کی طرف دیکھا اور بولا که میں نے اپنی روح سے ایک سوال کیا ہے۔ کیا اس کو جنت چاہیے یا جہنم ۔ اور میں جنت کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا۔ یه کہتے ہیں حُر بن یزید ریاحی نے اپنے گھوڑے کو چابک مارا اور تیزرفتاری سے خیام حُسینی کی طرف بڑھا۔

اس طرف حضرت عباس علمدار بن علی کا پہرہ تھا۔ انہوں نے حُر کو آتے دیکھا تو اس کی طرف غصے سے بڑھے۔ حُر بن یزید ریاحی وہ شخص تھا که جس نے امام عالی مقامؑ کا راسته سب سے پہلے روکا تھا۔ حضرت عباس بن علیؑ کو اس پر بہت غصه تھا۔ اور اس کو اکیلا آتے دیکھ کر وہ سمجھے که حُر حمله کرنے آرہا ہے۔ تو وہ آگے بڑھے۔ لیکن حُر جب قریب آیا تو گھوڑے سے نیچے اُتر آیا۔ اپنی ڈھال الٹی پکڑ لی۔ اور زرہ اتار دی۔ تلوار زمین پر پھینک دی۔ عباس بن علیؑ نے اپنا گھوڑا حُر کے ارگرد گھمایا لیکن وہ ایک نہتے پر حمله نہیں کر سکتے تھے۔ بس دانت پیس کر رہ گئے۔ حُر نے سر کو جھکایا اور اپنے آنے کا مقصد بتایا۔ حضرت عباس بن علیؑ نے حُر کو امام عالی مقامؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ حُر بن یزید ریاحی نے روتے ہوئے امام عالی مقامؑ کی خدمت میں عرض کیا، "آقا میں وہ شخص تھا که جس نے سب سے پہلے آپ کا راسته روکا۔ میں نے آپ پر نظر رکھی اور آپ کو کہیں جانے نہیں دیا۔ میں ہی وہ شخص ہوں که جس نے آپ کو کربلا پر رکنے پر مجبور کیا۔ مگر خُد کی قسم میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا که یه لوگ آپ کی جان کے دشمن ہوں گے۔ میرے خیال سے آپ کی تجاویز اس قابل تھیں که کوئی بھی عقل مند انہیں قبول کرلیتا۔ اور مجھے امید بھی یہی تھی۔ لیکن اب وہ آپ کے قتل پر آمادہ ہیں۔ تو میں اپنی جان کو لئے آپ کے پاس حاظر ہو گیا ہوں۔ بخُدا میں اپنے آپ کو آپ کے قدموں پر قُربان کر دوں گا۔ کیا میری توبه الله تعالیٰ کے ہاں قبول ہوگی۔ ؟ امام عالی مقامؑ مُسکرائے اور بولے والله بالکل تمہاری توبه الله تعالیٰ کے ہاں قبول ہوگی۔ یه کہه کر امام عالی مقامؑ نے حُر کو اپنے قدموں سے اٹھایا اور پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ میرا نام حُر بن یزید ہے۔ امام بولے بےشک تم اس دنیا میں بھی حُر(آزاد) ہو اور آخرت میں بھی حُر ہو۔ حُر نے پھر قدم بوسی کی اور بولا مولا حق تو یہی ہے که میں سب سے پہلے آپ کی طرف سے اپنی جان کا نزرانه پیش کروں مجھے اجازت دیں۔ امام نے اجازت دی۔ حُر نے حضرت عباس علمدار سے بھی معافی مانگی۔ حضرت عباس نے حُر کو گلے سے لگا لیا۔ اور حُر شہادت کی تمنا لئے میدان جنگ کو چلا۔

حُر بن یزید ریاحی جب کوفی فوجوں کے قریب پہنچا تو اسی اثنا میں اُس کا بیٹا اور غلام بھی اس کے پیچھے پیچھے آ چکے تھے۔ وہ بھی امام عالی مقامؑ سے معافی کے طلب گار ہوئے اور حُر سے میدان جنگ میں جا ملے۔ حُر شیر کی طرح دھاڑا او کوفیو!!! تم پر الله تعالیٰ کی مار ہو۔ تمہاری مائیں تمہارے غموں میں روئیں۔ تم نے اہلبیت رسول کو کیسے دن دکھا دیے۔ که جس پر آسمان و زمین غضب میں ہیں۔ پہلے تم نے ان کو خطوط لکھ کر بلایا۔ پھر جب وہ تمہاری طرف آ گئے تو تم نے غداری کی۔ پہلے اپنی جانیں قربان کرنے کا یقین دلایا پھر ان کی جان لینے پر تُل گئے۔ لعنت و پھٹکار ہو تم جیسے ذلیل انسانوں پر۔ تم نے اہلبیت رسول کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ اور ان کو جائے امان نہیں ہے۔ تمہارے جانور تک فرات کے پانی سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں ۔ میں نے ابھی خیام حُسین سے چھوٹے چھوٹے بچوں کی العطش العطش کی آوازیں سُنی ہیں۔ حُر کی باتیں سُن کر لشکر خاموش رہا که اچانک سے کچھ تیر حُر کی طرف آئے لیکن حُر صفائی سے بچ نکلا۔ حُر اپنے دستے کا سالار تھا اور ایک مانا ہوا بہادر لڑاکا تھا۔

جنگ کا آغاز

ان تمام باتوں کے بعد عُمر ابن سعد نے جنگ کا آغاز کیا۔ اس نے ایک تیر کمان میں جوڑا اور خیام حُسینی کی طرف پھینکا۔ اور بولا تم سب گواہ رہنا که سب سے پہلا تیر میں نے چھوڑا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ہزاروں تیر ایک دفعه خیام حُسینی کی طرف چلے۔ جن سے کچھ اصحاب زخمی اور کچھ شہید۔ تیروں کی بوچھاڑ کے بعد دو بدو مقابلے میں ابن زیاد کے دو فرد یاسر اور سلیم نکلے اور مبازرت طلب کی۔ امام عالی مقامؑ کی طرف سے حبیب ابن مظاہر اور بُریر آگے بڑھے لیکن امام نے انہیں روک دیا۔ عبدالله بن عمیر کلبی ایک قوی الحثه انسان تھے۔ انہوں نے امام سے اجازت مانگی تو امام بولے ہاں تم جاو۔ یاسر نے عبدالله بن عمیر سے لڑنے سے انکار کردیا اور کہا میں تمہیں نہیں جانتا حبیب ابن مظاہر کو بھیجو۔ لیکن عبدالله نے اس کو سخت سست کہا اور حمله کیا۔ که اسی اثنا میں سلیم نے پیچھے سے عبدالله پر وار کیا۔ جس سے عبدالله کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ عبداالله نے فوراً سنبھل کے جوابی وار میں سلیم کا سر تن سے اڑا دیا۔ اور اگلے ہی حملے میں یاسر کو جہنم رسید کیا۔ عبدالله بن عمیر کلبی نے رجز پڑھنے شروع کئے۔ اگر تم مجھے نہیں جانتے تو جان لو میں کلب کا بیٹا ہوں۔ میں طاقتور اور نڈر انسان ہوں۔ عبدالله بن عمیر کلبی بیوی یه منظر دیکھ کر خیمه کی ایک چوب ہاتھ میں لئے اس کی طرف بڑھی۔ اور اپنے خاوند کی تعریف و توصیف کی۔ میں تمہارے ساتھ جنگ کروں گی که زندگی تمہارے بغیر بے کار ہے۔ امام عالی مقامؑ آگے بڑھے اور اس کی بیوی کی ہمت و جزبے کی تعریف

کی اور فرمایا کہ جہاد عورت پر ساقط ہے۔ تم خواتین کے خیموں میں واپس جاو۔

عمر بن حجاج نے داہنی طرف سے اپنے گھڑسواروں سے حملہ کیا۔ اصحاب حُسین نیچے بیٹھ گئے اور اپنے اپنے نیزے آگے کی طرف اٹھا دیئے۔ کچھ اصحاب نے تیر پھینکے اور کچھ کوفیوں کو زخمی اور کچھ کو جہنم رسید کیا۔ اتنے میں حُر بن یزید ریاحی رجز پڑھتا ہوا آگے بڑھا۔ حُر مسلسل جنگ کر رہا تھا۔ اس کا گھوڑا خون میں ڈوبا ہوا تھا اور کافی زخمی حالت میں تھا۔ یزید بن سفیان جو کہ ابن سعد کی فوج میں تھا چلایا حُر اگر میں تمہیں اس وقت دیکھ لیتا جب تم ہمیں چھوڑ کر جا رہے تھے تو اپنا نیزہ تمہاری پُشت سے پار کر دیتا۔ حصین بن تمیم نے کہا پھر تم حُر سے مقابلہ کیوں نہیں کرتے ۔ یہ سُن کر یزید بن سفیان آگے بڑھا اور حُر سے بولا تم میرا مقابلہ کرو۔ حُر نے قبول کیا اور دونوں آمنے سامنے آگئے۔ حُر نے پہلے ہی وار میں یزید کا کام تمام کردیا۔

اتنے میں نافع بن ہلال امام عالی مقامؑ کی طرف سے رجز پڑھتے ہوئے میدان میں داخل ہوئے۔ کہ میں علیؑ کے مسلک پر ہوں اور ثابت قدم اور نڈر ہوں۔ دوسری طرف سے مزاحم بن حریث نکلا اور رجز پڑھے کہ میں عثمان کے مسلک پر ہوں اور تم سے زیادہ نڈر ہوں۔ نافع نے جواب دیا نہیں بلکہ تم عثمان کے مسلک پر نہیں اس وقت تم شیطان کے مسلک پر ہو۔ نافع نے آگے بڑھ کر مزاحم کو ایک ہی وار میں جہنم رسید کیا۔

کوفیوں کی طرف سے عمر بن حجاج چلایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ لوگ ایک ایک کر کے قابو میں آنے والے نہیں۔ ان پر مل کر حملہ کرو۔ عُمر ابن سعد نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کی تجویز کو سراہا۔ اس نے فوجوں کو پیغام بھیجا کہ دوبدو لڑائی بند کی جائے۔ حجاج بن عمر اپنے دستوں کے سامنے آیا اور بولا اے کوفہ کے لوگو، اپنے ارادوں میں ثابت قدم رہو۔ ان لوگوں سے لڑنا نہ چھوڑنا جو کہ اپنے دین سے بدل گئے۔ اور اپنے امیر یزید بن معاویہ سے غداری کر رہے ہیں۔ امام حُسینؑ بن علیؑ نے فوراً اس کو جواب دیا او عمر بن حجاج کیا تم کوفیوں کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہو۔ ہم ہی وہ لوگ ہیں جو کہ راہ حق پر ہیں۔ واللہ تم خوب جان جاو گے جس دن تمہاری روحیں تمہارے بدنوں سے نکالی جائیں گی اور مستقل جہنم میں پھینک دی جائیں گی۔ یہ سن کر عمر بن حجاج نے اپنے دستے کے ساتھ امام عالی مقامؑ پر اچانک حملہ کردیا۔ امام عالی مقامؑ نے ان کے حملے کو روکا اور جوابی حملہ کرکے کئی لوگوں کو جہنم رسید کیا۔ اکیلے امام کی یہ جنگ دیکھ کر لوگ واپس بھاگے۔

مسلم بن عوسجہ کی شہادت

لڑائی کے دوران حضرت مُسلم بن عوسجہ شدید زخمی ہو کر گرے۔ عمر بن حجاج کے ساتھی چلائے کہ ہم نے مُسلم کو مار ڈالا۔ امام عالی مقامؑ یہ سُن کر اپنے صحابی کی طرف لپکے۔ مُسلم آخری سانسیں لے رہے تھے۔ امام عالی مقامؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مشکل آسان کرے۔ اپنے آقا کی آواز سُن کر مُسلم نے آنکھیں کھولیں اور ان کی زیارت کی۔ حبیب ابن مظاہر بھی وہاں پہنچ گئے۔ یہ دونوں امام کے خاص لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ حبیب ابن مظاہر جناب امام عالی مقامؑ کے بچپن کے دوست تھے۔ اور مُسلم بن عوسجہ حبیب کے دوست تھے۔ حبیب ابن مظاہر نے آواز دی مُسلم تمہارا جانا مجھے سخت ناگوار ہو رہا ہے۔ تم سے جُدائی کیسے برداشت ہوگی۔ لیکن خوشی اس بات کی ہے کہ تم مجھ سے پہلے جنت میں جا رہے ہو۔ مُسلم نے نحیف آواز میں جواب دیا حبیب تمہیں بھی جنت مبارک ہو۔ میں اپنے آقا کو تمہارے حوالے کر رہا ہوں ان پر آنچ نہ آنے دینا اور اپنی جان ان پر نچھاور کر دینا۔ حبیب بولے واللہ ایسا ہی ہوگا۔ یہ سن کر مُسلم نے آخری سانسیں لیں امام عالی مقامؑ کو نظر بھر کر دیکھا اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کی سپرد کر دی۔ مُسلم کی کنیز نے فریاد بلند کی اور اپنے مالک کی موت کا پُرسہ ان کے خیمے میں دیا۔

اُدھر بائیں طرف سے شِمر بن ذوالجوشن نے اپنے دستے کے ساتھ حملہ کیا۔ امام عالی مقامؑ کے اصحاب نے ان کا حملہ روکا اور انہیں پیچھے دکھیلا۔ اس حملے میں حضرت عبداللہ بن عمیر شہید ہو گئے۔ ان کو ہانی بن سبیط نے شہید کیا۔ امام عالی مقامؑ کی مختصر فوج جو کہ صرف ۴۵ گھڑسواروں اور ۳۰ کے قریب پیدل پر مشتمل تھی نہایت استقامت سے لڑتی رہی اور شہادت کے درجے پاتی گئی۔ عمر ابن سعد نے پانچ سو تیراندازوں کو حکم دیا کہ وہ امام عالی مقامؑ کے اصحاب پر تیر برسائیں۔ اس حملے میں تقریباً سارے گھوڑے کام آ گئے اور اصحاب پیدل ہونے پر مجبور ہوگئے۔ دوپہر تک جنگ ہوتی رہی۔ دشمن صرف ایک طرف سے ہی حملہ کر سکتا تھا کیونکہ امام عالی مقامؑ نے خیمے اس انداز سے لگوائے تھے کہ باقی راستے بند تھے۔ عُمر ابن سعد نے اس بات کو جب محسوس کیا تو کچھ لوگ بھیجے کہ وہ دائیں بائیں سے خیمے اکھاڑ دیں۔ لیکن ان کو حسینیؑ اصحاب سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ کچھ لوگ وہاں بھی شہید ہوئے اور کوفیوں کا بھی کافی نقصان ہوا۔ اس حملے کی ناکامی کے بعد عُمر ابن سعد نے خیموں کو آگ لگانے کا حکم دے دیا۔
شِمر بن ذوالجوشن نے حملہ کیا اور امام عالی مقامؑ کے خیموں تک پہنچ گیا۔ اور چلایا مجھے آگ لا دو تاکہ میں یہ خیمے جلا دوں۔ امام عالی مقامؑ نے سخت تکلیف محسوس کی اور اونچی آواز میں بولے، او بے حیا شمر شرم کر۔ اب کیا عورتوں اور بچو کو آگ میں جلاو گے۔ کیا مردوں سے مقابلہ کافی نہیں۔ ابھی میں زندہ ہوں میرے عیال سے دور ہٹ جاو۔ زہیر ابن قین دس لوگوں کے ساتھ شمر پر حملہ آور ہوئے اور زبردست مقابلے کرتے ہوئے اس کو وہاں سے بھگا دیا۔ اور خود اس کے پیچھے لپکے۔ کوفیوں نے زہیر ابن قین اور ان کے ساتھیوں کو گھیر لیا۔ اور زہیر اور ان کے ساتھیوں نے زبردست داد شجاعت دیتے ہوئے اپنی اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔

جنگ جاری تھی۔ کہ ظہر کا وقت ہوا۔ سعین آپ امام کے پاس تشریف لائے۔ کہنے لگے میری جان آپ پر قربان اے نواسہ رسول۔ دشمن قریب آتا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم شہید ہوں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ظہر کی نماز ادا کریں۔ خدا کی قسم جب تک ایک قطرہ خون بھی ہمارے جسموں میں ہے ہم دشمن کو آپ کے قریب نہیں آنے دیں گے۔ امام عالی مقامؑ نے سر کو اٹھایا اور ان کو دیکھا اور فرمایا کہ تم نے ہماری نماز کا اس شدت میں بھی خیال رکھا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے قبول نمازیوں میں شامل کرے۔ جاو کوفیوں سے کہو حملہ روک دیں تاکہ نماز پڑھی جا سکے۔

حبیب ابن مظاہر کی شہادت

حصین بن تمیم نے آواز دی تمہاری نمازیں قبول نہیں ہونگی۔ ادھر سے حبیب ابن مظاہر بولے او گدھے تم یہ کہہ رہے ہو کہ خاندان رسالت کی نمازیں قبول نہیں ہونگی اور تمہاری ہونگی ؟ یہ سن کر حصین بن تمیم نے حبیب ابن مظاہر پر حملہ کیا۔ حبیب نے حصین کے گھوڑے پر تلوار سے وار کیا اور گھوڑے نے اچھل کر حصین کو نیچے گرا دیا۔ کہ اچانک حصین کے سپاہی اچانک آئے اور حبیب کو پیچھے دکھیلا اور حصین کو لے گئے۔ حبیب ابن مظاہر نے جزبات میں آکر رجز پڑھے، میں حبیب ہوں اور مظاہر کا بیٹا ہوں۔ میں جنگ کا خطرناک گھڑسوار ہوں۔ تمہاری تعداد بے شک ہم سے بہت زیادہ ہے۔ مگر ہم ایمان والے اور صبر والے ہیں۔ ہم اپنے مقام کو پہچانتے ہیں۔ اور کردار میں تم لوگوں سے بہت مضبوط ہیں َ اگر ہم تعداد میں تمہارے آدھے بھی ہوتے تو تمہیں جہنم رسید کر دیتے۔ او بدبخت لوگو کوفہ کے۔ بنو تمیم کا ایک فرد بادل بن سریام سے حبیب کی جنگ چھڑ گئی جس کو حبیب نے جہنم رسید کردیا۔ پھر حصین بن تمیم نے

حملہ کیا اور حبیب کے سر پر اپنی تلوار سے وار کیا۔ حبیب گھوڑے سے گر گئے۔ بنی تمیم کے باقی لوگوں نے حبیب ابن مظاہر کا سر قلم کر دیا۔

حُر بن یزید ریاحی کی شہادت

اتنے میں حُر بن یزید ریاحی جنگی رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ زہیر ابن قین بھی ان کے ساتھ آگے بڑھے۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی رفاقت میں جنگ لڑی وہ بھی اس طرح کہ اگر ایک لوگوں میں گِھر جاتا تھا تو دوسرا اس کی مدد کیلئے پہنچ جاتا تھا۔ دونوں نے شدید معرکہ لڑا۔ امام عالی مقامؑ دونوں کو داد شجاعت سے نواز رہے تھے۔ کہ اچانک حُر کو ایک پیدل سپاہی کا وار پڑا اور حُر گر پڑے۔ اور شہید ہو گئے۔

امام عالی مقام علیہ السلام اور ظہر کی نماز

ظہر کا وقت نکلا جا رہا تھا۔ اور دشمن نماز کی مہلت نہیں دے رہا تھا۔ اتنے میں سعید بن عبداللہ حنفی امام عالی مقامؑ کے قریب آئے۔ سعید اسی دن کوفہ سے کربلا پہنچے تھے۔ ان کی ایک دن پہلے شادی ہوئی تھی۔ کوفہ میں جب اطلاعات پہنچی کہ امام عالی مقامؑ کربلا میں پہنچ چکے ہیں اور فوجوں نے گھیر لیا ہے تو سعید بن عبداللہ حنفی نے امام عالی مقامؑ کے پاس جانے کا فیصلہ کیا اور ۹ محرم کی شب کوفہ سے روانہ ہوئے۔ ان کی دلہن بھی ان کے ساتھ تھیں۔ سعید جب کربلا پہنچے تو جنگ اپنے عروج پر تھی۔ انہوں نے اپنی زوجہ کو اہلبیت کے خیام کی طرف روانہ کیا اور خود جنگ میں شریک ہو گئے۔ سعید بن عبداللہ ظہر کے وقت امام عالی مقامؑ کے پاس پہنچے اور بولے آقا آپ نے ہر صورت نماز پڑھنی ہے۔ ہم آپ کے اردگرد کھڑے ہیں۔ امام عالی مقامؑ نے انہیں دعا دی اور نماز خوف ادا کی۔ ادھر امام عالی مقامؑ کی نماز مکمل ہوئی ادھر سعید حق وفا کرتے ہوئے اپنے جسم پر سینکڑوں تیر لئے زمین پر گرے۔ امام عالی مقامؑ نے ان کی آنکھوں سے خون صاف کیا اور سعید نے اپنے مولا کی زیارت کی اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دی۔

اصحاب کی شہادتیں

زہیر ابن قین ایک مرتبہ پھر رجز پڑھتے ہوئے میدان میں اترے اور کثیر بن عبداللہ اور مہاجر بن عوس نے ان پر بھرپور حملہ کیا۔ زہیر نے کافی دیر تک ان سے جنگ کی آخر کار تھک ہار کر زخموں کی شدت کیوجہ سے زمین پر گرے۔ اور شہید ہوگئے۔ نافع بن ہلال نے اپنا نام اپنے تیروں پر لکھا ہوا تھا۔ انہوں نے تیروں سے تاک تاک کر نشانے لگائے اور ۱۲ کوفیوں کو جہنم رسید کیا۔ وہ رجز پڑھ رہے تھے اور تیر چلا رہے تھے۔ کوفیوں کے جوابی حملے میں ان کے دونوں بازو قطع ہو گئے اور کوفی ان کو باندھ کر ابن سعد کے پاس لے آئے۔ ان کو شِمر بن ذوالجوشن نے گرفتار کیا تھا۔ ابن سعد نے ان کی طرف دیکھا تو ان کی داڑھی سے خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ اور دونوں بازوں سے خون کے فوارے نکل رہے تھے۔ ابن سعد نے پوچھا نافع تم اس حال میں کیوں پہنچے ۔ نافع بن ہلال نے کہا کہ میں نے تمہارے ۱۲ آدمی جہنم میں بھیجے ہیں۔ اور زخمیوں کی تعداد الگ ہے۔ اور اگر میرے میں کچھ اور جان ہوتی تو تمہارے مزید آدمی جہنم میں جاتے۔ مجھے اس کا کوئی افسوس نہیں ہے۔ اگر میرے بازو قطع نہ ہوتے تو تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے تھے۔ شِمر بن ذوالجوشن نے کہا کہ اے ابن سعد اس کو قتل کردو۔ ابن سعد نے کہا ٹھیک ہے اسے مار ڈالو۔ نافع بن ہلال کتنی سخت بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم جیسے کمینے اور گندے لوگوں کے ہاتھوں اہلبیت رسول کی خون لکھ دیا ہے۔ لعنت ہے تم سب پر۔ یہ سن کر شِمر بن ذوالجوشن نے تلوار کے وار سے نافع کا سر اڑا دیا۔

بنی غفار کے دو جوان امام عالی مقامؑ کے بالکل سامنے آگئے اور ان کی حفاظت کرنے لگے ۔ کوفیوں کا حملہ سخت سے سخت ہوتا جا رہا تھا۔ یہ دونوں بھائی رجز پڑھتے ہوئے بڑی ہمت سے اتنے سپاہیوں کا سامنا کر رہے تھے۔ کہ ایک ایک کر کے شہید ہوگئے۔ دو بھائی جابر کے خاندان کے بھی امام عالی مقامؑ کے سامنے آئے اور ان کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔ حُنظلہ بن اسد شبامی امام عالی مقامؑ کے آگے آئے اور بڑی بہادری سے رجز پڑھتے ہوئے جنگ کی۔ آخر وہ بھی شہید ہوئے۔ اصحاب آتے تھے قدم بوسی مولا کے بعد شہید ہو جاتے تھے۔ عابس بن شاکری ، عابس بن ابی شبیب آگے بڑھے اور کئی کوفیوں کو جہنم واصل کر کے اپنی اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کر گئے۔ عابس بن ابی شبیب کی بڑی دھاک تھی۔ جب وہ کوفیوں سے لڑ رہے تھے تو ہر طرف سے ان پر پتھر پھینکے گئے۔ اس طرح وہ شہید ہوئے۔

یزید بن محاصر نے زبردست جنگ کی اور کم از کم دو سو کوفیوں کو یا تو زخمی کیا یا جہنم رسید کیا۔ انہوں نے کم از کم سو تیر چلائے جس میں سے چند ہی خطا ہوئے۔ انہوں نے کوفیوں کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دیا۔ اس جرات کا مظاہرہ کیا کہ امام عالی مقامؑ کے منہ سے ان کیلئے تحسین آمیز جملے نکلے۔ امام عالی مقامؑ نے فرمایا یا پاک رب العالمین اس کے تیروں کو اور طاقت عطا فرما اور اس کے درجے جنت میں بلند فرما۔ آخر شاندار جنگ کے بعد وہ بھی شہید ہوئے۔

چار لوگ جو کوفہ سے امام کے لشکر میں آملے تھے۔ اکٹھے جنگ کرتے ہوئے کوفیوں کے کافی اندر چلے گئے اور ہر طرف سے گھر گئے۔ امام عالی مقامؑ نے عباس بن علی کو ان کی طرف بھیجا۔ علیؑ کے شیر نے اکیلے ان کی مدد کی اور کوفیوں کو مار بھگایا۔ عباس بن علیؑ کے پلٹتے ہی ان چاروں نے واپس آنے کی بجائے وہیں جنگ جاری رکھی اور باری باری شہادت کا منصب پاتے گئے۔ امام کے آخری اصحاب میں سوید بن خاتمی تھے۔ وہ شدید زخمی گرے ہوئے تھے اور خنجر سے حملہ آوروں پر حملہ کر رہے تھے۔ کہ زید بن رقاب اور عروہ بن تغلیبی نامی کوفیوں نے ان کو شہید کیا۔

حضرت عباس علمدار بن علی علیہ السلام کی شہادت

چھوٹے بچوں نے جن کے سر پر یتیمی کی سیاہ گھٹائیں چھا رہی تھیں باپ کی قبا کا دامن پکڑ کر کہا بابا ہمیں کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہو بیوی زیادہ حوصلہ مند تھی مگر شوہر کو موت کے منہ میں جاتے دیکھ کر وہ نہ رہ سکی روتے ہوئے بولی میرے سرتاج میں کیا کروں گی؟ بہن نے کہا زینبؑ تم پر قربان مگر یہ تو کہو کہ بھیا نے تمہیں تیروں کی بارش میں جانے کی اجازت کیسے دے دی کیا دوسرے عزیزوں کی شہادت کے صدمے کچھ کم تھے کہ انہوں نے کمر توڑنا گوارا کر لیا۔

جواں سال بھتیجے نے کہا چچا جان جب تک میرے دم میں دم ہے آپ کو یزیدی بھیڑیوں کے سامنے نہ جانے دوں گا اگر فرات پر جانا ضروری ہے تو یہ خدمت میرے سپرد کیجئے۔ بڑے بھائی نے کہا عباسؑ میرا سینہ غم و اندوہ کے مارے پھٹا جاتا ہے۔ اور خیام حسینؑ ٹھنڈی سانسوں' دلدوز چیخوں اور آسمان شگاف نالوں کے شور سے گونج اٹھے آج حسینؑ کا چاہنے والا' علی کا شیر معصوم سکینہ کا سقہ مظلوم کربلا کا دست راست اور لشکر حسینی کا علمدار معراج شہادت حاصل کرنے جا رہا ہے آج بھائی بھائی پر جان قربان کرکے چچا بھتیجی کی پیاس بجھانے کے لیے لہو کی بوندوں کو پانی کے قطروں کی طرح بہانے جا رہا ہے فرشتے اس پر سایہ کئے ہوئے ہیں اور حوریں جنت میں اس کی منتظر آسمانی مخلوق زبان حال سے پکار رہی ہے۔ جب آہ وزاری کا شور کچھ کم ہوا تو عباس ؑنے بی بی سکینہ ؑسے مخاطب ہو کر کہا اٹھو بی بی اپنے چچا کو رخصت کرو میں جانتا ہوں کہ پیاس کی وجہ سے تمہارا دم لبوں پر ہے لیکن پانی کی فکر مجھے یہاں کھینچ لائی ہے ساقی کوثر کی پوتی سے اس کی سوکھی ہوئی مشک طلب کروں ا ور فرات کے لبالب کناروں تک پہنچنے کے لیے خون اشقیاء کی ندی بہا دوں۔

آنسوؤں سے لبریز رخسار زرد پڑگئے ہونٹوں پر آئی ہوئی رونے کی آواز رک گئی سینہ پھاڑ کر نکلنے والی چیخیں گلے میں پھنس گئیں پر دیسیوں کا قافلہ عباس نامدار کا منہ تکنے لگا سکینہ خشک مشکیزہ اپنے چچا کے پاس لے آئی چچا نے فرط محبت میں اسے گود میں اٹھا لیاا ور بولے بی بی تمہارا سقہ جاتا ہے بارگاہ الہی میں دعا کرنا کہ تمہارے بابا کے خادم کی عزت رہ جائے اوروہ تین دن کے پیاسوں کوپانی سے سیراب کرسکے۔

حضرت عباسؑ سبز پھریرا اڑاتے ہوئے خیمہ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ دشمن خیموں کی طرف بڑھے چلے آتے ہیں اور شہزادہ کونین امام حسین اور حضرت علی اکبرؑ انہیں پسپا کرنے میں مصروف ہیں حضرت عباس نے ملاعنہ کی طرف گھوڑا بڑھایا اور فرمانے لگے اے بدبختو! شان امامت میں یہ گستاخی! بھاگنامت میں ابھی تمہیں اس حرکت کا مزا چکھاتا ہوں خبردار موت سر پر آپہنچی اب مرنے کے لیے تیار ہو جاؤیا بھاگنے کے لیے۔ علی کے شیر کی آواز میں رعد کی سی گرج تھی گھوڑے بدلتے گئے پیادہ سپاہ کے پاؤں اکھڑ گئے شیاطین کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ گئیں شامی فوج سرا سیمہ ہو کر بہادر غازی کا منہ تکنے لگی علمدار رسول کے بیٹے نے کہا ہاشمی تلواریں نیام سے نکل آئیں۔ غیرت آل رسول جوش میں آگئی کفرستان عرب میں نعرہ توحید بلند کرنے والے مولا کے فرزند سر ہتھیلی پر لے کرآپہنچے ہم وہ ہیں جنھوں نے غاضریہ کی سی زمین پر اپنی جانیں قربان کردیں اور درجنت پر دق الباب کرکے دم لیا اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ اور گناہ سے توبہ کرو ورنہ تیغ عباسؑ تمہاری امیدوں اور آرزوؤں کا خون کیے بغیر نیام میں واپس نہ جائے گی اس رجز کو سن کر مارو آگے بڑھا لیکن اس حال میں کہ چہرے پر ہوائیاں آرہی تھیں اور گھبراہٹ میں تلوار کی بجائے نیزہ ہاتھ میں تھا۔

مارو کا دل خوف کی وجہ سے تیزی کے ساتھ دھڑک رہا تھا لیکن بظاہر ہنس کر بولا اے نوجواں مجھے تیری جوانی اور تیرے بانکپن پر رحم آتا ہے۔ جا اپنی ماں کی گود خالی نہ کر اپنی دلہن کے سہاگ میں آگ نہ لگا خدا کی قسم مجھے کسی پر رحم نہیں آتا۔ لیکن تیری جوانی کو دیکھ کر تجھ پروار کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ جا۔۔۔ بہادران شام کے غضب کے شعلوں کو ہوا نہ دے کہ ان کی ایک چنگاری بھی تیرے خرمن حیات کو پھونک دینے کی طاقت رکھتی ہے۔ عباس علمدارؑ کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہوگئیں تڑپ کر بولے او مردود تو واپس جانے کے لیے کسے کہتا ہے اسے جس کے پدر بزرگوار نے بدر وحنین کے معرکوں میں اشقیاء کے دانت کھٹے کردیئے اسے جسے شجاعت گھٹی میں ملی؟ اسے جس نے دشمن کو مارنا سیکھا لیکن اپنی جاں کے خوف سے راہ فرار اختیار کرنا نہ سیکھا سن لے اور کان کھول کر سن لے کہ میں فاتح خیبر کا فرزند ہوں آفتاب اپنی جگہ چھوڑ سکتا ہے چاند اپنے مقام سے ہٹ سکتا ہے ستارے شب کی سیاہی میں ڈوب سکتے ہیں مگر عباس پیٹھ دکھائے یہ ناممکن! اگر تیرے دست و بازو میں طاقت ہے تووار کر اگر جان عزیز ہے تو جا۔ اس دوزخی کتے عمرو سعد کو بھیج دے۔

مارو بولا صاحبزادے اتنی چرب زبانی اچھی نہیں اگر زندگی سے بیزار ہے تو تلوار میان میں رکھ دے اور نیزہ سنبھال کیونکہ میں جلدی میں نیزہ ہی اٹھا لایا ہوں پھر میں تجھے اس بڑے بول کا مزہ چکھا دوں گا۔ عباسؑ نے ہنس کر کہا ہم دشمن کی عاجزی و مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھاتے میں تلوار نیام میں رکھ لیتا ہوں تووار کر اگر عباسؑ تجھے تیرے ہتھیار سے خاک و خون میں نہ ملا دے تو کہنا یہ کہہ کر علمدار غازیؑ نے اپنی تلوار نیام میں رکھ لی عباس کو نہتہ پاکر مارو نے نیزے سے وار کیا۔ جونہی نیزے کی نوک ان کے قریب پہنچی علیؑ کے شیر نے اسے ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اور اس زور سے کھینچی کہ اگر مارو نیزے کو ہاتھ سے چھوڑ نہ دیتا تو گھوڑے پر سے زمین پر آرہتا عباسؑ نامدار نے اسی کے نیزے سے ایک بھرپور ہاتھ رسید کیا تیر گھوڑے کی پیٹھ کو چیرتا ہوا زمین کو چھونے لگا راسوار زمین پر گر پڑا اور اس کے ساتھ مارو بھی خاک نشین ہوگیا۔ مارو گھبرااٹھا اب اسے موت اپنی آنکھوں کے سامنے رقصاں نظر آنے لگی اس نے چلا کر کہا میری موت سے پہلے گھوڑا میرے پاس پہنچا دو اسی وقت ایک حبشی غلام ایک باد رفتار رہوار لے کر حاضر ہوا لیکن حضرت عباسؑ ایک ہی جست میں اس کے پاس پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے نیزے سے غلام کو دوزخ میں پہنچا دیا اور خود اپنے گھوڑے سے کود کر طاریہ پہ سوار ہوگئے یہ وہ گھوڑا تھا۔ جو شیر خدا نے امام حسینؑ کو عطا فرمایا تھا بعد ازاں ایک شامی قبیلہ اسے چرا لے گیا تھا۔

طاریہ پر سوار ہو کر عباس نے کہا او ملعون اب وار بچا دیکھ تیرا ہی گھوڑا ہے اور تیرا ہی نیزہ یہ کہہ کر انہوں نے ایک ہاتھ ایسا مارا کہ مارو کی لاش پھڑکتی نظر آنے لگی اشقیاء اپنے سردار کی یہ حالت دیکھ کر عباس نامدارؑ پر پل پڑے اور سینکڑوں تلواریں ایک۔ صرف ایک غازی کا قلع قمع کرنے کے لیے میانوں سے نکل آئیں بلا کا معرکہ ہوا لیکن انجام کار تیغ عباس ظفر مند ہوئی یزیدی کتے ان کے بے پناہ حملوں کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور جان بچانے کے لیے بھاگنے لگے عباسؑ گھوڑے کو ایڑ لگا کر نہر کی جانب جانا چاہتے تھے کہ زیارت امامؑ کی خواہش نے بے قرار کردیا گھوڑا دوڑا کر بھائی کے پاس پہنچے اور بولے آقا دیکھئے یہ رہوار مارو کی مدد نہ کرسکا لیکن میرے اشارہ پر کنوتیاں بدلتا ہے۔ امامؑ نے فرمایا بھیا کیوں نہ ہو حسن بھائی کا گھوڑا ہے مخالف اسے چرالے گئے اب تمہاری شجاعت کے انعام میں تمہیں مل گیا بھائی سے رخصت ہو کر عباسؑ خیمہ کی طرف گئے بیبیاں انہیں دیکھ کر رونے لگیں ان کی شریک حیات تو رو رو کر بے ہوش ہوئی جاتی تھیں۔ شاید علی کا شیرانکی تسلی و تشفی کے لیے کچھ دیر اور وہاں ٹھہرتا لیکن باہر سے صدا آئی عباسؑ پہنچو دشمن نے ہمیں گھیرلیاہے سکینہ کے ماشکی اللہ نگہبان اس خاتون نے جس کی مانگ عنقریب اجڑنے والی تھی حسرت بھرے لہجہ میں یہ الفاظ کہے لیکن عباس جواب دیئے بغیر دوڑے آقا و مولا کی جان خطرے میں تھی پھروہ بیوی کے زخم دل پر مرہم رکھنے کے لیے خیمہ میں کیسے بیٹھ رہتے۔

لڑتے بھڑتے فصیل کو توڑتے تلواروں کی صفوں کو درہم برہم کرتے اور اشقیاء شام کے خون کی ندی بہاتے ہوئے عباس دریا کے کنارے پہنچ گئے نظر اٹھا کر دیکھا دور دور تک دشمنوں کا نام تک نہ تھا ایک جمعیت بدحواس ہو کر بھاگ رہی تھی کچھ افراتفری میں د ریا کے پار ہوگئے تھے اور کچھ میدان وفامیں بہادروں کی سی موت مرنے کی بجائے فرات کے گہرے پانیوں میں ڈوب رہے تھے سقائے سکینہ نے بھتیجی کی خشک مشک دریا میں ڈال دی اور لجام طاریہ ڈھیلی چھوڑ دی کہ یہ گرمی اور پیاس سے ہانپنے والا جانور پانی پی سکے لیکن طاریہ ۔۔۔ امام حسنؑ کا رہوار منہ او پر اٹھا کر جوں کا توں کھڑا رہا گویا زبان حال سے کہہ رہا تھا آقا آل رسول پیاسی ہو اور میں اپنی پیاس بجھالوں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ رہوار اور سوار دونوں دریا سے پیاسے لوٹے مگر سقائے سکینہ کے ایک بازو پر بھتیجی کا پانی سے بھرا ہوا مشکیزہ لٹک رہا تھا۔

یکایک شور اٹھا اور بھاگنے والے سپاہی عباس علمدار کی طرف آتے دکھائی دیئے شمر کہہ رہا تھا کہ یہ مشک خیام حسینؑ میں پہنچ گئی تو قیامت ہو جائے گی۔ سقائے سکینہؑ کو جان سے زیادہ مشک عزیز تھی گھوڑے کی رفتار تیز کردی کہ کسی نہ کسی طرح سکینہؑ کی امانت اسکے حوالے کردیں لیکن صف بند دشمنوں نے راستہ روک لیا عباسؑ کے ایک بازو پر مشک لٹک رہی تھی اور دوسرے سے تلوار چلا رہے تھے کسی شقی قلب نے برادر امام کی اس مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ایک بازو پروار کیا اور وہ جسم پاک سے علیحدہ ہو کر زمین پر جاپڑا اس کڑیل جوان نے مشک دوسرے بازو پرلٹکادی اور اسی ہاتھ سے تلوار چلانے لگے ایک طرف یہ زخمی شیر تھا ایک بازو سے محروم' خون میں لت پت اور کمزوری سے نڈھال دوسری طرف ہزاروں گیدڑ عباسؑ کا دوسرا بازو بھی

کٹ کر گرا تو انہوں نے مشک کا تسمہ دانتوں سے پکڑ لیا اور گھوڑے کو ایڑ لگائی لیکن کہاں تک ایک ملعون نے تیر تاک کر مشک میں مارا اور فرات کا وہ قیمتی پانی جسے شہزادہ علیؑ نے اپنا خون دے کر حاصل کیا تھا خون عباسؑ کے ساتھ ساتھ زمین پر بہ گیا اسی وقت حکم بن طفیل نے عباسؑ مجبور کے فرق مبارک کو گرز سے پاش پاش کردیا۔ عباسؑ لڑکھڑا کر گھوڑے سے گرے اور بس ۔۔۔ سب ختم ہوگیا امام حسینؑ کا دل خون ہو کر بہ گیا۔ نظارہ نہایت خوفناک تھا آہ کیا انسانیت اس قدر ذلیل ہوسکتی ہے؟ بنی ہاشم کا بانکا خاک و خون میں پڑا تھا اور وہ بزدل جنہیں زندگی میں اس کے قریب آنے کی جرات نہ ہوتی تھی اس کی لاش پر تلواروں اور بھالوں کی ضربات لگا لگا کر اپنے انتقام کی شیطانی آگ بجھا رہے تھے۔

امام عالی مقام رو دیئے کیوں نہ روتے ان کا بازو کٹ گیا تھا کمر ٹوٹ گئی تھی علیؑ کا بیٹا امام وقت کا بھائی سکینہ کا ماشکی انہیں داغ مفارقت دے گیا تھا جن و ملائک حیوان و انسان چرند پرند سب جس کی یاد میں آنسو بہا رہے تھے اسے حسینؑ کیوں نہ روتے لاش کے قریب پہنچ کر یزیدی کتوں کی حیوانیت کا منظر دیکھ کر امامؑ کو غش آگیا جب ہوش آیا تو پیارے عباسؑ سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے نقاہت کے باعث بھائی کو قبر میں اتارنے کی ہمت نہ ہوئی اسے سپرد خدا کرکے چلے اور کہتے گئے علیؑ کے شیر تم میری امانت ہو میرے بعد اب سید سجادؑ ہی تم کو ہاتھ لگائیں گے فرشتوں کی صفیں تمہارا پہرہ دیں گی۔ یہاں تک کہ اسیر مظلوم کے ہاتھ تمہیں قبر میں اتاردیں۔

خیمہ عصمت میں جب بیبیوں اور بچوں نے عباسؑ کی بجائے ان کے سبز پھریرے میں لپٹی ہوئی خشک مشک دیکھی تو روتے روتے بے حال ہوگئے آج خیمہ عصمت کی بیبیوں نے پہلی مرتبہ یہ کہا کہ اب ہم بے ردا ہوگئی ہیں۔ مدینہ میں جب ام البنین نے بیٹے کی شہادت کی خبر سنی تو یاس و حسرت سے بت بدیوار بن گئیں انہیں یقین نہ آتا تھا کہ عباسؑ بھی قتل ہوسکتا ہے لیکن موت کی خبریں بہت کم غلط ثابت ہوتی ہیں جب شہادت عباسؑ کی خبر کی تصدیق ہوگئی تو وہ دیوانوں کی طرح اٹھیں اور بقیع میں جا کر بین کرنے لگیں جب تک زندہ رہیں بقیع سے یہ صدا گیروں کے دل چیرتی رہی آہ عباسؑ آہ بیٹا۔ خاندان رسالت کے دشمن بھی وہاں سے گزرتے تو رو دیتے تھے عورتیں بچے بوڑھے اور جوان ام البنینؑ کی رونے کی آواز سن کر قبرستان کی دیوار سے سر پھوڑ لیتے اور کہتے اماں صرف تم نے ہی اپنا بیٹا نہیں کھویا بنی ہاشم نے اپنا محبوب کھودیا ہے مدینہ کا چاند غروب ہوگیا ہے اور اسے صرف تم ہی نہیں

روتیں سارا شہر اس کی یاد میں آنسو بہاتا ہے۔

شبیہہ رسولﷺ شہزادہ علی اکبر بن حُسین کی شہادت

حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت علی اکبر نے اذن جہاد کی سعی بلیغ کی۔ بالآخر آپ کامیاب ہو کر میدان میں تشریف لائے۔ آپ کو امام حسین نے اپنے ہاتھوں سے آراستہ کیا۔ حضرت علی کی تلوار حمائل کی زرہ پہنائی اور پیغمبر اسلام کی سواری کے گھوڑے پر سوار فرمایا جس کا نام عقاب یا مرتجز تھا۔ روانگی کے وقت امام حسین نے بارگاہ احدیت میں ہاتھوں کو بلند کرکے کہا۔ "میرے پالنے والے اب تیری راہ میں میرا وہ فرزند قربان ہونے کو جارہا ہے جو صورت وسیرت میں تیرے رسولِ کریم سے بہت مشابہہ ہے میرے مولا جب میں نانا کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو اس کی صورت دیکھ لیا کرتا تھا۔ مالک اس کی تو ہی مدد فرمانا۔ علماء نے لکھا ہے کہ میدان میں پہنچنے کے بعد حضرت علی اکبر نے رجز پڑھی اور مقابلہ شروع ہوگیا۔ اور ایسی زبردست جنگ ہوئی کہ دشمنوں کے دانتوں پسینے آگئے۔ صفوں کی صفیں الٹ گئیں۔ ایک سو بیس دشمن فی النار والسقر ہوگئے۔ حضرت علی اکبر جو تین دن کے بھوکے اور پیاسے تھے۔ باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کی بابا جان! پیاس مارے ڈالتی ہے۔ پانی کی کوئی سبیل کر دیجئے امام حسین کے پاس پانی کہاں تھا جو زخموں سے چور شہزادہ علی اکبر جیسے بیٹے کی آخری فرمائش پوری فرماتے۔ آپ نے کہا بیٹا پانی تو تھوڑی ہی دیر میں نانا جان پلائیں گے۔ البتہ اپنی زبان میرے منہ میں دے دو۔ علی اکبر نے بے چینی میں زبان تو منہ میں دے دی۔ لیکن فوراً ہی کھینچ لی۔ اور کہا بابا جان "لسانک ایبس من لسانی"۔ آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے۔ پھر امام حسین نے رسولِ کریم کی ایک انگھوٹھی علی اکبر کے منہ میں دی اور فرمایا بیٹا جاؤ، خدا حافظ۔

حضرت علی اکبر دوبارہ میدان میں پہنچے، طارق ابن شیث جس سے عمر سعد نے حکومت رقہ اور موصل کا وعدہ کیا تھا۔ علی اکبر کے مقابلہ میں آگیا۔ آپ نے کمال جوانمردی سے اس پر نیزے کا وار کیا نیزہ اس کے سینے میں لگ کر پشت سے دو بالشت باہر نکل گیا۔ اس کے مرتے ہی اس کا بیٹا عمر طارق میدان میں آگیا۔ آپ نے اسے بھی قتل کر دیا۔ پھر طلہ ابن طارق سامنے آیا آپ نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے پچھاڑ دیا۔ یہ دیکھ کر عمر سعد نے مصراع ابن غالب کو حکم مقابلہ دیا۔ وہ علی اکبر کے سامنے آکر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے قتل ہونے سے لشکر میں ہلچل مچ گئی۔ عمر سعد نے محکم ابن طفیل ....اور ابن نوفل کو دو ہزار سواروں کے ساتھ علی اکبر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ علی اکبر نے نہایت دلیری سے حملہ کا جواب دیا اور پیاس سے بے چین ہو کر آپ امام حسین کی خدمت میں پھر حاضر ہوئے۔ اور پانی کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹا! اب تمھیں ساقی کوثر ہی سیراب کریں گے۔ نورنظر جان پدر جلد جاؤ، رسولِ کریم انتظار فرمارہے ہیں۔

حضرت علی اکبر میدان میں واپس آئے۔ دشمنوں نے یورش کر دی، آپ نے شیر گرسنہ کی طرح حملے کئے اور تھوڑی دیر میں ۸۰ دشمنوں کو قتل کر ڈالا۔ بالآخر منقذ بن مرہ عبدی اور ابن نمیر نے سینے میں نیزہ مارا، آپ کے ہاتھ سے عنان فرس چھوٹ گئی اور آپ گھوڑے کی گردن میں لپٹ گئے۔ گھوڑا جس طرف سے گزرتا تھا۔ آپ کے جسم پر تلواریں لگتی تھیں۔ یہاں تک کہ آپ کا جسم پارہا پارہ ہو گیا۔ آپ نے آواز دی۔ " یاابتاہ ادرکنی"۔ بابا جان خبر لیجئے! امام حسین دوڑ کر پہنچے لیکن آپ سے قبل حضرت زینب پہنچ گئیں، علماء نے لکھا ہے کہ زینب نے وہاں پہنچ کر اپنے کو علی اکبر پر گرادیا تھا۔ امام حسین نے انھیں خیمہ میں پہنچایا اور علی اکبر کے چہرے سے خون صاف کیا اور کہا اے بیٹے تیرے بعد اس زندگانی دنیا پر خاک ہے۔ پھر آپ نے علی اکبر کو خیمہ میں لے جانے کی سعی کی۔ لیکن ہر قسم کے ضعف نے کامیاب نہ ہونے دیا۔ بالآخر بچوں کو آواز دی۔ بچو! آؤ اور میری مدد کرو۔ چنانچہ بچوں کی امداد سے علی اکبر کا لاشہ خیمہ کے قریب لایا گیا۔ اور محذرت خصمت میں کہرام عظیم برپا ہوگیا، روضۃ الشہدا ۳۶۸ کشف الغمہ ۷۵ ابصار العین ۳۴ علامہ سماوی لکھتے ہیں کہ حضرت علی اکبر کا اصلی نام علی لقب اکبر اور کنیت ابوالحسن تھی۔ آپ کی عمر شہادت کے وقت ۱۸ سال تھی۔

حضرت قاسم بن حسن بن علیؑ کی شہادت

امام حُسینؑ بن علیؑ کے بڑے بھائی حضرت امام حسنؑ مجتبیٰ کے فرزند حضرت قاسم کہ جن کی عُمر پندرہ سال تھی۔ امام عالی مقامؑ کے پاس تشریف لائے اور اذن جہاد طلب کیا۔ امام نے قاسم کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ اس عمر میں جہاد ؟ لیکن آخر کار یہ بچہ میدان میں آیا۔ حمید بن مُسلم سے روایت ہے کہ ایک نوجوان پیدل ہی ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ جس کی جوتی کا ایک تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ کافی روشن تھا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ عمر بن سعد بن نفیل

نے کہا کہ واللہ میں ضرور اس پر حملہ کروں گا۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیا تمہارے سپاہی اس بچے کیلئے کم ہیں جو تم بھی جاو گے۔ لیکن وہ اٹھا اور قاسم پر حملہ کیا۔ اس بچے نے کیا لڑنا تھا۔ ایک ہی وار میں زمین پر گر پڑا۔ اور امام عالی مقامؑ کو پکارا۔ حُسینؑ بن علیؑ کسی عقاب کی طرح جھپٹے اور حملہ کیا۔ گھڑسواروں نے عمر بن سعد بن نفیل کو بچانے کیلئے وہاں حملہ کیا۔ ایک گردوغبار کا طوفان اٹھا اور جب یہ چھٹا تو میں نے یہ دیکھا کہ قاسم کے سر کے پاس حُسینؑ بن علیؑ کھڑے تھے اور اس کے جسم کے ٹکڑے میدان میں بکھرے پڑے تھے۔ گھوڑوں نے قاسم کو پامال کر دیا تھا۔

امام حُسینؑ بن علیؑ نے روتے ہوئے قاسم کے سر کو اپنے سینے سے لگایا اور بولے، بھتیجے تیرا بدلہ تو روز قیامت ہی پورا ہو سکے گا۔ تو نے مجھے آواز دی لیکن دشمنوں کی کثرت نے مجھے تم تک دیر میں آنے دیا۔ میرے بچے پیغمبرؐ اکرم سے ان شیطانوں کی شکایت کرنا۔ اور اپنے چچا کو معاف کردینا۔ میرے قاسم میرے بیٹے۔ حُسینؑ بن علیؑ نے جیسے تیسے حضرت قاسم بن حسن کے جسم مبارک کے ٹکڑے اکٹھے کئے اور ایک چادر میں وہ لے آئے اور شہزادہ علی اکبر کی میت کے ساتھ رکھ دئے۔

عون و محمد کی شہادت

حضرت بی بی زینب بنت علیؑ کے دو فرزند بھی کربلا میں ساتھ آئے تھے۔ ماں نے دونوں کو امام عالی مقام کے پاس بھیجا کہ اذن جہاد لیں۔ امام عالی مقام نے ان کی عُمریں دیکھیں اور رو دیے۔ آخرکار انہوں نے اجازت دی۔ یہ دونوں بچے ۱۵ سال اور ۱۶ سال کے تھے۔ یہ میدان میں نکلے تو عبداللہ بن قطبہ نے عون کو اور عامر بن نشل نے محمد کو مختصر سی لڑائی کے بعد شہید کردیا۔ اس کے بعد جناب مُسلم بن عقیل کے دو صاحبزادوں نے جنگ کی اور جام شہادت نوش کیا۔ امام حسن کے دو کم سن بیٹے بھی جنگ کی نظر ہوگئے۔ اور تمام بن ہاشم کے جوان ایک ایک کر کے شہید ہوتے چلے گئے۔

شیر خوار حضرت علی اصغر کی شہادت

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ جب اما م حسین علیہ السلام بے یارومددگار ہوگئے تو آپ خود بقصد شہادت میدان کے لیے عازم ہوئے اور وہاں پہنچ کر آپ نے "ھل من ناصر ینصرنا"۔ کی آواز بلند کی، جنوں کے ایک گروہ عظیم نے سعادت نصرت حاصل کرنے کی خواہش کی آپ نے انھیں دعائے خیر سے یاد فرمایا اور نصرت قبول کرنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ مجھے شرف شہادت حاصل کرنا ہے۔ اور میں نے آواز استغاثہ اتمام حجت کے لیے بلند کیا ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ دشمنانِ خداورسول کے لیے میری مددنہ کرنے کا کوئی بہانہ باقی نہ رہے۔ ابھی آپ جنون سے محوگفتگو تھے کہ ناگاہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنی کمال علالت کے باوجود ایک عصائے لیے ہوئے خیمہ سے نکل آئے امام حسین نے جنابِ ام کلثوم کو آوازدی۔ بہن فوراً عابد بیمار کوروکو کہیں ایسا نہ ہو کہ سادات کا سلسلہ نسل ونسب ہی ختم ہوجائے۔

سید الشہداء نے آواز استغاثہ کا اثر جب اپنے خیموں کے باشندوں پر دیکھا، توفوراً واپس تشریف لا کر سب کو سمجھایا اور اپنی موت کا حوالہ دے کر اسرار امامت امام زین العابدین علیہ السلام کے سپرد فرمایا۔ آپ روانہ ہواہی چاہتے تھے کہ بروایتے جناب سکینہ گھوڑے کے سم سے لپٹ گئیں۔ امام حسین نے انھیں سینے سے لگایا۔ رخسار کابوسہ دیا۔ صبر کی تلقین کی اور جناب زینب کو سکینہ کی نگہداشت کی ہدایت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت علی اصغر کو جنھوں نے بروایتے اپنے کو جھولے سے گرا دیا تھا۔ امام حسین نے بڑھ کر اپنی آغوش میں لیا اور مقتل کی طرف روانہ ہو گئے۔ میدان میں پہنچ کر آپ ایک ٹیلہ پر بلند ہوئے اور آپ نے قوم اشقیا کو مخاطب کرکے کہا کہ دیکھومیں اپنے ششما ہے بچہ کو پانی پلانے کے لیے لایا ہوں۔ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے اور اس کی زبان سوکھ گئی ہے۔ خدارااسے پانی پلا کر اس کی جان بچالو، اور سنو! اگر میں تمھارے زعم ناقص میں گناہگارہوسکتا ہوں تو میرے اس معصوم بچے میں گناہ کی صلاحیت نہیں ہے۔ یہ تو بے خطا ہے۔ اس صدائے پرتاپٹر کا اثر یہ ہوا کہ لشکر کا مزاج بگڑنے لگا۔ شقی القلب لشکری رو پڑے ،

عمر سعد نے جب یہ دیکھا، فوراً حرملہ ابن گاہل ازدی کو حکم دیا۔ اقطع کلام الحسین ۔حسین کے کلام کو نوک تیر سے قطع کر دے۔ حرمہ نے ترسہ شعبہ چلا کمان ہیں جوڑا اور گلوئے علی اصغر کی طرف رہا کیا تیر جوزہر میں بجھا ہوا تھا گلوئے علی اصغر پر لگا اور اس نے علی اصغر کے گلے کے ساتھ ساتھ امام حسین کا بازو بھی چھید دیا۔ امام حسین نے بچے کو سینے سے لگا کر اس کے خون سے چلو بھر لیا اور چاہا کہ آسمان کی طرف پھینکیں۔ جواب آیا۔ یہ خون ناحق ہے اسے اس طرف نہ پھینکئے ،ورنہ قیامت تک کے لیے بارش کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔ آپ نے چاہا کہ اسے زمین کی طرف ہی پھینک دیں، ادھر سے بھی جواب مل گیا۔ تو آپ نے اسے چہرئہ مبارک پر مل لیا۔ اور فرمایا۔ "ھکذاالاقی جدی رسول اللہ"۔ میں اسی طرح اپنے جدنامدار حضرت محمد مصطفٰے (ص) کی خدمت میں پہنچوں گا اس کے بعد آپ نے ایک ننھی سی قبر تلوار سے کھودی اور اس میں حضرت علی اصغر کو دفن فرمادیا۔

ننھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے
شبیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

شہادت امام حسین علیہ السلام

پھر وہ پل آیا کہ جب کوئی بھی جوان امام عالی مقامؑ کے علاوہ زندہ نہ رہا۔ اور لڑائی تھوڑی دیر کیلئے تھم گئی۔ امام اپنے خیمے میں تشریف لائے۔ اور اپنے یمنی کپڑے منگوائے۔ پاجامے کو چاک چاک کیا۔ تاکہ کوفی ان کے کپڑے نہ لوٹیں۔ اس کو نیچے پہنا اور اس کو پٹیوں سے باندھا۔ اس کے اوپر اپنا پیراھن مبارک پہنا۔ پیغمبرؐ اکرم کا عمامہ پہنا۔ ذوالفقار تلوار حمائل کی۔ اور آخری مقابلے کیلئے تیار ہوئے۔ پھر انہوں نے سب کو الوداع کیا۔ اب صرف بچے اور خواتین ہی رہ گئے تھے۔ ایک قیامت کا کہرام مچ گیا سب نے امام عالی مقام کو رخصت کیا۔ آپ نے سب کو تسلی دی۔ لیکن ایک آہ و بکا تھی کہ کان پھٹتے تھے۔ آپ نے پھر سب کو تسلی دی۔ آپ گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو پہلے دائیں دیکھا پھر بائیں لیکن ان کو سوار کرانے کیلئے کوئی نہ تھا۔ ایک مرتبہ سب رفیقوں اور اپنے جوانوں کو یاد کر کے امام عالی مقامؑ کی آنکھیں بھر آئیں۔ بی بی زینب آگے بڑھیں اور بھائی کو گھوڑے پر سوار کیا۔ اور امام عالی مقام میدان جنگ میں پہنچے۔ یہاں انھوں اپنے آخری خطبہ دیا،

"لوگوں تم نے خاندان اہلبیت کو خون میں ڈبو دیا۔ اور حجت خدا اپنے عزاب کیلئے پوری کردی۔ تم نے میرے جوانوں کو مار ڈالا اور شیر خوار بچوں تک کو نہ چھوڑا۔ اب آو ایک پیاسے کی جنگ دیکھو۔ اب آو ایک بھوکے کی جنگ دیکھو۔ اب اس کی جنگ دیکھو جس کے جوان مارے گئے۔ " یہ کہتے ہوئے اکیلے امام نے حملہ شروع کیا۔ حمید بن مسلم روایت کرتا ہے۔ کہ فوجی یہ سوچ رہے تھے کہ تقریباً ساٹھ برس کے حُسینؑ بن علیؑ صبح سے لاشیں اٹھا اٹھا کر اور تین دن کی بھوک پیاس کیوجہ سے ہمت ہار چکے ہوں گے۔ لیکن میں نے ان جیسا صبر کا پہاڑ نہیں دیکھا۔ اکیلے حُسینؑ بن علیؑ نے تقریباً دو گھنٹے کی جنگ کی ہے۔ امام نے صفیں پلٹ دیں۔ سر ہوا میں اڑتے نظر آرہے تھے۔ امام کا گھوڑا جس طرف کا رخ کرتا تھا فوجیوں کی وہاں سے دوڑ لگ جاتی تھی۔ ذوالجناح اس طرح بھاگ رہا تھا کہ تیراندازی ممکن نہیں تھی۔ آخر دو گھنٹے کی جنگ کے بعد امام زخموں سے چور چور ہو کر گھوڑے پر ماتھا ٹیک دیا۔ اب کہیں سے پتھر آ رہے

تھے۔ کہیں سے تیر آ رہے تھے۔ امام زخمی ہوتی چلے گئے۔ آخر جب حُسینؑ بن علیؑ گھوڑے سے گرے تو کچھ دیر تک ان کا جسم مبارک تیروں پر معلق رہا۔ اور پھر زمین پر آیا۔ حضرت امام مهدی علیه السلام نے زیارت ناحیه میں اس واقعه کا تزکره کیا ہے که میرا سلام ہو اس جسم پر جو نه گھوڑے کی زین پر تھا اور نه زمین پر۔

شمر بن ذوالجوشن

محمد بن عمرو بن حسین بیان کرتے ہیں :

كنا مع الحسين بنهر كربلا فنظر إلي شمر ذي الجوشن فقال : صدق الله ورسوله! فقال رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم كائي أنظر : إلي كلب أبقع يلغ في دماء أهل بيتي وكان شمر أبرص

ہم سیدنا امام حسین رضی الله عنه کے ساتھ کربلا کے دریا پر موجود تھے تو آپ رضی الله عنه نے شمر کے سینے کی طرف دیکھا اور فرمایا : الله اور اس کے رسول صلی الله علیه وآله وسلم نے سچ فرمایا ہے۔ رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم نے فرمایا تھا که گویا میں اس سفید داغوں والے کتے کی طرف دیکھ رہا ہوں جو میرے اہل بیت کے خون میں منه مار رہا ہے اور شمر برص کے داغوں والا تھا۔

)كنزالعمال فضائل اهل بي، قتل حسين، 13(

حُسینؑ بن علیؑ کے حملے کی ایسی دھاک پڑ چکی تھی که کافی دیر تو ان کے قریب کوئی نه آیا۔ عمر ابن سعد نے حکم دیا که حُسینؑ بن علیؑ کو شہید کر دیا جائے اور سر کو کاٹ لیا جائے۔ لیکن کوئی آگے نه بڑھا۔ اس موقعی پر شِمر بن ذوالجوشن آگے بڑھا اور حُسینؑ بن علیؑ کے سینے پر سوار ہو گیا۔ اس نے اپنے خنجر سے تقریباً تیره وار کئے اور ایک مرتبه سرزمین کربلا میں زلزله آگیا۔ قتل حُسین بن علی کی آوازیں گونج گئیں۔ اور نواسه رسول اس دنیا سے انتہائی بے رحمی کے ساتھ رخصت کر دیے گئے۔ شامی لشکر میں نقارے بجنے لگے۔

پیاسا گلا کٹائے یه عہده ہے باپ کا
پہنو گلے میں طوق یه حصه ہے آپ کا

یوم عاشور اُم المومنین اُم سلمہؓ کا خواب

دخلت على ام سلمة و هى تبكى فقلت : ما يبكيک؟ قالت : رايت رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم في المنام و علي رأسه ولحيته التراب فقلت : مالک يا رسول الله قال : شهدت قتل الحسين انفا .

میں حضرت ام سلمه کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وه رو رہی تھیں میں نے پوچھا "آ پ کیوں رو رہی ہیں؟،، حضرت ام سلمه رضی الله عنہانے فرمایا "میں نے رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم کو خواب میں دیکھا که آپ صلی الله علیه وآله وسلم کے سرانور اور داڑھی مبارک پر گرد و غبار ہے۔ میں نے عرض کیا "یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم کیا بات ہے؟ (یه گرد وغبار کیسا ہے) آپ نے فرمایا "میں نے ابھی ابھی حسین رضی الله عنه کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔،،

)سنن، ترمذي، ابواب المناقب(

زیارت عاشوره

علامه مجلسی (ره) بحار الانوار میں تحریر فرماتے ہیں : شیخ مفید نے روایت کی ہے که جب کبھی روز عاشورا حضرت امام حسین علیه السلام کی زیارت کرنا چاہیں تو آنحضرت علیه السلام کی قبر مطہر کے پاس کھڑے ہو کر کہیں :

أَلسَّلامُ عَلى ادَمَ صِفْوَةِ اللهِ مِنْ خَليقَتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى شَيْث وَلِيِّ اللهِ وَ خِيرَتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى إِدْرِيسَ اَلْقـآئِمِ للهِ بِحُجَّتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى نُوح اَلْمُجابِ في دَعْوَتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى ہُود اَلْمَمْدُودِ مِنَ اللهِ بِمَعُونَتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى صالِح الَّذي تَـوَّجَهُ اللهُ بِكَرامَتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى إِبْراهيمَ الَّذي حَباهُ اللهُ بِخُلَّتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى إِسْمعيلَ الَّذي فَداهُ اللهُ بِذِبْـح عَظيم مِنْ جَنَّتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى إِسْحقَ الَّذي جَعَلَ اللهُ النُّبُوَّةَ في ذُرِّيَّتِهِ ، أَلسَّـلامُ عَلى يَعْقُوبَ الَّذي رَدَّ اللهُ عَلَيْهِ بَصَرَهُ بِرَحْمَتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى يُوسُفَ الَّذي نَجّاهُ اللهُ مِنَ اَلْجُبِّ بِعَظَمَتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى مُوسَى الَّذي فَلَقَ اللهُ اَلْبَحْرَ لَهُ بِقُدْرَتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى ہارُونَ الَّذي خَصَّهُ اللهُ بِنُبُـوَّتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى شُعَيْبَ الَّذي نَصَرَهُ اللهُ عَلى أُمَّتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى داوُدَ الَّذي تابَ اللهُ عَلَيْهِ مِنْ خَطيـئَتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى سُلَيْمانَ الَّذي ذَلَّتْ لَهُ اَلْجِنُّ بِعِزَّتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى أَيُّوبَ الَّذي شَفاهُ اللهُ مِنْ عِلَّتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى يُونُسَ الَّذي أَنْـجَزَ اللهُ لَهُ مَضْـمُونَ عِدَتِهِ، أَلسَّلامُ عَـلى عُزَيْرِ الَّذي أَحْياهُ اللهُ بَعْدَ ميتَتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى زَكَرِيـا الصّـابِرِ في مِحْنَتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى يَحْيَى الَّذي أَزْلَفَهُ اللهُ بِشَهادَتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى عيسى رُوحِ اللهِ وَ كَلِمَتِهِ، أَلسَّلامُ عَلى مُحَمَّد حَبيبِ اللهِ وَ صِفْوَتِهِ، أَلسَّلامُ عَلى أَميرِالْمُؤْمِنينَ عَلِيِّ بْنِ أَبي طالب اَلْمَخْصُوصِ بِأُخُوَّتِهِ، أَلسَّلامُ عَلى فاطِمَةِ الزَّہْرآءِ ابْنَتِهِ، أَلسَّلامُ عَلى أَبي مُحَمَّد اَلْحَسَنِ وَصِيِّ أَبيهِ وَ خَليفَتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلَى اَلْحُسَيْنِ الَّذي سَمَحَتْ نَفْسُهُ بِمُهْجَتِهِ ، أَلسَّلامُ عَلى مَنْ أَطاعَ اللهَ في سِـرِّهِ وَ عَلانِـيَتِـهِ ، أَلسَّلامُ عَلى مَنْ جَعَلَ اللهُ الشِّـفاءَ في تُرْبَتِهِ، أَلسَّلامُ عَلى مَنِ الأِ جابَـةُ تَحْتَ قُـبَّـتِهِ، أَلسَّلامُ عَلى مَنِ الأَ ئِـمَّـةُ مِنْ ذُرِّيَّـتِـهِ ، أَلسَّلامُ عَلَى ابْنِ خاتَمِ الأَ نْبِياءِ ، أَلسَّلامُ عَلَى ابْنِ سَيِّدِ الأَوْصِياءِ ، أَلسَّلامُ عَلَى ابْنِ فاطِمَةَ الزَّہْرآءِ ، أَلسَّلامُ عَلَى ابْنِ خَديجَةَ الْكُبْرى، أَلسَّلامُ عَلَى ابْنِ سِدْرَةِ اَلْمُنْتَهى، أَلسَّلامُ عَلَى ابْنِ جَنَّةِ الْـمَـأْوى، أَلسَّلامُ عَلَى ابْنِ زَمْـزَمَ وَ الصَّـفا، أَلسَّلامُ عَلَى اَلْمُرَمَّلِ بِالدِّماءِ، أَلسَّلامُ عَلَى اَلْمَہْتُوكِ الْخِباءِ ، أَلسَّلامُ عَلى خامِسِ أَصْحابِ الْكِساءِ، أَلسَّلامُ عَلى غَريبِ الْغُرَباءِ ، أَلسَّلامُ عَلى شَهيدِ الشُّهَدآءِ ، أَلسَّلامُ عَلى قَتيلِ الأَدْعِياءِ ، أَلسَّلامُ عَلى ساكِنِ كَرْبَلاءَ ، أَلسَّلامُ عَلى مَنْ بَكَتْهُ مَلائِكَةُ السَّماءِ، أَلسَّلامُ عَلى مَنْ ذُرِّيَّتُهُ الأَزْكِياءُ ، أَلسَّلامُ عَلى يَعْسُوبِ الدّينِ ، أَلسَّلامُ عَلى مَنازِلِ الْبَراہينِ ، أَلسَّلامُ عَلَى الأَئِمَّةِ السّاداتِ ، أَلسَّلامُ عَلَى اَلْجُيُوبِ اَلْمُضَرَّجاتِ، أَلسَّلامُ عَلَى الشِّفاهِ الذّابِلاتِ، أَلسَّلامُ عَلَى النُّفُوسِ اَلْمُصْطَلَماتِ ، أَلسَّلامُ عَلَى الأَرْواحِ اَلْمُخْتَلَساتِ ، أَلسَّلامُ عَلَى الأَجْسادِ الْعارِياتِ، أَلسَّلامُ عَلَى اَلْجُسُومِ الشّاحِباتِ، أَلسَّلامُ عَلَى الدِّماءِ السّآئِلاتِ ، أَلسَّلامُ عَلَى الأَعْضاءِ اَلْمُقَطَّعاتِ، أَلسَّلامُ عَلَى الرُّؤُوسِ اَلْمُشالاتِ، أَلسَّلامُ عَلَى النِّسْوَةِ الْبارِزاتِ، أَلسَّلامُ عَلى حُجَّةِ رَبِّ الْعالَمينَ، أَلسَّلامُ عَلَيْكَ وَ عَلى ابآئِكَ الطّاہِرينَ، أَلسَّلامُ عَلَيْكَ وَ عَلى أَبْنآئِكَ اَلْمُسْتَشْهَدينَ، أَلسَّلامُ عَلَيْكَ وَ عَلى ذُرِّيَّتِكَ النّـاصِرينَ، أَلسَّلامُ عَلَيْكَ وَ عَلَى اَلْمَلآئِكَةِ اَلْمُضاجِعينَ، أَلسَّلامُ عَلَى الْقَتيلِ اَلْمَظْلُومِ، أَلسَّلامُ عَلى أَخيهِ اَلْمَسْمُومِ ، أَلسَّلامُ عَلى عَلِيّ الْكَبيرِ، أَلسَّلامُ عَلَى الرَّضيـعِ الصَّغيرِ، أَلسَّلامُ عَـلَى الأَبْدانِ السَّليبَةِ، أَلسَّلامُ عَلَى الْعِتْرَةِ الْقَريبَةِ، أَلسَّلامُ عَلَى اَلْمُجَدَّلينَ فِى الْفَلَواتِ، أَلسَّلامُ عَلَى النّازِحينَ عَنِ الأَوْطانِ، أَلسَّلامُ عَلَى اَلْمَدْفُونينَ بِلا أَكْفان ، أَلسَّلامُ عَلَى الرُّؤُوسِ اَلْمُفَرَّقَةِ عَنِ الأَبْدانِ، أَلسَّلامُ عَلَى اَلْمُحْتَسِبِ الصّابِرِ، أَلسَّلامُ عَلَى اَلْمَظْلُومِ بِلا ناصِر، أَلسَّلامُ عَلى ساكِنِ التُّرْبَةِ الزّاكِيَةِ، أَلسَّلامُ عَلى صاحِبِ الْقُبَّةِ السّامِيَةِ،

أَلسَّلامُ عَلى مَنْ طَهَّرَهُ الْجَليلُ، أَلسَّلامُ عَلى مَنِ افْتَخَرَ بِهِ جَبْرَئيلُ، أَلسَّلامُ عَلى مَنْ ناغاهُ فِي الْمَهْدِ ميكائيلُ، أَلسَّلامُ عَلى مَنْ نُكِثَتْ ذِمَّـتُهُ، أَلسَّلامُ عَلى مَنْ هُتِكَتْ حُرْمَتُهُ، أَلسَّلامُ عَلى مَنْ أُريقَ بِالظُّـلْمِ دَمُهُ، أَلسَّلامُ عَلَى الْمُغَسَّلِ بِدَمِ الْجِراحِ، أَلسَّلامُ عَلَى الْمُجَـرَّعِ بِكَأْساتِ الرِّماحِ أَلسَّلامُ عَلَى الْمُضامِ الْمُسْتَباحِ، أَلسَّلامُ عَلَى الْمَنْحُورِفِى الْوَرى، أَلسَّلامُ عَلى مَنْ دَفَنَهُ أَهْلُ الْقُرى، أَلسَّلامُ عَلَى الْمَقْطُوعِ الْوَتينِ، أَلسَّلامُ عَلَى الْمُحامي بِلا مُعينٍ، أَلسَّلامُ عَلَى الشَّيْبِ الْخَضيبِ، أَلسَّلامُ عَلَى الْخَدِّ التَّريبِ، أَلسَّلامُ عَلَى الْبَدَنِ السَّليبِ، أَلسَّلامُ عَلَى الثَّغْرِ الْمَقْرُوعِ بِالْقَضيبِ، أَلسَّلامُ عَلَى الرَّأْسِ الْمَرْفُوعِ، أَلسَّلامُ عَلَى الْأَجْسامِ الْعارِيَةِ فِى الْفَلَواتِ، تَنْـهَشُهَا الذِّئابُ الْعادِياتُ، وَ تَخْتَلِفُ إِلَيْهَا السِّباعُ الضّـارِياتُ، أَلسَّلامُ عَلَيْكَ يا مَوْلايَ وَ عَلَى الْمَلائِكَةِ الْمُرَفْرِفينَ حَوْلَ قُبَّتِكَ، الْحافّينَ بِتُرْبَتِكَ، الطّـائِفينَ بِعَرْصَتِكَ، الْوارِدينَ لِزِيارَتِكَ، أَلسَّلامُ عَلَيْكَ فَإِنّي قَصَدْتُ إِلَيْكَ، وَرَجَوْتُ الْفَوْزَ لَدَيْكَ، أَلسَّلامُ عَلَيْكَ سَلامَ الْعارِفِ بِحُرْمَتِكَ، الْمُخْلِصِ في وِلايَـتِكَ، الْمُتَقَرِّبِ إِلَى اللهِ بِمَحَبَّـتِكَ، الْبَريءِ مِنْ أَعْدآئِـكَ، سَلامَ مَنْ قَلْبُهُ بِمُصابِكَ مَقْرُوحٌ، وَ دَمْعُهُ عِنْدَ ذِكْرِكَ مَسْفُوحٌ، سَلامَ الْمَفْجُوعِ الْحَزينِ، الْوالِهِ الْمُسْتَكينِ، سَلامَ مَنْ لَوْ كانَ مَعَكَ بِالطُّفُوفِ، لَوَقاكَ بِنَفْسِهِ حَدَّ السُّيُوفِ، وَبَذَلَ حُشاشَتَهُ دُونَكَ لِلْحُتُوفِ، وَجاهَدَ بَيْنَ يَدَيْكَ، وَنَصَرَكَ عَلى مَنْ بَغى عَلَيْكَ، وَفَداكَ بِرُوحِهِ وَجَسَدِهِ وَمالِهِ وَوَلَدِهِ، وَرُوحُهُ لِرُوحِكَ فِدآءٌ، وَ أَهْلُهُ لِأَهْلِكَ وِقآءٌ، فَلَئِنْ أَخَّرَتْنِى الدُّهُورُ، وَ عاقَني عَنْ نَصْرِكَ الْمَقْدُورُ، وَلَمْ أَكُنْ لِمَنْ حارَبَكَ مُحارِباً، وَلِمَنْ

نَصَبَ لَكَ الْع داوَةَ مُناصِباً، فَلَأَنْدُبَنَّكَ صَباحاً وَ مَسآءً، وَ لَأَبْكِيَنَّ لَكَ بَدَلَ الدُّمُوعِ دَماً، حَسْرَةً عَلَيْكَ، وَتَأَسُّفاً عَلى ما دَهاكَ وَتَلَهُّفاً، حَتّى أَمُوتَ

بِلَوْعَةِ &nb30;الْمُصابِ، وَ غُصَّةِ الْاِكْتِيابِ، أَشْهَدُ أ نّ;1614+&كَ قَدْ أَقَمْتَ الصَّلوةَ، وَ اتَيْتَ الزَّكوةَ، وَ أَمَرْتَ بِالْمَعْرُوفِ، وَنَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْعُدْوانِ، وَ

أَطَعْتَ اللهَ وَ ما عَصَيْتَهُ، وَ تَمَسَّكْتَ &n"3p;بِهِ وَبِحَبْلِهِ فَأَرْضَيْتَهُ، وَخَشيتَهُ وَراقَبْ◌ ه وَ اسْتَجَبْتَهُ، وَ سَنَنْتَ السُّنَنَ، وَ أَطْفَأْتَ الْفِتَنَ، وَ دَعَوْتَ إِلَى الرَّشادِ، وَ

أَوْضَحْتَ سُبُلَ السَّدادِ، وَجاهَدْتَ فِى اللهِ حَقَّ الْجِهادِ، وَ كُنْتَ للهِ طائِعاً، وَلِجَدِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ الِهِ تابِعاً، وَلِقَوْلِ أَبيكَ سامِعاً، وَإِلى وَصِيَّةِ أَخيكَ مُسارِعاً، وَلِعِمادِ الدّينِ رافِعاً، وَ لِلطُّغْيانِ قامِعاً، وَ لِلطُّغاةِ مُقـارِعاً، وَلِلْأُمَّةِ ناصِحاً، وَفي غَمَراتِ الْمَوْتِ سابِحاً، وَلِلْفُسّاقِ مُكافِحاً، وَ بِحُجَجِ اللهِ قآئِماً، وَلِـلْاِسْلامِ وَ الْمُسْلِمينَ راحِماً، وَلِلْحَقِّ ناصِراً، وَعِنْدَ الْبَلآءِ صابِراً، وَلِلدّينِ كالِئاً، وَ عَنْ حَوْزَتِهِ مُرامِياً، تَحُوطُ الْهُدى وَتَنْصُرُهُ، وَتَبْسُطُ الْعَدْلَ وَتَنْشُرُهُ، وَتَنْصُرُ الدّينَ وَتُظْهِرُهُ، وَ تَكُفُّ الْعابِثَ وَتَزْجُرُهُ، وَتَأْخُذُ لِلدَّنِيِّ مِنَ الشَّريفِ، وَ تُساوي فِى الْحُكْمِ بَيْنَ الْقَوِيِّ وَ الضَّعيفِ، كُنْتَ رَبيعَ الْأَيْتامِ، وَعِصْمَةَ الْأَنامِ، وَعِزَّ الْاِسْلامِ، وَمَعْدِنَ الْأَحْكامِ، وَ حَليفَ الْاِنْعامِ، سالِكاً طَرآئِقَ جَدِّكَ وَأَبيكَ ◌ مُشْبِهاً فِى الْوَصِيَّةِ لِأَخيـكَ، وَفِيَّ الذِّمَـمِ، رَضِيَّ الشِّيَمِ، ظاهِرَ الْكَرَمِ، مُتَهَجِّداً فِى الظُّلَمِ، قَويمَ الطَّرآئِقِ، كَريمَ الْخَلائِقِ، عَظيمَ السَّوابِقِ، شَريفَ النَّسَبِ، مُنيفَ الْحَسَبِ، رَفيعَ الرُّتَبِ، كَثيرَ الْمَناقِبِ، مَحْمُودَ الضَّرآئِبِ، جَزيلَ الْمَواهِبِ، حَليمٌ رَشيدٌ مُنيبٌ، جَوادٌ عَليمٌ شَديدٌ، إِمامٌ شَهيدٌ، أَوّاهٌ مُنيبٌ، حَبيبٌ مَهيبٌ، كُنْتَ لِلرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ الِهِ وَلَداً، وَلِلْقُرْءانِ سَنَداً]مُنْقِذاً : خل] وَلِلْأُمَّةِ عَضُداً، وَفِى الطّاعَةِ مُجْتَهِداً، حافِظاً لِلْعَهْدِ وَالْميثاقِ، ناكِباً عَنْ سُبُلِ الْفُسّاقِ وَ :خل باذِلاً لِلْمَجْهُودِ، طَويلَ الرُّكُوعِ وَ السُّجُودِ، زاهِداً فِى الدُّنْيا زُهْدَ الرّاحِلِ عَنْها، ناظِراً إِلَيْها بِعَيْنِ الْمُسْتَوْحِشينَ مِنْها، امالُكَ عَنْها مَكْفُوفَةٌ، وَ هِمَّتُكَ عَنْ زينَتِها مَصْرُوفَةٌ، وَ أَلْحاظُكَ عَنْ بَهْجَتِها مَطْرُوفَةٌ، وَرَغْبَتُكَ فِى الْأخِرَةِ مَعْرُوفَةٌ، حَتّـى إِذَا الْجَوْرُ مَدَّ باعَهُ، وَ أَسْفَرَ الظُّلْمُ قِناعَهُ، وَدَعَا الْغَيُّ أَتْباعَهُ، وَأَنْتَ في حَرَمِ جَدِّكَ قاطِنٌ، وَ لِلظّـالِمينَ مُبايِنٌ، جَليسُ الْبَيْتِ وَ الْمِحْرابِ، مُعْتَزِلٌ عَنِ اللَّـذّاتِ وَ الشَّـهَواتِ، تُنْكِرُ الْمُنْكَرَ بِقَلْبِـكَ وَ لِسانِكَ، عَلى حَسَبِ طاقَتِكَ وَإِمْكانِكَ، ثُمَّ اقْتَضاكَ الْعِلْمُ لِـلْاِنْكارِ، وَ لَزِمَكَ أَلْزَمَكَ ◌:ظ أَنْ تُـجاهِدَ الْـفُجّارَ، فَسِـرْتَ في أَوْلادِكَ وَأَهـاليكَ، وَ شيعَـتِكَ وَ مَواليكَ، وَصَدَعْتَ بِالْحَقِّ وَ الْبَيِّـنَـةِ، وَ دَعَوْتَ إِلَى اللهِ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ، وَ أَمَرْتَ بِإِقامَةِ الْحُدُودِ، وَ الطّاعَةِ لِلْمَعْبُودِ، وَنَهَيْتَ عَنِ الْخَبآئِثِ وَ الطُّـغْيانِ، وَ واجَهُـوكَ بِالظُّـلْمِ وَ الْعُـدْوانِ، فَجاهَدْتَهُمْ بَعْدَ الْأَيعازِ لَهُمُ الْأَيعادِ إِلَيْهِمْ : خل، وَ تَأْكيدِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ، فَنَكَثُوا ذِمامَكَ وَ بَيْعَتَكَ، وَ أَسْخَطُوا رَبَّكَ وَ جَدَّكَ، وَبَدَؤُوكَ بِالْحَرْبِ، فَثَبَتَّ لِلطَّعْنِ وَالضَّرْبِ، وَ طَحَنْتَ جُنُودَ الْفُجّارِ، وَاقْتَحَمْتَ قَسْطَلَ الْغُبارِ، مُجالِداً بِذِى الْفَقارِ، كَأَنَّكَ عَلِيٌّ الْمُخْتارُ، فَلَمّا رَأَوْكَ ثابِتَ الْجاشِ، غَيْرَ خآئِفٍ وَ لا خاشٍ، نَصَبُوا لَكَ غَوآئِلَ مَكْرِهِمْ، وَ قاتَلُوكَ بِكَيْدِهِمْ وَ شَرِّهِمْ، وَ أَمَرَ اللَّعينُ جُنُودَهُ، فَمَنَعُوكَ الْمآءَ وَ وُرُودَهُ، وَ ناجَزُوكَ الْقِتالَ، وَ عاجَلُوكَ النِّزالَ، وَ رَشَقُوكَ بِالسِّهامِ وَ النِّبالِ، وَبَسَطُوا إِلَيْكَ أَكُفَّ الْاِصْطِلامِ، وَلَمْ يَرْعَوْا لَكَ ذِماماً، وَ لاراقَبُوا فيكَ أَثاماً، في قَتْلِهِمْ أَوْلِيآءَكَ، وَنَهْبِهِمْ رِحالَكَ، وَأَنْتَ مُقَدَّمٌ فِى الْهَبَواتِ، وَ مُحْتَمِلٌ لِلْأَ◌ذِيّاتِ، قَدْ عَجِبَتْ مِنْ صَبْرِكَ مَلآئِكَةُ السَّماواتِ، فَأَحْدَقُوا بِكَ مِنْ كُلِّ ◌الْجِهاتِ، وَ أَثْخَنُوكَ بِالْجِراحِ، وَحالُوا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الرَّواحِ، وَلَمْ يَبْقَ لَكَ ناصِرٌ، وَأَنْتَ مُحْتَسِبٌ صابِرٌ، تَذُبُّ عَنْ نِسْوَتِكَ وَأَوْلادِكَ، حَتّى نَكَسُوكَ عَنْ جَوادِكَ، فَهَوَيْتَ إِلَى الْأَرْضِ جَريحاً، تَطَؤُكَ الْخُيُولُ بِحَوافِرِها، وَ تَعْلُوكَ الطُّغاةُ بِبَواتِرِها، قَدْ رَشَحَ لِلْمَوْتِ جَبينُكَ، وَ اخْتَلَفَتْ بِالْاِنْقِباضِ وَ الْاِنْبِساطِ شِمالُكَ وَيَمينُكَ، تُديرُ طَرْفاً خَفِيّاً إِلى رَحْلِكَ وَبَيْتِكَ، وَقَدْ شُغِلْتَ بِنَفْسِكَ ◌عَنْ وُلْدِكَ وَأَهاليكَ، وَأَسْرَعَ فَرَسُكَ شارِداً، إِلى خِيامِكَ قاصِداً، مُحَمْحِماً باكِياً، فَلَمّا رَأَيْنَ النِّسآءُ جَوادَكَ مَخْزِيّاً، وَ نَظَرْنَ سَرْجَكَ عَلَيْهِ مَلْوِيّاً، بَرَزْنَ مِنَ الْخُدُورِ، ناشِراتِ الشُّعُورِ عَلَى الْخُدُودِ، لاطِماتِ الْوُجُوهِ سافِراتٍ، وَ بِالْعَويلِ داعِياتٍ، وَبَعْدَ الْعِزِّ مُذَلَّلاتٍ، وَإِلى مَصْرَعِكَ ◌مُبادِراتٍ، وَ الشِّمْرُ جالِسٌ عَلى صَدْرِكَ، وَمُولِغٌ سَيْفَهُ عَلى نَحْرِكَ، قابِضٌ عَلى شَيْبَتِكَ بِيَدِهِ، ذابِحٌ لَكَ بِمُهَنَّدِهِ، قَدْ سَكَنَتْ حَوآسُّكَ، وَ خَفِيَتْ أَنْفاسُكَ، وَرُفِعَ عَلَى الْقَناةِ رَأْسُكَ، وَ سُبِيَ أَهْلُكَ كَالْعَبيدِ، وَ صُفِّدُوا فِى الْحَديدِ، فَوْقَ أَقْتابِ الْمَطِيّاتِ، تَلْفَحُ وُجُوهَهُمْ حَرُّ الْهاجِراتِ، يُساقُونَ فِى الْبَراري وَالْفَلَواتِ، أَيْديهِمْ مَغْلُولَةٌ إِلَى الْأَعْناقِ، يُطافُ بِهِمْ فِى الْأَسْواقِ، فَالْوَيْلُ لِلْعُصاةِ الْفُسّاقِ، لَقَدْ قَتَلُوا بِقَتْلِكَ ◌الْاِسْلامَ، وَ عَطَّلُوا الصَّلوةَ وَ الصِّيامَ، وَ نَقَضُوا السُّنَنَ وَ الْأَحْكامَ، وَهَدَمُوا قَواعِدَ الْإيمانِ، وَحَرَّفُوا اياتِ الْقُرْءانِ، وَ هَمْلَجُوا فِى الْبَغْيِ وَالْعُدْوانِ، لَقَدْ أَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ الِهِ مَوْتُوراً، وَ عادَ كِتابُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ مَهْجُوراً، وَ غُودِرَ الْحَقُّ إِذْ قُهِرْتَ مَقْهُوراً، وَ فُقِدَ بِفَقْدِكَ التَّكْبيرُ وَالتَّهْليلُ، وَالتَّحْريمُ وَالتَّحْليلُ، وَالتَّنْزيلُ وَالتَّأْويلُ، وَ ظَهَرَ بَعْدَكَ التَّغْييرُ وَالتَّبْديلُ، وَ الْاِلْحادُ وَالتَّعْطيلُ، وَ الْأَهْوآءُ وَ الْأَضاليلُ، وَ الْفِتَنُ وَ الْأَباطيلُ، فَقامَ ناعيكَ عِنْدَ قَبْرِ جَدِّكَ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ الِهِ، فَنَعاكَ إِلَيْهِ بِالدَّمْعِ الْهَطُولِ، قائِلاً يا رَسُولَ اللهِ قُتِلَ سِبْطُكَ وَ فَتاكَ، وَ اسْتُبيحَ أَهْلُكَ وَ حِماكَ، وَ سُبِيَتْ بَعْدَكَ ذَراريكَ، وَوَقَعَ الْمَحْذُورُ بِعِتْرَتِكَ وَ ذَويكَ، فَانْزَعَجَ الرَّسُولُ، وَبَكى قَلْبُهُ الْمَهُولُ، وَ عَزّاهُ بِكَ الْمَلآئِكَةُ وَ الْأَنْبِيآءُ، وَ فُجِعَتْ بِكَ أُمُّكَ الزَّهْرآءُ، وَ اخْتَلَفَتْ جُنُودُ الْمَلآئِكَةِ الْمُقَرَّبينَ، تُعَزّي أَباكَ أَميرَالْـمُـؤْمِنينَ، وَ أُقيمَتْ لَكَ الْمَـآتِمُ في أَعْلا عِلِّيّينَ، وَ لَطَمَتْ عَلَيْكَ الْحُورُ الْعينُ، وَبَكَتِ السَّمآءُ وَ سُكّانُها، وَ الْجِنانُ وَ خُزّانُها، وَ الْهِضابُ وَ أَقْطارُها، وَ الْبِحارُ وَ حيتانُها، وَمَكَّةُ وَ بُنْيانُها، :خلو الْجِنانُ وَوِلْدانُها، وَ الْبَيْتُ وَ الْمَقامُ، وَ الْمَشْعَرُ الْحَرامُ، وَ الْحِلُّ وَ الْاِحْرامُ، أَللّـهُمَّ فَبِحُرْمَةِ هذَا الْمَكانِ الْمُنيفِ، صَلِّ عَلى مُحَمَّدٍ وَ الِ مُحَمَّدٍ، وَاحْشُرْني في زُمْرَتِهِمْ، وَ أَدْخِلْنِى الْجَنَّةَ بِشَفاعَتِهِمْ، أَللّهُمَّ إِنّي أَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ يا أَسْرَعَ الْحاسِبينَ، وَيا أَكْرَمَ الْأَكْرَمينَ، وَيا أَحْكَمَ الْحاكِمينَ، بِمُحَمَّدٍ خاتَمِ النَّبِيّينَ، رَسُولِكَ إِلَى الْعالَمينَ أَجْمَعينَ، وَ بِأَخيهِ وَابْنِ عَمِّهِ الْأَنْزَعِ الْبَطينِ، الْعالِمِ الْمَكينِ، عَلِيٍّ أَميرِالْمُؤْمِنينَ، وَ بِفاطِمَةَ سَيِّدَةِ نِسآءِ الْعـالَمينَ، وَ بِالْحَسَنِ الزَّكِيِّ عِصْمَةِ الْمُتَّقينَ، وَبِأَبي عَبْدِاللهِ الْحُسَيْنِ أَكْرَمِ الْمُسْتَشْهَدينَ، وَ بِأَوْلادِهِ الْمَقْتُولينَ، وَ بِعِتْرَتِهِ الْمَظْلُومينَ، وَبِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ زَيْنِ الْعابِدينَ، وَبِمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قِبْلَةِ الْأَوّابينَ، وَ جَعْفَرِبْنِ مُحَمَّدٍ أَصْدَقِ الصّادِقينَ، وَ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ مُظْهِرِ الْبَراهينِ، وَ عَلِيِّ بْنِ مُوسى ناصِرِ الدّينِ، وَ مُحَمَّدِبْنِ عَلِيٍّ قُدْوَةِ الْمُهْتَدينَ، وَ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ أَزْهَدِ الزّاهِدينَ، وَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وارِثِ الْمُسْتَخْلَفينَ، وَالْحُجَّةِ عَلَى الْخَلْقِ أَجْمَعينَ، أَنْ تُصَلِّيَ عَلى مُحَمَّدٍ وَالِ مُحَمَّدٍ الصّادِقينَ الْأَبَرّينَ، الِ طه وَيس، وَ أَنْ تَجْعَلَني فِى الْقِيامَةِ مِنَ الْأمِنينَ الْمُطْمَئِنّينَ، الْفائِزينَ الْفَرِحينَ الْمُسْتَبْشِرينَ، أَللّهُمَّ اكْتُبْني فِى الْمُسْلِمينَ، وَ أَلْحِقْني بِالصّالِحينَ، وَاجْعَلْ لي لِسانَ صِدْقٍ فِى الْأخِرينَ، وَانْصُرْني عَلَى الْباغينَ، وَاكْفِني كَيْدَ الْحاسِدينَ، وَاصْرِفْ عَنّي مَكْرَ الْماكِرينَ، وَاقْبِضْ عَنّي أَيْدِيَ الظّالِمينَ، وَاجْمَعْ بَيْني وَبَيْنَ السّادَةِ الْمَيامينِ في أَعْلا عِلِّيّينَ، مَعَ الَّذينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّينَ وَالصِّدّيقينَ وَالشُّهَدآءِ وَالصّالِحينَ، بِرَحْمَتِكَ يا أَرْحَمَ الرّاحِمينَ، أَللّهُمَّ إِنّي أُقْسِمُ عَلَيْكَ بِنَبِيِّكَ الْمَعْصُومِ، وَ بِحُكْمِكَ الْمَحْتُومِ، وَنَهْيِكَ الْمَكْتُومِ، وَبِهذَا الْقَبْرِ الْمَلْمُومِ، الْمُوَسَّدِ في كَنَفِهِ الْاِمامُ الْمَعْصُومُ، الْمَقْتُولُ الْـمَظْلُومُ، أَنْ تَكْشِفَ ما بي مِنَ الْغُمُومِ، وَ تَصْرِفَ عَنّي شَرَّ الْقَدَرِ الْمَحْتُومِ، وَ تُجيرَني مِنَ النّارِ ذاتِ السَّمُومِ، أَللّـهُمَّ جَلِّلْني بِنِعْمَتِكَ، وَرَضِّني بِقَسْمِكَ، وَ تَغَمَّدْني بِجُودِكَ وَ كَرَمِكَ، وَ باعِدْني مِنْ مَكْرِكَ وَ نَقِمَتِكَ، أَللّهُمَّ

اعْصِمْني مِنَ الزَّلَلِ ، وَ سدِّدْني فِي الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ ، وَافْسَحْ لي في مُدَّةِ الاَجَلِ ، وَ أَعْفِني مِنَ الاَوْجاعِ وَالْعِلَلِ ، وَ بَلِّغْني بِمَوالِيَّ وَ بِفَضْلِك أَفْضَلَ الاَمَلِ ، أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلى مُحَمَّد وَ الِ مُحَمَّد وَاقْبَلْ تَوْبَتي ، وَارْحَمْ عَبْرَتي ، وَ أَقِلْني عَثْرَتي ، وَ نَفِّسْ كُرْبَتي ، وَاغْفِرْلي خَطيئَتي ، وَ أَصْلِحْ لي في ذُرِّيَّتي ، أَللّٰهُمَّ لاتَدَعْ لي في هٰذَا الْمَشْهَدِ الْمُعَظَّمِ ، وَالْمَحَلِّ الْمُكَرَّمِ ذَنْباً إِلاّ غَفَرْتَهُ ، وَ لاعَيْباً إِلاّ سَتَرْتَهُ ، وَ لاغَمّاً إِلاّ كَشَفْتَهُ ، وَ لارِزْقاً إِلاّ بَسَطْتَهُ ، وَ لاجاهاً إِلاّ عَمَرْتَهُ ، وَ لافَساداً إِلاّ أَصْلَحْتَهُ ، وَ لاأَمَلاً إِلاّ بَلَّغْتَهُ ، وَ لادُعاءً إِلاّ أَجَبْتَهُ ، وَ لامَضيقاً إِلاّ فَرَّجْتَهُ ، وَ لاشَمْلاً إِلاّ جَمَعْتَهُ ، وَ لاأَمْراً إِلاّ أَتْمَمْتَهُ ، وَ لامالاً إِلاّ كَثَّرْتَهُ ، وَ لاخُلْقاً إِلاّ حَسَّنْتَهُ ، وَ لاإِنْفاقاً إِلاّ أَخْلَفْتَهُ ، وَ لاحالاً إِلاّ عَمَرْتَهُ ، وَ لاحَسُوداً إِلاّ قَمَعْتَهُ ، وَ لاعَدُوّاً إِلاّ أَرْدَيْتَهُ ، وَ لاشَرّاً إِلاّ كَفَيْتَهُ ، وَ لامَرَضاً إِلاّ شَفَيْتَهُ ، وَ لابَعيداً إِلاّ أَدْنَيْتَهُ ، وَ لاشَعَثاً إِلاّ لَمَمْتَهُ ، وَ لا سُؤالاً سُؤْلا: ظ إِلاّ أَعْطَيْتَهُ ، أَللّٰهُمَّ إِنّي أَسْئَلُكَ خَيْرَ الْعاجِلَةِ ، وَثَوابَ الاْجِلَةِ ، أَللّٰهُمَّ أَغْنِني بِحَلالِكَ عَنِ الْحَرامِ ، وَ بِفَضْلِكَ ◌عَنْ جَميعِ الاَنامِ ، أَللّٰهُمَّ إِنّي أَسْئَلُكَ عِلْماً نافِعاً ، وَ قَلْباً خاشِعاً ، وَيَقيناً شافِياً ، وَ عَمَلاً زاكِياً ، وَ صَبْراً جَميلاً ، وَ أَجْراً جَزيلاً ، أَللّٰهُمَّ ارْزُقْني شُكْرَ نِعْمَتِكَ عَلَيَّ ، وَزِدْ في إِحْسانِكَ وَ كَرَمِكَ إِلَيَّ ، وَاجْعَلْ قَوْلي فِي النّاسِ مَسْمُوعاً ، وَ عَمَلي عِنْدَكَ مَرْفُوعاً ، وَ أَثَري فِي الْخَيْراتِ مَتْبُوعاً ، وَ عَدُوّي مَقْمُوعاً ، أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلى مُحَمَّد وَ الِ مُحَمَّد الاَخْيارِ ، في اناءِ اللَّيْلِ وَ أَطْرافِ النَّهارِ ، وَاكْفِني شَرَّ الاَشْرارِ ، وَ طَهِّرْني مِنَ الذُّنُوبِ وَ الاَوْزارِ ، وَ أَجِرْني مِنَ النّارِ ، وَ أَحِلَّني دارَالْقَرارِ ، وَ اغْفِرْلي وَ لِجَميعِ إِخْواني فيكَ وَ أَخَواتِيَ الْمُؤْمِنينَ وَ الْمُؤْمِناتِ ، بِرَحْمَتِكَ يا أَرْحَمَ الرّاحِمينَ.

پھر رو به قبله ہوں اور دو رکعت نماز پڑھیں : پہلی رکعت میں "سوره انبیاء" اور دوسری رکعت میں "سوره حشر" اور قنوت میں یه دعا پڑھیں:

لاإِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ الْحَليمُ الْكَريمُ ، لاإِلٰهَ إِلاَّاللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظيمُ ، لاإِلٰهَ إِلاَّاللّٰهُ رَبُّ السَّماواتِ السَّبْعِ وَ الاَرَضينَ السَّبْعِ ، وَ ما فيهِنَّ وَ ما بَيْنَهُنَّ ، خِلافاً لاَعْدآئِهِ ، وَ تَكْذيباً لِمَنْ عَدَلَ بِهِ ، وَ إِقْراراً لِرُبُوبِيَّتِهِ ، وَ خُضُوعاً لِعِزَّتِهِ ، الاَوَّلُ بِغَيْرِ أَوَّلٍ ، وَالاْخِرُ إِلى غَيْرِ اخِرٍ ، الظّاهِرُ عَلى كُلِّ شَيْء بِقُدْرَتِهِ ، الْباطِنُ دُونَ كُلِّ شَيْء بِعِلْمِهِ وَ لُطْفِهِ ، لا تَقِفُ الْعُقُولُ عَلى كُنْهِ عَظَمَتِهِ ، وَ لاتُدْرِكُ الاَوْهامُ حَقيقَةَ ماهِيَّتِهِ ، وَ لاتَتَصَوَّرُ الاَنْفُسُ مَعانِيَ كَيْفِيَّتِهِ ، مُطَّلِعاً عَلَى الضَّمآئِرِ ، عارِفاً بِالسَّرآئِرِ ، يَعْلَمُ خائِنَةَ الاَعْيُنِ وَ ما تُخْفِي الصُّدُورُ ، أَللّٰهُمَّ إِنّي أُشْهِدُكَ عَلى تَصْديقي رَسُولَكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ الِهِ وَ إيماني بِهِ ، وَ عِلْمي بِمَنْزِلَتِهِ ، وَ إِنّي أَشْهَدُ أَنَّهُ النَّبِيُّ الَّذي نَطَقَتِ الْحِكْمَةُ بِفَضْلِهِ ، وَ بَشَّرَتِ الاَ نْبِيآءُ بِهِ ، وَ دَعَتْ إِلَى الاِقْرارِ بِما جآءَ بِهِ ، وَ حَثَّتْ عَلى تَصْديقِهِ ، بِقَوْلِهِ تَعالى: «اَلَّذي يَجِدُونَهُ مَكْتُوباً عِنْدَهُمْ فِي التَّوْريةِ وَ الاِنْجيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهيهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّباتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبائِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَ الاَغْلالَ الَّتي كانَتْ عَلَيْهِمْ» ، فَصَلِّ عَلى مُحَمَّد رَسُولِكَ إِلَى الثَّقَلَيْنِ ، وَ سَيِّدِ الاَنْبِيآءِ الْمُصْطَفَيْنَ ، وَ عَلى أَخيهِ وَ ابْنِ عَمِّهِ ، اللَّذَيْنِ لَمْ يُشْرِكا بِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ أَبَداً ، وَ عَلى فاطِمَةَ الزَّهْرآءِ سَيِّدَةِ نِسآءِ الْعالَمينَ ، وَ عَلى سَيِّدَيْ شَبابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ ، صَلاةً خالِدَةَ الدَّوامِ ، عَدَدَ قَطْرِ الرِّهامِ ، وَ زِنَةَ الْجِبالِ وَ الاَكامِ ، ما أَوْرَقَ السَّلامُ ، وَ اخْتَلَفَ الضِّيآءُ وَ الظَّلامُ ، وَ عَلى الِهِ الطّاهِرينَ ، الاَئِمَّةِ الْمُهْتَدينَ ، الذّآئِدينَ عَنِ الدّينِ ، عَلِيٍّ وَ مُحَمَّد وَ جَعْفَرٍ وَ مُوسى وَ عَلِيٍّ وَ مُحَمَّد وَ عَلِيٍّ وَالْحَسَنِ وَ الْحُجَّةِ الْقَوّامِ بِالْقِسْطِ ، وَ سُلالَةِ السِّبْطِ ، أَللّٰهُمَّ إِنّي أَسْئَلُكَ بِحَقِّ هٰذَا الاِمامِ فَرَجاً قَريباً ، وَ صَبْراً جَميلاً ، وَ نَصْراً عَزيزاً ، وَ غِنىً عَنِ الْخَلْقِ ، وَ ثَباتاً فِي الْهُدى ، وَ التَّوْفيقَ لِما تُحِبُّ وَ تَرْضى ، وَ رِزْقاً واسِعاً حَلالاً طَيِّباً ، مَريئاً داراً سآئِغاً ، فاضِلاً مُفَضِّلاً صَبّاً صَبّاً ، مِنْ غَيْرِ كَدٍّ وَ لا نَكَدٍ ، وَ لا مِنَّة مِنْ أَحَد ، وَ عافِيَةً مِنْ كُلِّ بَلآء وَ سُقْم وَ مَرَض ، وَ الشُّكْرَ عَلَى الْعافِيَةِ وَ النَّعْمآءِ ، وَ إِذا جآءَ الْمَوْتُ فَاقْبِضْنا عَلى أَحْسَنِ ما يَكُونُ لَكَ طاعَةً ، عَلى ما أَمَرْتَنا مُحافِظينَ حَتّى تُؤَدِّيَنا إِلى جَنّاتِ النَّعيمِ ، بِرَحْمَتِكَ يا أَرْحَمَ الرّاحِمينَ ، أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلى مُحَمَّد وَ الِ مُحَمَّد ، وَ أَوْحِشْني مِنَ الدُّنْيا وَ انِسْني بِالاْخِرَةِ ، فَإِنَّهُ لايُوحِشُ مِنَ الدُّنْيا إِلاّ خَوْفُكَ ، وَ لايُؤْنِسُ بِالاْخِرَةِ إِلاّ رَجآؤُكَ ، أَللّٰهُمَّ لَكَ الْحُجَّةُ لاعَلَيْكَ ، وَ إِلَيْكَ الْمُشْتَكى لامِنْكَ ◌ ، فَصَلِّ عَلى مُحَمَّد وَ الِهِ وَ أَعِنّي عَلى نَفْسِيَ الظّالِمَةِ الْعاصِيَةِ ، وَ شَهْوَتِيَ الْغالِبَةِ ، وَاخْتِمْ لي بِالْعافِيَةِ ، أَللّٰهُمَّ إِنَّ اسْتِغْفاري إِيّاكَ وَ أَنَا مُصِرٌّ عَلى مانَهَيْتَ قِلَّةُ حَيآء ، وَ تَرْكِيَ الاِسْتِغْفارَ مَعَ عِلْمي بِسَعَةِ حِلْمِكَ تَضْييعٌ لِحَقِّ الرَّجآءِ ، أَللّٰهُمَّ إِنَّ ذُنُوبي تُؤْيِسُني أَنْ أَرْجُوكَ ، وَ إِنَّ عِلْمي بِسَعَةِ رَحْمَتِكَ يَمْنَعُني أَنْ أَخْشاكَ ، فَصَلِّ عَلى مُحَمَّد وَ الِ مُحَمَّد ، وَ صَدِّقْ رَجآئي لَكَ ، وَ كَذِّبْ خَوْفي مِنْكَ ، وَ كُنْ لي عِنْدَ أَحْسَنِ ظَنّي بِكَ يا أَكْرَمَ الاَكْرَمينَ ، أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلى مُحَمَّد وَ الِ مُحَمَّد وَ أَيِّدْني بِالْعِصْمَةِ ، وَ أَنْطِقْ لِساني بِالْحِكْمَةِ ، وَ اجْعَلْني مِمَّنْ يَنْدَمُ عَلى ما ضَيَّعَهُ في أَمْسِهِ ، وَ لايَغْبَنُ حَظَّهُ في يَوْمِهِ ، وَ لا يَهُمُّ لِرِزْقِ غَدِهِ ، أَللّٰهُمَّ إِنَّ الْغَنِيَّ مَنِ اسْتَغْنى بِكَ وَ افْتَقَرَ إِلَيْكَ ، وَ الْفَقيرَ مَنِ اسْتَغْنى بِخَلْقِكَ عَنْكَ ، فَصَلِّ عَلى مُحَمَّد وَ الِ مُحَمَّد ، وَ أَغْنِني عَنْ خَلْقِكَ بِكَ ، وَ اجْعَلْني مِمَّنْ لا يَبْسُطُ كَفّاً إِلاّ إِلَيْكَ ، أَللّٰهُمَّ إِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ قَنَطَ وَ أَمامَهُ التَّوْبَةُ وَ وَرآءَهُ الرَّحْمَةُ ، وَ إِنْ كُنْتُ ضَعيفَ الْعَمَلِ فَإِنّي في رَحْمَتِكَ قَوِيُّ الاَمَلِ ، فَهَبْ لي ضَعْفَ عَمَلي لِقُوَّةِ أَمَلي ، أَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنْ ما في عِبادِكَ مَنْ هُوَ أَقْسى قَلْباً مِنّي وَ أَعْظَمُ مِنّي ذَنْباً ، فَإِنّي أَعْلَمُ أَنَّهُ لامَوْلى أَعْظَمُ مِنْكَ طَوْلاً ، وَ أَوْسَعُ رَحْمَةً وَ عَفْواً ، فَيامَنْ هُوَ أَوْحَدُ في رَحْمَتِهِ ، إِغْفِرْ لِمَنْ لَيْسَ بِأَوْحَدَ في خَطيئَتِهِ ، أَللّٰهُمَّ إِنَّكَ أَمَرْتَنا فَعَصَيْنا ، وَ نَهَيْتَ فَمَا انْتَهَيْنا ، وَ ذَكَّرْتَ فَتَناسَيْنا ، وَ بَصَّرْتَ فَتَعامَيْنا ، وَ حَذَّرْتَ فَتَعَدَّيْنا ، وَ ما كانَ ذٰلِكَ جَزآءَ إِحْسانِكَ إِلَيْنا ، أَنْتَ أَعْلَمُ بِما أَعْلَنّا وَ أَخْفَيْنا ، وَ أَخْبَرُ بِما نَأْتي وَ ما أَتَيْنا ، فَصَلِّ عَلى مُحَمَّد وَ الِ مُحَمَّد وَ لاتُؤاخِذْنا بِما أَخْطَأْنا وَ نَسينا ، وَ هَبْ لَنا حُقُوقَكَ ◌ لَدَيْنا ، وَ أَتِمَّ إِحْسانَكَ إِلَيْنا ، وَ أَسْبِلْ رَحْمَتَكَ عَلَيْنا ، أَللّٰهُمَّ إِنّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِهٰذَا الصِّدّيقِ الاِمامِ ، وَ نَسْئَلُكَ بِالْحَقِّ الَّذي جَعَلْتَهُ لَهُ وَ لِجَدِّهِ رَسُولِكَ وَ لاَبَوَيْهِ عَلِيٍّ وَ فاطِمَةَ ، أَهْلِ بَيْتِ الرَّحْمَةِ ، إِدْرارَ الرِّزْقِ الَّذي بِهِ قِوامُ حَياتِنا ، وَ صَلاحُ أَحْوالِ عِيالِنا ، فَأَنْتَ الْكَريمُ الَّذي تُعْطي مِنْ سَعَة ، وَ تَمْنَعُ مِنْ قُدْرَة ، وَ نَحْنُ نَسْئَلُكَ مِنَ الرِّزْقِ مايَكُونُ صَلاحاً لِلدُّنْيا ، وَ بَلاغاً لِلاْخِرَةِ ، أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلى مُحَمَّد وَ الِ مُحَمَّد ، وَ اغْفِرْلَنا وَ لِوالِدَيْنا ، وَ لِجَميعِ الْمُؤْمِنينَ وَ الْمُؤْمِناتِ ، وَ الْمُسْلِمينَ وَ الْمُسْلِماتِ ، الاَحْياءِ مِنْهُمْ وَالاَمْواتِ ، وَ اتِنا فِي الدُّنْيا حَسَنَةً وَفِي الاْخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنا عَذابَ النّارِ.

اور جب نماز تمام کرلیں اور تسبیح پڑھنا چاہیں تو اپنے رخسار کو مٹی پر رکھیں اور چالیس مرتبه کہیں:

سُبْحانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لاإِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ.

اور پرورد گار عالم سے طلب کریں که گناہوں کو بخش دے ، مہلکوں سے نجات دے ، نیک اعمال کی توفیق عطا کرے اور جس کو خدا کی بارگاہ میں آنحضرت (ص) کی وسیله سے حاصل کیا ہے اور جو آبرو اس کے نزدیک میسر ہوئی ہے قبول کرلے اور پھر حضرت کے سرہانے پہلے بیان کئے گئے طریقه کے مطابق دو رکعت نماز ادا کرے اور اپنے کو قبر پر گرادیں اسے بوسه دیں اور کہیں :

زادَ اللّٰهُ في شَرَفِكُمْ ، وَالسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكاتُهُ .

اور اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے یا جس کے لئے بھی چاہتے ہوں دعا کریں۔

شہادت حسین پر آسمان کا نوحه

شہادت حسین رضی الله عنه تاریخ انسانی کا ایک غیر معمولی واقعه ہے که پیغمبر کے پیروکاروں نے اپنے نبی صلی الله علیه وآله وسلم کے نواسے کو بیدردی سے شہید کر کے اس کا سر اقدس نیزے پر سجایا۔ یہی نہیں خاندان رسول صلی الله علیه وآله وسلم کے شہزادوں اور اصحاب حسین کو بھی اپنے انتقام کا نشانه بنا کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کا جرم یه تھا که وہ ایک فاسق اور فاجر کی بیعت کر کے دین میں تحریف کے مرتکب نہیں ہوئے تھے، انہوں نے اصولوں پر باطل کے ساتھ سمجھوتے سے صاف انکار کردیا تھا۔ انہوں نے آمریت اور ملوکیت کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا تھا، انہوں نے انسان کے بنیادی حقوق کے غاصبوں کی حکومت کی توثیق کرنے کی بزدلی نہیں دکھائی تھی۔ حسین ابن علی رضی الله عنه اور ان کے 72 جان نثاروں کے خون سے کربلا کی ریت ہی سرخ نہیں ہوئی، بلکه اس سرخی نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

محدثین بیان کرتے ہیں که امام عالی مقام کی شہادت پر نه صرف دنیا روئی، زمین و آسمان نے بھی آنسو بہائے، شہادت حسین پر آسمان بھی نوحه کناں تھا انسان تو انسان جنات نے بھی مظلوم کربلا کی نوحه خوانی کی۔ محدثین بیان کرتے ہیں که نواسه رسول صلی الله علیه وآله وسلم کی شہادت کے وقت بیت

ترتیب و تدوین: سید قمر علی عباس بخاری qbukhari@yahoo.com

المقدس میں جو پتھر اٹھایا گیا اس کے نیچے سے خون نکلا، شہادت حسین کے بعد ملک شام میں بھی جس پتھر کو ہٹایا گیا اس کے نیچے سے خون کا چشمہ ابل پڑا۔ محدثین کا کہنا ہے کہ شہادت حسین پر پہلے آسمان سرخ ہوگیا۔ پھر سیاہ ہوگیا۔ ستارے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے یوں لگتا تھا جیسے کائنات ٹکرا کر ختم ہوجائے گی یوں لگا جیسے قیامت قائم ہوگئی ہو دنیا پر اندھیرا چھا گیا۔

1۔ امام طبرانی نے ابوقبیل سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ :

لما قتل الحسين بن علي انكسفت الشمس كسفة حتي بدت الكواكب نصف النهار حتي ظننا أنها هي

جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو سورج کو شدید گہن لگ گیا حتی کہ دوپہر کے وقت تارے نمودار ہوگئے یہاں تک کہ انہیں اطمینان ہونے لگا کہ یہ رات ہے۔

مجمع الزوائد، 9 : 197

معجم الکبیر، ح : 2838

2۔ امام طبرانی نے معجم الکبیر میں جمیل بن زید سے روایت کی ہے انہوں نے کہا!

لما قتل الحسين احمرت السماء

جب حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو آسماں سرخ ہوگیا۔

معجم الکبیر، ح : 2837

مجمع الزوائد، 9 : 197

3۔ عیسی بن حارث الکندی سے مروی ہے کہ :

لما قتل الحسين مكثنا سبعة أيام اذا صلينا العصر نظرنا الي الشمس علي أطراف الحيطان كأنها الملاحف المعصفرة و نظرنا إلي الكواكب يضرب بعضها بعضاً

جب امام حسین کو شہید کردیا گیا تو ہم سات دن تک ٹھہرے رہے جب ہم عصر کی نماز پڑھتے تو ہم دیواروں کے کناروں سے سورج کی طرف دیکھتے تو گویا وہ زرد رنگ کی چادریں محسوس ہوتا اور ہم ستاروں کی طرف دیکھتے ان میں سے بعض، بعض سے ٹکراتے۔

معجم الکبیر، ح : 2839

4۔ امام طبرانی نے معجم الکبیر میں محمد بن سیرین سے روایت کی ہے۔ فرماتے ہیں!

لم يكن في السماء حمرة حتي قتل الحسين

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے وقت آسمان پر سرخی چھائی رہی۔

معجم الکبیر، ح : 2840

مجمع الزوائد، 9 : 197

5۔ امام طبرانی سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں۔ سیدہ فرماتی ہیں!

سمعت الجن تنوح علی الحسین بن علی رضی اللہ عنه

میں نے جنوں کو سنا کہ وہ حسین بن علی کے قتل پر نوحہ کررہے ہیں۔

معجم الکبیر، ح : 2862، 2867

مجمع الزوائد 9 : 199

6۔ امام طبرانی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لما قتل الحسین بن علی رضی اللہ عنه لم یرفع حجر بیت المقدس الا وجد تحته دم عبیط .

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا تو بیت المقدس کا جو پتھر بھی اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔

معجم الکبیر، 3، ح : 2834

7۔ امام طبرانی نے امام زہری سے ا س قسم کی ایک اور روایت بھی نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا!

مارفع حجر بالشام یوم قتل الحسین بن علی الاعن دم

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے دن شام میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تو وہ خون آلود ہوتا

معجم الکبیر، ح : 2835

مجمع الزوائد، 9 : 1

شام غریباں

امام حُسینؑ بن علیؑ اور ان کے 72 اصحاب شہادت کا مقام پاگئے۔ تین دن کی بھوک پیاس کے باوجود اصحاب باوفا شجاعت اور دلیری کی ایسی مثال قائم کرگئے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ شامی لشکر کے کم و بیش ۲ ہزار فوجی جہنم رسید ہوئے۔ جو کہ ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ اتنا نقصان ہوگا۔ لہذا غصے میں بپھرا ہوئے لوگوں نے وہ حرکتیں کیں کہ ایک دفعہ تو انسانیت اور حیوانیت میں تمیز ختم ہوگئی۔ اسلام کی تاریخ میں ایسی مثالیں صرف بنو امیہ کے خاندان میں ملتیں ہیں۔

عُمر ابن سعد نے حکم دیا کہ خاندان بنی ہاشم کے مردوں کے سر تن سے جُدا کر دیئے جائیں تاکہ انہیں گورنر ابن زیاد کے پاس روانہ کیا جاسکے۔ لاشوں پر گھوڑے دوڑا کر انہیں بری طرح پامال کر دیا گیا۔ خیام حُسینی میں آگ لگا دی گئی۔ خواتین اور بچے ایک خیمہ سے دوسے کی طرف بھاگ رہے تھے۔ خیموں سے تمام اشیا و مال لوٹ لیا گیا۔ اور گھوڑے و مویشیوں کو قبضہ میں لے لیا گیا۔ خواتین اور بچوں پر تازیانے برسائے گئے۔ اور خواتین اہلبیت کے سروں سے چادریں چھین لی گئی۔ غموں سے چور خواتین اور بچوں کے شور سے کربلا کی زمین کانپ رہی تھی۔ کافی دیر بعد جب فوج کا غُصہ ٹھنڈا ہوا تو ابن سعد نے ان کو واپس بلوا لیا۔ حُسینؑ بن علیؑ اور ان کے خاندان کے چراغوں کے سر مبارک قلم کر کے نیزوں پر بلند ہوگئے۔ ابن سعد ملعون نے کھانا اور پانی جناب حُر کی بیوہ کے ہاتھوں بجھوا دیا۔ اگلے دن ۱۱ محرم الحرام کو قیدیوں کا قافلہ اس انداز سے کوفہ میں داخل ہُوا کہ خواتین کے سروں پر چادریں نہیں تھیں اور ان کے ہاتھ ان کے گردنوں کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ کوفے میں کہرام مچ گیا۔ جو مخلص شیعہ تھے وہ کوفہ کے زندانوں میں سڑ رہے تھے۔ اور دنیا پرست لوگ اپنے ضمیر کے موت پر افسردہ کھڑے تھے اور آنسو بہا رہے تھے۔

ترتیب و تدوین: سید قمر علی عباس بخاری qbukhari@yahoo.com

کوفه میں آمد

گیاره محرم سن 61ہجری کو اہل بیت کے اسیروں کاقافله کربلا سے کوفه کی طرف روانه ہوا ، اهل بیت کے امور کی باگ دوڑ امام زین العابدین کے ہاتھ میں ہے کیونکه آپ امام ہیں اور آنحضرت کی اطاعت کرنا سب پر واجب ہے، قافله سالار زینب کبری (س) ہیں ، جو امام زین العابدین کی قریب ترین ہیں اور خواتین میں سب سے بزرگ ہیں ۔ ظاہر ہے که ان خواتین اور بچوں کو سنبھالنا آسان کام نہیں ہے که جنھوں نے عاشور کے دن رنج و مشقت اور غم برداشت کئے تھے ، دل خراش واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے اپنے عزیزوں کے داغ اٹھائے تھے اور اب وہ بے رحم دشمنوں کے محاصره میں ہیں اونٹ ک ننگی پیٹھ پر سوار کافر قیدیوں کی طرح لے جایا جارہا ہے ۔ یه کارواں اهل بیت کے عزیزوں کے سربلند کئے ہوئے کوفه پهنچا کارواں کے راستے نماش بینوں سے پر تھے ، کوفه ایک زمانه میں امیرالمؤمنین کا دارالخلافت تھا اور شیعوں کا ایک مرکز بھی اس لئے مکمل طور پر ابن زیاد کی فوج کے محاصره میں تھا۔ اس منظر کے دیکھنے سے ماضی کی یاد زنده ہوگئی اور کوچه و بازار سے شور وشین کی آواز بلند ہونے لگی ، خواتین کو روتا دیکھ کر بچے رونے لگے اور بچوں کو بلکتا دیکھ کر بڑوں کے دل پگھل گئے ، یکبارگی چاروں طرف سے آه و فغان کی آوازیں آنے لگیں یه ہیجان صرف دختر علی حضرت بی بی زینبؑ بنت علیؑ نے اپنے خطبه سے پیدا کیا تھا۔

بی بی زینب علیہا السلام کا خطبه

امام زین العابدین نے ، جوکه اس زمانه میں شدید بیماری کی وجه سے نحیف و لاغر تھے ، جب لوگوں کے گریه و شیون کو دیکھا تو آہسته سے فرمایا : کیا یه لوگ ہمارے اوپر گریه کررہے ہیں ؟ ہمیں کس نے شہید کیا ؟ ! حضرت بی بی زینبؑ بنت علیؑ نے ہاتھ سے اشاره کرکے سب کو خاموش کردیا ، شوروغل اور شوروو شین کی جگه سناٹا چھا گیا ، یہاں تک که اونٹوں کی گھنٹیوں کی آواز بھی بند ہوگئي صرف سانس کی آواز تھی اور بس ۔ حضرت بی بی زینبؑ بنت علیؑ نے خطبه شروع کیا اور کوفیوں کو سرزنش کرتے ہوئے ان کے خفته ضمیروں کو بیدار کیا ، کوفه والوں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کی سمجھ میں یه بات آگئي که انہوں نے اہل بیت پیغمبر(ص) کے حق میں کتنا بڑا ظلم کیا ہے اور اس سے کیسی رسوائي وجود میں آئی ہے جو که ختم ہونے والی نہیں ہے ۔ بی بی زینبؑ بنت علیؑ اس اندازمیں حظبه دے رہی تھیں که جیسے علی خطبه دے رہے ہوں راوی کہتا ہے : میں نے ایسی با حیا و عفت ماب خاتون اس شجاعت و عظمت کے ساتھ خطبه دیتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔

شہزادی زینبؑ نےجاہ و عفت کے ساتھ ، حمد و ثناء خدا اور رسول (ص) اور آل رسول پر درود و سلام کے بعد اس طرح اپنے خطبه کا آغاز کیا :

" یا اهل الکوفه یا اهل الختل و الغدرواخذل . . . . .

" کوفه والو! ائے مکار و خیانت کار لوگو! خدا کرے تمہاری آنکھوں سے بھی آنسوؤں کا سیلاب نه رکے ،تمہارے سینوں سے کبھی نالوں کا سلسله ختم نه ہو ، تم اس عورت کی طرح ہوجس نے اپنا سارا سوت کات کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہو ، نه تمہارے عہدو پیمان کی کوئی قدرو قیمت ہے نه تمہارے عہد و پیمان کی کوئی قدروقیمت ہے نه تمہاری قسم کا کوئی اعتبار ہے ،یه تو صرف لاف گزاف اور خود ستائی ہے چھوٹی کنیزوں کی طرح چاپلوسی اور اندر دشمنی ہے اس کے تمہارے پاس اور کیا ہے ؟ تمہاری مثال مزبله پر اگی ہوئي گھاس کی ہے تماری مثال اس ریت کی ہے جس سے قبر کو بند کرتے ہیں ، اس دنیا- آخرت – کیلئے تم نے کتنا برا توشه فراہم کیا ہے غضب خدا اور عذاب جهنم ! اب روتے ہو؟ قسم خدا کی تمہیں گریه نہی کرنا چاہئے که تم اسی لائق ہو ہنسو کم روؤ زیاده ! جو ننگ و عار تم نے اپنے لئے خریدا ہے اس پر کیوں نہیں روؤ گے ؟ جو داغ تمہارے دامن پر لگ گیا ہے وہ ہرگز نہیں چھوٹے گا ، فرزند رسول (ص) اور جوانان جنت کے سردار کو قتل کرنے سے بڑھ کر اور کیا ننگ و عار ہوگا ؟ تم نے اس شخص کو قتل کردیاہے جو تمہارے لئے مشعل راه اور تاریکی میں تمہارا مدد گار تھا ! شرمندگی سے سروں کو جھکا لو تم نے یکبارگی اپنے گزشته کارناموں کو گنوادیا اور مستقبل کے لئے کوئی نیکی فراہم نه کی ! اب تم ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کرو که تم نے اپنے لئے غضب خدا خریدا ہے ! تم نے ایسا کام کیاہے که قریب ہے که آسمان زمین پر گر پڑے اور زمین شگافته اور پہاڑ ریزه ریزه ہوجائیں ، جانتے ہو تم نے کس کاخون بہایا ہے ؟ معلوم ہے یه تم کوچه و بازارمیں کس کی خواتین اور بیٹیوں کو لائے ہو؟ کیا تم جانتے ہو که تم نے رسول (ص) کے جگر کو چاک کیا ہے ؟ کتنا برا اور احمقانه کام ہے که جس کی برائي و زشتی ساری دنیا میں پهیل گئی ہے ، تمہیں اس بات پر تعجب ہے که آسمان سے زمین پر خون برس رہا ہے ، لیکن یه جان لو که قیامت کاعذاب اس سے کہیں سخت ہوگا ، اگر تمہارے کئے ہوئے گناه پر خدا بھی عذاب نہیں دے رہا ہے تو تم مطمئن نه رہو، خدا گناه کی سزا فورا نہیں دیتا ہے ، لیکن مظلوموں کے خون کاضرور انتقام لیتا ہے ، خدا ہر چیز کاحساب رکھتا ہے ۔"

بی بی زینبؑ بنت علیؑ کے سلیس دہلادینے والے خطبه نے جو که ایمان سے شرشار قلب اور داغ دار دل سے نکلا تھا ، کوفه والوں کے دلوں میں ایک آگ بھڑکا دی ،راوی کہتا ہے : قسم خدا کی میں نے اس روز تمام لوگوں کو حیران و پریشان دیکھا وہ ساسف و پشیمانی سے انگشت بدنداں تھے ، افسوس کررہے تھے رو رہے تھے ، ایک بوڑھے کو میں نے اپنے دیکھا که جس داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی تھی وہ اهل بیت کو مخاطب کرکے کہه رہا تھا: میرے ماں باپ تم پر فدا ہوجائیں تمہارے بچے بہترین بچے ہیں ، تمہارے جواں بہترین جواں ہیں ، تمہاری خواتین بہترین خواتین ہیں ، تہماری نسل بہترین نسل ہے ، سب سے بلند و بالا ہے ۔ جب حضرت بی بی زینبؑ بنت علیؑ نے اپنا خطبه ختم کیا تو امام زین العابدین نے فرمایا : پھوپھی جان ! صبر و سکوت اختیار کیجئے ره جانے والوں کو گزر جانے والوں سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے اور آپ تو بحمدالله عالمه غیر معلمه ہیں ، آه و فغاں سے جانے والے لوٹ نہیں آتے ہیں ۔

قصر ابن زیاد میں

ابن زیاد جو که بادۂ غرور و تکبر سے بد مست تھا اور خود گو ہرزمانه سے زیاده طاقتور سمجھتا تھا اس نے اپنی قدرت نمائی اور کوفه والوں کو مرعوب کرنے کیلئے قیدیوں کو اپنے قصر کی مجلس ہی میں بلایا ، وہ یه سمجھتا تھا که ساری منزلیں طے ہوگئی ہیں اب اس محل میں یزید لعین کی کامیابی کا جشن منائیں گے ، اس لئے اس نے کہا سر حسین لایا جاے سرمبارک ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا ابن زیاد ہنسا اور امام حسین کے دندان مبارک پر چھڑی لگائی وہ خام خیال میں یه سمجھ رہاتھا که بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے ۔ اسیروں کو دربار ابن زیاد میں لایا گیا ، بی بی زینبؑ بنت علیؑ پرانے لباس میں ملبوس ایک گوشه میں بیٹھ جاتی ہیں اور اهل بیت کی دوسری خواتین آنحضرت کے اطراف میں بیٹھی ہیں ۔ ابن زیاد نے پوچھتا ہے وہ خاتون کون ہے جو اپنی کنیزوں کے ساتھ ایک گوشه میں بیٹھی ہے ؟ بی بی زینبؑ بنت علیؑ نے کوئی جواب نه دیا، ابن زیاد نے دو تین بار بھی سوال دہرایا ،اسروں میں سے ایک نے کہا : یه رسول(ص) کی نواسی دختر فاطمه (س) ہیں ، ابن زیاد نے بی بی زینبؑ بنت علیؑ کو مخاطب کو مخاطب کرکے کہا : شکر اس خدا کا جس نے تمہیں رسوا کیا اور قتل کیا اور یه ثابت کردیا که جو کچھ تم نے کہا وہ سب کچھ جھوٹ تھا ۔ علیؑ کی شیردل بیٹی نے جواب میں اپنے کلام کا اس طرح آغاز کیا که جیسے ابھی تک کوئي حادثه پیش ہی نہیں آیا ہے جیسے آپ کا کوئي عزیز شہید نہیں ہوا ہے ، نه آپ کو اسیر کیا گیا نه اس بات کا خوف ہے که جس شخص کا جواب دے رہی ہیں وہ آپ کو اور آپ کے ہمراه تمام اسیروں کو ایک حکم سے نابود کرسکتا ہے ۔

ترتیب و تدوین: سید قمر علی عباس بخاری qbukhari@yahoo.com

" تمام تعریفیں اس خدا کیلئے ہیں جس نے ہمیں اپنے پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ) کے ذریعہ عزت و کرامت عطا کی رجس سے پاک رکھا ، صرف فاسق ذلیل ہوتا ہے اور فاجرو بدکار جھوٹا ہوتا ہے الحمداللہ کہ وہ ہم نہیں ہیں دوسرا ہے ۔

ابن زیاد نے کہا : دیکھا خدا نے اھل بیت کے ساتھ کیا کیا ؟ بی بی زینبؑ بنت علیؑ نے جواب دیا : یہ وہ لوگ تھے جن کے لئے خدا نے شہادت مقدر کردی تھی ، چنانچہ وہ اپنی آرام گاہ کی طرف فراخ دلی سے چلے گئے اور میں نے اچھائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا ، خدا تجھے اور ان کو جمع کرے گا اور تو ان سے احتجاج کرے گا اس وقت دیکھنا کہ سعادت مند و کامیاب کون ہے ؟ ابن مرجانہ تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے ۔ اس خطبہ سے ابن زیاد بہت کھسیا گیا تھا اور اتنا برافروختہ ہوگیا تھا کہ گویا بی بی زینبؑ بنت علیؑ کوقتل کرڈالے گا ، ابن زیاد کے حاشیہ نشینوں میں سے ایک نے کہا : ائے امیر المؤمنین یہ خاتون ہے اور خواتین کی باتوں میں ملامت نہیں ہے ۔ جب ابن زیاد سے بی بی زینبؑ بنت علیؑ کے خطبہ کا کوئی جواب نہ بن سکا تو کہنے لگا : تمہارے مغرور و متکبر خاندان کی طرف سے میرے دل میں خلش تھی جس کو خدا نے ختم کردیا ۔ یہ بات سن کر بی بی زینبؑ بنت علیؑ کے دل پر ایک اور چوٹ لگی اور روتے ہوئے کہا : تو نے ہمارے سردار کو قتل کردیا ہے ، ہمارے خاندان کو متفرق کردیا ہے اور ہمارا شاخ و جڑ کو کاٹ دیا ہے اور اگر تجھے انہیں چیزوں سے خلش تھی تو یقینا تیری خلش ختم ہوگئي۔ ابن زیاد نے کہا : یہ خاتون کتنی مسجع اور سلیس باتیں کہہ رہی ہے ، اس کے باپ بھی شاعر تھے وہ مسجع و بہترین کلام کہتے تھے ۔ بی بی زینبؑ بنت علیؑ نے کہا : سجع سے خواتین کو کیا ربط ؟ اور اب میرے لئے مسجع بات کہنے کا وقت ہے ؟ درد دل سے ایک چیز زبان پر جاری ہوگئي ۔ اس طرح علی کی بیٹی بی بی زینبؑ بنت علیؑ نے جراءت و شجاعت کے ساتھ اپنے خطبہ سے ابن زیاد کو مجمع عام میں رسوا کردیا اور اھل بیت رسول (ص) پر روا رکھے جانے والے مظالم سے پردہ اٹھادیا ، حالانکہ ابن زیاد نے یہ مجمع اپنی قدرت نمائی کے لئے جمع کیا تھا ۔

قیدیوں کی شام روانگی

ابن زیاد نے یزید کو خط لکھ کر سارا حالات سے مطلع کیا۔ یزید بن معاویہ نے خوشی کا اظہار کیا اور ہدایت کی کہ قیدیوں کو شام بھجوایا جائے۔ تقریباً ۱۴۰۰ کلو میٹر کا طویل سفر تقریباً ۱۸ دنوں میں طے کیا گیا۔ قیدیوں کو شہروں سے باہر کے راستے پر تیزی سے سفر کرایا گیا۔ کیونکہ کچھ شہروں میں واقعہ کربلا کی اطلاعات پہنچنے کے بعد وہاں سے لوگوں کے غم و غصے کے مظاہرے ہوئے تھے۔

عیسائی راہب کا اظہار عقیدت

اسیران کربلا کا قافلہ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ راستے میں رات ہوگئی، چنانچہ " فاتحین کربلا،، نے پڑاؤ کا فیصلہ کیا۔ پڑاؤ کی جگہ کے قریب ہی ایک گرجا گھر تھا۔ اس گرجے میں ایک ضعیف العمر عیسائی راہب رہتا تھا۔ بڑا پرہیزگار اور متقی راہب تھا۔ عبادت گزار بھی تھا اور خدا ترس بھی۔ اسے جب معلوم ہوا کہ قافلے والے اپنے پیغمبر کے نواسے اور اس کے اصحاب کو قتل کرنے کے بعد ان کے سر لے کر یزید کے پاس جا رہے ہیں تو اس نے قافلہ کے یزیدی امیر سے کہا میں تمہیں دس ہزار دینار دوں گا شرط صرف یہ ہے کہ آج کی رات تمہارے پیغمبر کے نواسے کا سر میرے پاس رہے گا۔ اس کے لئے تم پڑاؤ ہمارے پاس کرو۔ تمہاری خدمت بھی کروں گا اور تمہیں عزت کے ساتھ روانہ کروں گا۔ یزیدی امیر دنیا دار شخص تھا حرص دنیا کا طالب، اس نے راہب کی شرائط مان لیں اور حسین کا سر اس راہب کے حوالے کردیا۔ راہب حسین رضی اللہ عنہ کا سر لے کر اندر چلا گیا۔ راہب نے نیزے پر سے سر انور کو اتارا اور اس کو خوشبودار پانی سے دھویا اسے صاف کیا اور خوشبو لگائی، خوبصورت غلاف میں رکھا اور اس کے پاس بیٹھ گیا۔ رات بھر چہرہ حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت میں مصروف رہا۔ وہ راہب بیان کرتا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کا سر پڑا ہے اور اس سر سے نوری شعاعیں اٹھ کر عرش معلی تک جارہی ہیں، نور کا ہالہ سر اقدس کا طواف کررہا ہے جب اس نے یہ کیفیت دیکھی تو ساری رات قتل حسین رضی اللہ عنہ پر آنسو بہاتا رہا۔ حسین رضی اللہ عنہ کے احترام اور توقیر کا اسے یہ صلہ ملا کہ صبح جب باہر نکلا رحمت خداوندی نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا اس نے کلمہ پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا۔ ایک طرف وہ شقی القلب ابن سعد کے سپاہی تھے کہ بے ادبی کا ارتکاب کر کے دولت ایمان سے محروم ہوگئے اور ایک یہ راہب تھا کہ حسین کے سر کی عزت کرنے کے صدقے میں اس کا دامن ایمان کی نعمت سے بھر دیا گیا۔

دربار یزید میں

ابن زیاد کے قصر امارت کے بعد اسیران کربلا کا یہ قافلہ جب دمشق میں یزید کے دربار میں پہنچا تو وہ بدبخت اس وقت مسند شاہی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس بدبخت نے امام عالی مقام کی دندان مبارک پر اپنی چھڑی ماری اور اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ تھا کہ آج ہم نے بدر میں اپنے مقتولین کا بدلہ لے لیا ہے، اس بدبخت نے اپنے اندر چھپے ہوئے کفر کو ظاہر کر دیا۔ (ابن زیاد کے دربار میں بھی اس قسم کے واقعات پیش آئے تھے) یہ منظر دیکھ کر دربار یزید میں موجود ایک صحابی اٹھا اور یزید کو اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی فرمایا : خدا کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لبوں کو چومتے ہوئے دیکھا ہے، دربار میں قیصر روم کا سفیر جو ایک عیسائی تھا بھی مسند نشین تھا اس نے یزید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم بدبخت اور بے ایمان ہو، تم نے اپنے پیغمبر کے نواسے کو شہید کر کے اس کا سر تن سے جدا کر دیا ہے اور اب اپنی چھڑی سے اس مقدس سر کی بے حرمتی کر رہے ہو، میں مذہباً عیسائی ہوں ایک علاقے میں ہمارے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سواری کے پاؤں کے کھر ہیں، ہم نے انہیں محفوظ کرلیا ہے خدا کی قسم ایک مدت گزر جانے کے بعد بھی ہم اس سواری کے نعل کی عزت کرتے ہیں جس طرح تم اپنے کعبہ کی عزت کرتے ہو۔ ہم اپنے نبی کی سواری کے قدموں کا یہ احترام کرتے ہیں، ہر سال اس نعل کی زیارت کرتے ہیں اس کا ادب کرتے ہیں۔ بدبختو! تم اپنے پیغمبر کے شہزادے کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو۔ ۔ ۔ ! لعنت ہے تمہارے عمل اور کردار پر، یزید سمجھ رہا تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے اس نے بہت بڑا معرکہ سر کر لیا ہے اب اس کے جبر مسلسل کے سامنے کوئی دیوار بن کر کھڑا نہ ہوگا اب دین کی تحریف میں وہ آزاد ہوگا لیکن اس بدبخت کو یہ معلوم نہ تھا کہ یزیدیت جیت کر بھی ہار گئی ہے اور حسینیت بظاہر ہار کر بھی جیت گئی ہے۔

دربار یزید میں بی بی زینت علیہا السلام کا خطبہ

قیدیوں کو تقریباً ۱۵ گھنٹے محل کے باہر انتضار میں کھڑا رکھا گیا۔ امام علیؑ بن حُسین جن کا لقب امام زین العابدین ہے۔ ان کے گلے میں طوق ڈالا گیا تھا۔ جس کی زنجیر کا سرا ان کے پانچ سالہ بیٹے امام محمد باقرؑ کے گلے میں تھا۔ ساری خواتین کے ہاتھ رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے۔ اور سارا شہر قیدیوں کو

ترتیب و تدوین: سید قمر علی عباس بخاری qbukhari@yahoo.com

دیکھنے کیلئے امڈ پڑا تھا۔ اہلبیت کو بازاروں سے گزارنے کے بعد اس حالت میں کہ لوگ ان پر پتھر برسا رہے تھے۔ بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ دربار یزید میں پیش کر دیا گیا۔ یزید کے سامنے سر پیش کئے گئے۔ اور یزید نے بھرے دربار میں شان امام حُسین میں گستاخی کی۔ اس کے جواب میں حضرت زینبؑ بنت علیؑ نے ایک ایمان افروز خطبہ دیا۔

"یزید تو یہ سمجھتا تھا کہ تونے زمین و آسمان کو ہم پر تنگ کردیا ہے تیرے گماشتوں نے ہمیں شہروں شہروں اسیری کی صورت میں پھرایا تیرے زعم میں ہم رسوا اور تو باعزت ہوگیا ہے ؟ تیرا خیال ہے کہ اس کام سے تیری قدر میں اضافہ ہوگیا ہے اسی لئے ان باتوں پر تکبر کررہا ہے ؟ جب تو اپنی توانائی و طاقت (فوج) کو تیار دیکھتا ہے اور اپنیبادشاہت کے امور کو منظم دیکھتا ہے تو خوشی کے مارے آپے سے باہر ہوجاتا ہے ، تو نہیں جانتا کہ یہ فرصت جو تجھے دی گئی ہے کہ اس میں تو اپنی فطرت کو آشکار کرسکے کیاتو نے قول خدا کو فراموش کردیا ہے >> کافر یہ خیال نہ کریں کہ یہ مہلت جو انھیں دی گئي ہے یہ ان کے لئے بہترین موقع ہے ، ہم نے ان کو اس لئے مہلت دی ہے تاکہ وہ اپنے گناہوں میں اوراضافہ کرلیں ، پھران پر رسوا کرنے والا عذاب نازل ہوگا<<

پسر طلقاء (فتح مکہ کے بعد نبیؐ اکرم نے بنی امیہ کو سزا دینے کی بجائے عام معافی دی۔ اور آزاد کر دیا۔ نبیؐ اکرم نے لفظ طلقا استعمال کیا تھا۔ بی بی نے وہی لفظ دربار یزید میں اس کے بارے میں استعمال کرکے اسے یاد دلایا کہ وہ ایک آزاد کردہ غلام کا بیٹا ہے) کیا یہ عدل ہے تیری بیٹیاں اور کنیزیں باعزت پردہ میں بیٹھیں اور رسول کی بیٹیوں کو تو اسیر کرکے سربرہنہ کرے ، انہیں سانس تک نہ لینے دیا جائے ، تیری فوج انہیں اونٹوں پر سوار کرکے شہر بہ شہر پھرائے ؟ نہ انہیں کوئي پناہ دیتا ہے ، نہ کسی کو ان کی حالت کاخیال ہے ، نہ کوئی سرپرست ان کے ہمراہ ہوتا ہے لوگ ادھر ادھر سے انہیں دیکھنے کے لئے جمع ہوتے ہیں ، لیکن جس کے دل میں ہمارے طرف سے کینہ بھرا ہوا ہے اس سے اس کے علاوہ اور کیا توقع کی جاسکتی ہے ؟ تو کہتا ہے کہ کاش جنگ بدر میں قتل ہونے والے میرے بزرگ موجود ہوتے اور یہ کہکر تو فرزند رسول (ص) کے دندان مبارک پر چھڑی لگاتا ہے ؟ کبھی تیرے دل میں یہ خیال نہیں آتا ہے کہ تو ایک گناہ اور برے کام کا مرتکب ہوا ہے ؟ تونے آل رسول (ص) اور خاندان عبدالمطلب کا خون بہا کر دو خاندانوں کی دشمنی کو پھر زندہ کردیا ہے ،خون نہ ہو کہ تو بہت جلد خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوگا ، اس وقت یہ تمنا کرے گا کہ کاش تو اندھا ہوتا اور یہ دن نہ دیکھتا تو یہ کہتا ہے کہ اگر میرے بزرگ اس مجلس میں ہوتے تو خوشی سے اچھل پڑتے ، اے اللہ تو ہی ہمارا انتقام لے اور جن لوگوں نے ہم پرستم کیا ہے ان کے دلوں کو ہمارے کینہ سے خالی کردے ،خدا کی قسم دو اپنے آپے سے باہر آ گیا ہے اور اپنے گوشت کو بڑھالیا ہے ، جس روز رسول (ص)خدا ،ان کے اہل بیت ، اوران کے فرزند رحمت خدا کے سایہ میں آرام کرتے ہوں گے تو ذلت و رسوائی کےساتھ ان کے سامنے کھڑا ہوگا یہ دن وہروز ہے جس میں خدا اپنا وعدہ پورا کرے گا وہ مظلوم و ستم دیدہ لوگ جو کہ اپنے خون کی چادر اوڑھے ایک گوشے میں محو خواب ہیں ، انہیں جمع کرے گا ، خدا خود فرماتا ہے : " راہ خدا میں مرجانے والوں کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کی نعمتوں سے بہرہ مند ہیں ، تیرے باپ معاویہ نے تجھے ناحق مسلمانوں پر مسلط کیا ہے ، جس روز محمد (ص) داد خواہ ہوں گے اور فیصلہ کرنے والا خدا ہوگا ، اور عدالت الٰهیہ میں تیرے ہاتھ پاؤں گواہ ہوں گے اس روز معلوم ہوگا کہ تم میں سے کون زیادہ نیک بخت ہے ۔
یزید اے دشمن خدا ! میری نظروں میں تیری بھی قدر و قیمت نہیں ہے کہ میں تجھے سرزنش کروں یا تحقیر کروں ، لیکن کیا کروں میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے ہیں دل سے آہیں نکل رہی ہیں ، شہادت حسین کے بعد لشکر شیطان ہمیں کوفہ سے ناہنجاروں کے دربار میں لایا تاکہ اہلبیت پیغمبر (ص) کی ہتک حرمت و عزت کرنے پر مسمانوں کے بیت المال سے ، جو کہ زحمت کش و ستم دیدہ لوگوں کی محنتوں کا صلہ ہے ، انعام حاصل کرے جب اس لشکر کے ہاتھ ہمارے خون سے رنگین ہوئے اور دہان ہمارے گوشت کے ٹکڑوں سے بھر گئے ہیں ، جب ان پاکیزہ جسموں کے آس پاس درندہ کتے دوڑ رہے ہیں ایسے موقع پر تجھے سرزنش کرنے سے کیا ہوتا ہے ؟ اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ تونے ہمارے مردوں کو شہید اور ہمیں اسیر کرکے فائدہ حاصل کر لیا ہے تو عنقریب تجھے معلوم ہوجائے گا کہ جسے تو فائدہ سمجھتا ہے وہ نقصان کے سوا کچھ نہیں ہے ، اس روز تمہارے کئے کے علاوہ تمارے پاس کچھ نہ ہوگا ، تو ابن زیاد سے مدد مانگے گا اور وہ تجھ سے ، تو اور تیرے پیروکار خدا کی میزان عدل کے سامنے کھڑے ہوں گے ، تجھے اس روز معلوم ہوگا کہ بہترین توشہ جو تیرے باپ معاویہ نے تیرے لئے جمع کیا ہے وہ یہ ہے کہ تو نے رسول (ص) خدا کے بیٹوں کو قتل کردیا ، قسم خدا کی میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی اور اس کے علاوہ کسی سے شکایت نہیں کرتی ، جو چاہو تم کرو ، جس نیرنگی سے کام لینا چاہو لو ، اپنی ہر دشمنی کا اظہار کرکے دیکھ لو ، قسم خدا کی جو ننگ کا دھبہ تیرے دامن پر لگ گیا ہے وہ ہرگز نہ چھوٹے گا ، ہر تعریف خدا کے لئے ہے جس نے جوانان بہشت کے سرداروں کو کامیابی عطا کی ، جنت کو ان کے لئے واجب قرار دیا ، خداوند عالم سے دعا ہے کہ ان کی عظمت و عزت میں اضافہ فرمائے ان پر اپنی رحمت کے سائیہ کو مزید گسترده کردے کہ تو قدرت رکھنے والا ہے ۔

اہلبیت قید میں

یہ خطبہ سن کر یزید بن معاویہ تلملا گیا اور اہلبیت کو قید میں ڈالنے کا حُکم دیا۔ قید میں امام حُسینؑ بن علیؑ کی چھوٹی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا۔ بغیر کفن و دفن کے ایک چادر میں انتہائی کسمپرسی کی حالت میں حضرت امام زین العابدین بن حُسینؑ نے اپنی بہن کو قیدخانے کے اندر ہی دفن کر دیا۔ سکینہ بنت الحُسینؑ کی عمر پانچ سال کی تھی۔ تقریباً ایک سال کی قید کے بعد یزید نے ان کی رہائی کا حکم دیا۔ اس عرصے میں شام کی فضا کا رنگ تبدیل ہوگیا۔ خواتین ٹولیوں کی صورت میں آتیں اور اہلبیت کی خواتین سے ملاقاتیں کرتیں۔ لوگ اب جاننا شروع ہوئے تھے کہ قیدی اصل میں خاندان رسالت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یزید کے لئے ان قیدیوں کو مزید قید رکھنا ممکن نہ رہا۔ اور ایک دن اس نے امام زین العابدین بن حُسینؑ کو بلوایا اور رہائی کا حکم سنا دیا۔ امام نے تین درخواستیں دیں کہ ایک تو انہیں تبرکات حُسینی لوٹا دیئے جائیں جو کہ ۱۰ محرم کو لوٹ لئے گئے تھے۔ دوسرا ان کو تین دن سوگ منانے دیا جائے۔ اور تیسرا ان کے خاندان کے جوانوں کے کٹے ہو سر واپس کئے جائیں تاکہ ان کو دفن کر دیا جائے۔ یہ شرائط مان لیں گئیں۔

اہلبیت کی مدینہ واپسی

نعمان بن بشیر کی نگرانی میں یہ قافلہ وطن واپس روانہ ہوا۔ نعمان بن بشیر جو کہ ابن زیاد سے پہلے کوفہ کا گورنر تھا نے انتہائی عزت و احترام سے قافلے کے ساتھ ساتھ رہا۔ بی بی زینب کی خواہش پر قافلہ سیدھا کربلا پہنچا۔ اور ایک قیامت برپا ہوگئی۔ ہر ایک بی بی نے وہ آنسو جو ان کے سینوں میں ظلم کی وجہ سے دب گئے تھے اپنے اپنے پیاروں کی یاد میں بہائے۔ اور تین دن تک آہ و بکا سے کربلا کی سرزمین گونجتی رہی۔ پیغمبرؐ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن جابر انصاری بھی زیارت قبور کیلئے کربلا پہنچے ہوئے تھے۔ پھر قافلہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔

حرم کی دہلیز پر

قافلہ لحظہ بہ لحظہ مدینہ سے قریب ہورہا ہے ، دور سے مرقد رسول(ص) کی عطرآگیں خوشبو مشام میں پہنچ رہی ہے ،مقتول عزیزوں کی یاد ککا پہلے سے زیادہ احساس ہورہا ہے ، ایک ایک کا غم تازہ ہوتا جارہا ہے ، سب یہ سوچ رہے ہیں کہ مدینہ والوں کو قتل حسین کی خبر کیسے سنائیں کس منھ سے

مدینہ میں داخل ہوں کیوں کرمدینہ میں رہیں رہیں ؟ اب مدینہ میں حسین نہیں ہے ، عباس نہیں ہے ، علی اکبر نہیں ہے ، عون و محمد نہیں ہے --- ان سب کی یاد پے بہ پے ستائے گی ،ان کا غم کیسے برداشت کیا جائے گا ؟ شاید قافلہ میں سے ہر ایک مرقد رسول(ص) سے درد دل بیان کرتا ہے اورجو مصیبتیں اٹھائی تھیں ان کا شکوہ کرتا ہے ۔ آخرکار امام زین العابدین کے دستور سے قافلہ مدینہ سے باہر ہی روک دیا گیا ، سامان اتارا گیا ، خیمے نصب کئے گئے خواتین اوربچوں کو اتارا گیا ، مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے لوگوں کو عظیم خبر سے آگاہ کریا جائے ، امام زین العابدین بشیر بن جذلم کو بلاتے ہیں ۔ بشیر! خدا تمہارے باپ پر رحم کرے وہ شاعر تھے! تم بھی شعر کہہ لیتے ہو؟ ہاں! فرزند رسول (ص) میں شاعر ہوں ۔ جاؤ مدینہ میں شہادت حسین کو خبر سنادو ، بشیر کہتے ہیں میں گھوڑے پر سوار ہوا اورمدینہ کی طرف روانہ ہوا ، مسجد رسول میں پہنچا اور باشور و شین بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے :

یااهل یثرب لا مقام لکم بها
قتل الحسین فادمعی مدرارا
ا لجسم منه بکربلا مضرج
والراس منه علی القناة یدارا

مدینہ والو! مدینہ رہنے کی جگہ نہیں رہا کہ حسین قتل کردیئے گئے ۔دیکھو میری آنکھوں سے سیل اشک رواں ہے ، حسین کی لاش کربلا میں بے کفن پڑی ہے ، اورآپ کے سراقدس کو نیزہ پر بلند کرکے شہروں میں پھرایا جارہا ہے ۔ پھر میں نے صدا بلند کی : اے مدینہ والو! علی بن الحسین اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ مدینہ کے قریب ہیں ، امام زین العابدین نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے چلو میں تمہیں ان کے پاس لے چلتا ہوں ۔ بشیر کہتا ہے : مدینہ کی عورتیں گریہ کناں گھروں سے باہر نکل آئیں اوراس دن سے زیادہ میں مردوں کو روتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ مسلمانوں کے لئے اس دن سے زیادہ مصیبت ناک دن مشاہدہ کیا ۔

مدینہ کے لوگ بشیر کے ساتھ اہلبیت کے پاس پہنچے امام زین العابدین نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اوران چیزوں پر جو خدا نے ان کے لئے مقدر کی تھیں اورجس بڑے امتحان میں انہوں نے کامیابی حاصل کی تھی اس پر خدا کا شکر ادا کیا اور لوگوں کے سامنے ان مصیبتوں کو بیان کیا جوکہ کربلا میں خاندان رسالت پرپڑی تھیں اورواقعات سے انہیں باخبر کیا

تاریخ کا پہلا جلوس عزاداری

لوگ روتے ہوئے اہل بیت کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوئے ، جب اہلبیت نے روضہ رسول (ص) کو دیکھا تو فریاد وا محمداہ(ص) کی صدائیں بلند کیں ، اور پیغمبر(ص) سے اپنا درد دل بیان کیا ، ائے اللہ کے رسول (ص) ، تیرے حسین کو تشنہ لب شہید کردیا گیا ، تیرے اہلبیت کو قیدی بنایا گیا ، مدینہ والے بھی ان کے ہمراہ تھے ، گریہ و شیون کی صدائیں بلند ہوگئیں ، مدینہ نالہ و فغان کی آوازوں میں ذوب گیا ، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے در و دیوار سے رونے کی صدائیں آرہی ہیں ، جب زینب مسجد رسول (ص) کے دروازہ پر پہنچیں تو دروازہ پکڑ کر اس طرح بین کئے اے اللہ کے رسول (ص) میں آپ کے حسین کے قتل کی خبر لائی ہوں ، اس کے بعد زینب (س) کی آنکھوں سے کبھی آنسو بند نہ ہوئے جب بھی امام زین العابدین کو دیکھتی آپ کا غم تازہ ہو جاتا تھا ۔

آج بھی شیعان علیؑ ان کے فرزند کو محرم الحرام میں اسی جلوس کی شکل میں پُرسا دیتے ہیں۔ یہ جلوس امام زین العابدین بن حُسینؑ کی سُنت ہے۔ اس میں لوگ سارا دن غم امام حُسین میں سڑکوں پر پیدل چلتے ہیں۔ فضا میں ویسے ہی نوحوں کی آوازیں بلند ہوتی ہیں جیسا کہ امام نے مدینہ منورہ میں روضہ رسولؐ کے سامنے بلند کی تھیں اور امت کے ظلموں کی شکایت کی تھی۔

وفات بی بی زینب کبریٰ بنت علیؑ

رہائی کے بعد حضرت زینب (س) مدینہ میں ایک سال سے زیادہ نہ رہ سکیں اورامام حسین کے بغیر زینب (س) کے لئے اتناہی عرصہ بہت جاں گذار تھا ، آپ عہد طفلی سے نوجوانی تک اور نوجوانی سے امام حسین کی شہادت تک امام حسین کے ہمراہ تھیں ان سے بے پناہ محبت کرتی تھیں اگر مقدرات الٰہی پر زینب (س) کی تسلیم و رضا نہ ہوتی تو حسین کے بعد کربلا کی یاداشتوں میں ایک ہی یاد زینب(س) کی زندگی کے خاتمہ کے لئے کافی تھی ، لیکن زینب (س) خدا کی شائستہ بندہ ہیں چنانچہ مختلف میدانوں میں اس کی بندگی کو ثابت کیا اوراس کے فرمان << فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا>> 36 پر لبیک کہا ، اوراپنے بھائی حسین کی طرح تاریخ بشریت کے صفحہ پر صبر کا بہترین نمونہ رقم کردیا ۔
اس طرح با شکوہ زندگی گزارنے کے بعد بلند روح خدا کے جوار رحمت میں پہنچ گئی اور اپنے دودمان سے جاملی ، اور بہترین زندگی گزارنے ، بندگی خدا ، عفت ، ایثار ، فداکاری راہ خدا میں صبر و پائیداری کا سب کو درس دیا ۔

قاتلان حسینؑ اور مختار ثقفیؓ

یزید بن معاویہ بن ابُو سُفیان واقعہ کربلا کے تین سال تک اس دنیا میں زندہ رہا۔ اور آخر جہنم واصل ہوا۔ کوفہ میں بغاوت ہوگئی اور قیدیوں نے جیل خانے توڑ ڈالے۔ حضرت مختار ثقفیؓ نے بغاوت کا علم بلند کیا۔ اور شامی افواج پر بے درپے حملے کر کے کوفہ سے نکال باہر کیا۔ مالک بن اُشتر کے صاحبزادے حضرت ابرھیم بھی حضرت مختار کے ساتھ مل گئے۔ ابراھیم جیسے شہ زور کی رفاقت نے مختار کے حوصلے بلند کردئیے اور مختار نے چُن چُن کر قاتلان امام حُسینؑ سے بدلے لینے شروع کئے۔ اور ایک ایک کو اذیت ناک موت سے ہمکنار کیا۔ آخرکار معصب ابن زبیر نے کوفہ پر چڑھائی کی اور مختار اس کے ہاتھوں شہید ہوا۔

معاویہؓ بن یزید بن معاویہ

یزید نے اپنے بیٹے معاویہ کو اپنی زندگی میں ہی جانشین مقرر کردیا تھا ۔ چنانچہ 4 ہجری میں باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ 21 سال کا یہ نوجوان عادات وخصائل میں اپنے باپ کی ضد تھا۔ عبادت اور ریاضت اس کا معمول تھا۔ امام حسین کی شہادت کے بعد اسے کاروبار حکومت سے اس قدر نفرت ہو چکی تھی کہ 3 ماہ کی حکومت کے بعد ازخود خلافت سے یہ کہہ کر دست بردار ہوگیا۔ کہ " اس تخت سے مجھے خون حُسین کی بو آتی ہے۔ میرا باپ اور دادا اپنے اپنے کرموں کا بوجھ قبر میں سہہ رہے ہوں گے۔ مجھ میں حکومت کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ابوبکر کی طرح کسی کو اپنا جانشین بنا دوں یا عمر کی طرح چھ آدمیوں کو نامزد کرکے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب شوریٰ پر چھوڑ دوں لیکن نہ عمر جیسا کوئی نظر آیا اور نہ ویسے چھ آدمی ملے اس لیے میں اس منصب سے دست بردار ہوتا ہوں۔ تم لوگ جیسے چاہو اپنا خلیفہ بنا لو۔" حکومت چھوڑنے کے چند ماہ بعد معاویہ کا انتقال

ہوگیا۔ اگرچہ اس کی دست برداری سے ایک سیاسی خلا پیدا ہوا لیکن عبداللہ بن زبیر اور مروان بن حکم کی کمشکش نے بالآخر تاج و تخت و تاج مروان کے ہاتھوں منتقل ہوگیا۔